# شمائم الفاتحہ

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث
حضرت مولانا داؤد احمد صاحب

مظاہر العلوم

چڑہ منڈی فیروز والہ روڈ۔ گوجرانوالہ

# شمائل الفاتحہ

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا **قاضی حمید اللہ خان** رحمۃ اللہ علیہ

## حاجی محمد شاہ زمان

سرپرست جمعیت علماء اسلام ضلع گوجرانوالہ

## ڈاکٹر محمد سلیم صاحب


علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل



ناشر

## مظاہر العلوم

چٹرہ منڈی فیروز والہ روڈ۔ گوجرانوالہ

حقوق اشاعت محفوظ ہیں


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | .................... | شمائم الفاتحہ |
| نتیجہ فکر | .................... | قاضی حمید اللہ خانؒ |
| ناشر | .................... | مظاہر العلوم |
| اشاعت اول | .................... | 2009ء |
| اشاعت دوم | .................... | 2021ء |
| ہدیہ | .................... | |

ملنے کا پتہ

دینی کتب کے لیے آپ کا اپنا مرکز

مظاہر العلوم

چمڑہ منڈی فیروز والہ روڈ۔ گوجرانوالہ

# پیش لفظ

سورۃ فاتحہ میں غوطہ لگا کر جو موتی احقر نے چنے ہیں وہ بہت کم ہیں اور جو باقی ہیں بہت زیادہ ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان موتیوں کا بغور مطالعہ کریں اور قابل تصحیح کی اطلاع کریں۔ انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اس سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔

احقر

حمید اللہ غفراللہ لہ والوالدیہ آمین

# قاضی حمید اللہ خان

## رحمۃ اللہ علیہ

## کا

## مختصر تعارفی خاکہ

"اک صاحبِ کمال تھا، نہ رہا"

# اک صاحب کمال تھا نہ رہا

آٹھ سال ہوئے ان درودیوار کو اُداس ہوئے جو ایک مرد درویش کے درس میں ہمہ تن گوش رہتی تھیں۔ کان وہ آواز سننے کو ترس گئے ہیں جو سید ھا دلوں کو دستک دیتی تھی۔ نگاہیں وہ منظر ڈھونڈتی ہیں جہاں رحمت خداوندی برستی نظر آتی تھی۔ وہ فضائیں اور ہوائیں ہم سے روٹھ گئیں جو جنت کا سماں پیدا کرتی تھیں۔ ان کے درس قرآن کی کیفیت جس طرح منفرد ہوا کرتی تھی اسی طرح قاضی صاحب کی ذات بھی منفرد اور مخصوص ہوا کرتی تھی۔ ایک عالم باعمل اور مرد درویش کی سج دھج علیحدہ ہی ہوا کرتی ہے۔ حکم ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ قاضی صاحب مرد درویش بھی تھے اور مرد مجاہد بھی۔ ہر وقت مطمئن اور مسکراتا چہرہ توکل اور تقویٰ کا ایک حسین امتزاج پیش کر رہا ہوتا تھا۔ یہیں تھے وہ لوگ جن کی راتیں اللہ کی یاد میں جاگتے گزر جاتیں اور دن عاجزی اور انکساری کا پیکر بن کر اس کی مخلوق کی دینی اور علمی خدمت میں گزر جاتا۔ گوجرانوالہ شہر کے بڑے دینی مدارس میں تعلیم دینے والا ایک ایسا مرد درویش جس کا اصل مقام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہی رہا۔ آج ہمیں گوجرانوالہ اور نواح میں دینی اقدار کی جو تھوڑی بہت پاسداری نظر آتی ہے وہ انہی فقیروں کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے۔ قاضی صاحب بے نیازی کی دولت سے بھی خوب مالا مال تھے۔ قرون اولیٰ کے متقین کی جھلک ان میں بہت مناسب نظر آتی تھی۔ ان کی ذات ہر وقت شفیق اور مہربان ہوتی۔ توکل اور تقویٰ کا نوران کے چہرہ پر یہ گواہی دے رہا ہوتا کہ اللہ کا بندہ عام لوگوں سے کس قدر مختلف ہوتا ہے۔

قاضی حمید اللہ خان صاحب مرحوم ایک بلند پایہ عالم دین، بہترین استاد اور ایک متقی پرہیزگار انسان تھے۔ وہ بیک وقت مرد مومن، مرد درویش اور مرد مجاہد تھے۔ جو ایک طرف

گوجرانوالہ شہر کے مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات میں مصروف رہے اور ساتھ ہی ساتھ شہر کی مختلف مساجد میں روزانہ درس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ان کی زندگی کا اوڑھنا، بچھونا درس وتدریس قرآن وحدیث تھا۔ تین مدارس میں اسباق پڑھاتے مگر طبیعت پر قطعاً بوجھ محسوس نہ ہوتا۔ کتب حدیث کی تدریس میں خاص مہارت حاصل تھی۔ مشکوۃ شریف اور ترمذی شریف جیسی مشکل کتب کی تدریس میں منفرد مقام حاصل تھا۔ کتب احادیث پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ کبھی اسباق کی تیاری کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ طلبہ کی ذہنی استعداد اور دلچسپی کا پورا خیال رکھتے۔ اسباق میں کبھی ناغہ نہ ہوتا۔ شہر سے باہر جب کبھی درس کے لیے تشریف لے جاتے تو رات کو ضرور گھر واپس لوٹ آتے خواہ کتنی ہی رات گزر گئی ہوتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ تہجد کے وقت گھر واپس آتے لیکن صبح سات بجے سبق کے لیے مدرسہ حاضر ہوتے۔ طلبہ کو یہ یقین ہوتا تھا کہ قاضی صاحب سبق کے لیے بہر صورت تشریف لائیں گے ۔یہی وجہ تھی کہ اسباق وقت سے پہلے ہی ختم ہو جاتے۔ قاضی صاحب کے وہی تلامذہ کراچی سے خیبر تک دینی مدارس میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

قاضی صاحب پیدائشی طور پر پٹھان تھے۔ موضع چینہ ضلع چارسدہ آپ کا آبائی گاؤں تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں ہی حاصل کی۔ بعدازاں اکوڑہ خٹک کے معروف مدرسہ میں پانچ سال زیرِ تعلیم رہے۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لائے اور مولانا ادریس کاندھلوی صاحب کے زیر سایہ دورۂ حدیث مکمل کیا۔ قاضی صاحب مولانا ادریس کاندھلوی صاحب کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قاضی صاحب کے درس میں بھی کاندھلوی صاحب کا طرز استدلال غالب نظر آتا تھا۔ اگرچہ قاضی صاحب کا مزاج بھی شروع ہی سے منطقی تھا اس لیے آپ کے ہر درس میں منطقی پہلو نمایاں نظر آتا تھا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور سے فارغ ہو کر گوجرانوالہ تشریف لائے اور پھر تا دم حیات گوجرانوالہ ہی کے ہو کر رہ گئے کیونکہ گوجرانوالہ دینی مدارس کے حوالہ سے پنجاب کے دوسرے شہروں کی نسبت زیادہ معروف تھا۔ اہالیانِ گوجرانوالہ نہایت ہی قلیل عرصہ میں

آپ کے دلدادہ ہو گئے۔ اور ان کی ذات کے اسیر ہو گئے۔ شیرانوالہ باغ کی مسجد شہر کی مرکزی مسجد تھی اور یہاں کا مدرسہ (جس کے روح رواں قاضی صاحب ہی تھے) دور دراز علاقوں کے طلبہ کی دینی علوم کی تعلیم کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔ اسی دوران قاضی صاحب نصرۃ العلوم میں بھی چند اسباق کے لیے تشریف لے جاتے اور پھر مظاہر العلوم میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا۔ یعنی ایک وقت ایسا بھی تھا کہ آپ تین مدارس میں اسباق پڑھاتے تھے اور کسی مدرسہ میں بھی کسی بہانے سے کبھی ناغہ نہ ہوتا۔ ان مدرسوں میں پیدل چل کر پہنچتے اور اس بات کا پورا خیال رکھتے کہ طلبہ کا وقت ضائع نہ ہو۔ اس طرح پچاس سال تک گوجرانوالہ شہر میں دینی علوم کی تعلیم میں جُتے رہے۔

اسباق کے علاوہ درس قرآن آپ کا محبوب عمل تھا۔ کیونکہ آپ بخوبی واقف تھے کہ مدارس میں تو صرف طلبہ ہوتے ہیں اور بیشتر طلبہ صوبہ خیبر پختونخواہ اور قبائلی علاقوں سے آتے تھے۔ لیکن مقامی لوگوں کی تربیت کا ایک یہی طریقہ تھا کہ درس کے ذریعہ عوام الناس تک دین پہنچایا جائے اور جب بیان علمی ہو اور منطقی بھی ہو اور حالات حاضرہ کا بھی اس میں حوالہ ہو تو سامعین کا کھچے آنا فطری بات تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا قاضی صاحب نے مغرب کے بعد شیرانوالہ مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا جو آخر تک چلتا رہا۔ مسجد نور سیٹلائٹ ٹاؤن میں عشاء کے بعد درس بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا اور جب مدینہ مسجد وحدت کالونی تشریف لائے تو جمعہ کی خطابت کے ساتھ ساتھ نماز فجر کے بعد باقاعدہ درس قرآن شروع کیا اور دو دفعہ قرآن پاک ختم ہوا۔ عمر کے آخری سال پھر جب درس قرآن دوبارہ سے شروع کیا تو فرمانے لگے اب وقت ساتھ نہ دے گا، اور قرآن ختم تو نہ ہو سکے گا کیوں نہ اسے مکمل تفسیر اور توضیح کے ساتھ بیان کیا جائے۔ چنانچہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ کی تفسیر پر ایک ماہ تک بیان ہوتا رہا۔ بسم اللہ کی با اور با کا نقطہ یہ سب زیر بحث رہے۔ اس طرح الرحمن اور الرحیم کی تفسیر اور تشریح سے بہت دیر تک سامعین کے ذہنوں کو معرفت کے انوارات سے منور کرتے رہے۔ تقریباً ایک سال سورۃ بقرہ کی ابتدائی چند آیات کی تفسیر ہی چلتی رہی اور بیماری غالب آگئی۔

میں بتانا یہ چاہتا تھا کہ تین مساجد میں درس کا سلسلہ ایک عرصہ تک معمول رہا اس معمول کے علاوہ گوجرانوالہ کے گردونواح کے لوگ بھی قاضی صاحب کو درس کے لیے لے جاتے اور قاضی صاحب بغیر کسی تکلف اور مصاحبین کی کسی بھی ٹیم کے بغیر اکیلے ہی تشریف لے جاتے۔ بسا اوقات ہمیں اس بات پر کافی تشویش ہوتی کہ دور دراز گاؤں میں لوگ انہیں لے جاتے اور اکیلے کندھے پر رومال رکھے چل پڑتے اور رات دیر تک ان کی واپسی کے انتظار میں گھر والے پریشان ہوتے اور کسی کو کوئی خبر نہ ہوتی کہ قاضی صاحب کہاں درس کے لیے تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ حالات کا تقاضا کچھ بھی ہوتا کبھی اپنے لئے محافظ کا اہتمام نہ کیا بلکہ اکثر فرماتے کہ اللہ کے بندے کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا اللہ ہی اس کے لیے اس کا کفیل و وکیل ہوتا ہے۔

## قاضی صاحب کے دروس

قاضی صاحب کا درس عام مولویانہ انداز سے بالکل مختلف ہوتا۔ روزمرہ کی نہایت ہی سادہ مثال سے بات شروع کرتے اور وہی مثال مضمون بن جاتی۔ اس مضمون کے تحت قرآنی آیات اور احادیث کی تطبیق اس انداز سے فرماتے کہ وہی مضمون ایک مستند درس بن جاتا۔ سامعین پوری دلجمعی اور دلچسپی سے درس میں محو ہو جاتے اور انہماک کا یہ عالم ہوتا کہ کہیں سے کسی قسم کی آواز یا حرکت تھم سی جاتی اور سامعین کچھ عرصہ کے لیے بھول جاتے کہ وہ کس دنیا میں بس رہے ہیں۔ ان کی دنیا اس وقت صرف درس کا موضوع اور مضمون ہوتی۔ درس کا دورانیہ بیس پچیس منٹ سے زیادہ نہ ہوتا اور ان بیس منٹوں میں اکثر اوقات کم و بیش بیس احادیث اور قرآنی آیات بیان ہو جاتیں۔ ان پڑھ اور جاہل قسم کے لوگ بھی اس درس سے اسی قدر مستفید ہوتے اور کبھی کسی کو کسی سے کچھ پوچھنے یا سمجھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ درس کے مرکزی موضوعات میں ایمانیات (توحید و رسالت) اخلاقیات اور معاملات اہم ہوتے۔ معاملات اور اخلاقیات میں بہت زیادہ زور دیتے۔ ایمانیات کا بیان ساتھ ساتھ چلتا لیکن کہیں بھی تعصب کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ توحید اور

رسالت کا بیان اس قدر جامع ہوتا کہ سامع ایک طرف معرفت الٰہی کی موجوں میں مستغرق ہوتا اور عارفانہ انداز میں سجدہ ریزی کے لطیف نشے میں مسحور ہوتا تو ساتھ ہی ساتھ عشق رسول ﷺ کی چنگاری اس کے سینے کو اس طرح منور کر رہی ہوتی کہ وہ حبِّ رسول کی منزل کا راہی بن جاتا۔ خواہ وہ کسی مکتب فکر کا ہوتا اس کے اندر توحید و رسالت سے محبت کا ایسا مقام پیدا ہوتا کہ بندۂ مومن کے مقام کو چھوتا نظر آتا۔ ایسے موقعوں پر قاضی صاحب اقبال کا یہ شعر پڑھتے اور خود بھی وجد سے سرشار ہوتے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں    یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اسی وجد میں فرمایا کرتے کہ جنہوں نے وفا کی لوح و قلم بھی تو ان ہی کے تصرف میں رہی۔ شیخین الکریمین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) کے احوال کا اس انداز سے ذکر فرماتے کہ محسوس ہوتا کہ لوح و قلم ان کے سامنے تھی اور وہ اس سے راہنمائی لے رہے ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے احوال کے بیان سے تو ہر آنکھ اشک بار نظر آتی اور ایمان کی پختگی کا باعث بنتی۔ عبادات اور اخلاقیات کا گہرا ربط مثالوں سے واضح فرماتے۔ اکثر فرماتے کہ جس طرح نماز دین کا ستون ہے اور محض ستون کھڑا کرنے سے عمارت مکمل نہیں ہوتی۔ ستون تو بنائے ہی اس لیے جاتے ہیں کہ اوپر چھت ڈالی جائے اور ستون چھت کو سہارا دیتے ہیں اور وہ چھت اخلاق محمدی ﷺ ہیں جس طرح چھت قائم ہو تو ہم اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتے ہیں بالکل اسی طرح اگر نمازی اخلاق حسنہ کی چھتری نیچے ہو تو وہ حقیقت نماز کو پالیتا ہے۔ قرآن اس فلسفہ کو یوں بیان کرتا ہے ''ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشا و المنکر'' (بے شک نماز فحاشی اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔ یعنی اصل نماز تو وہی نماز ہے جو اخلاق حسنہ والے اعمال کی بھی نگہبان ہو مگر آج کا نمازی کن کن مکروہ اشغال میں مصروف ہوتا ہے اور اسی وضو سے نماز پڑھ لیتا ہے۔ تو وہ نماز کیا فائدہ دے گی۔ اس طرح جن اخلاقیات کا تعلق معاملات سے ہے وہ تو اور زیادہ حساس ہیں۔ کسی پر ظلم، نا انصافی یا تحقیر بھی ہو رہی ہو اور نماز بھی ادا ہو رہی ہو تو وہ نمازیں کب مومن کا معراج بنیں

گی۔ یہی حال امام کا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اسی معاشرے سے اور ہم میں سے ہی ہوتا ہے یعنی مقتدی اور امام ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنے مسائل میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں مگر جو حاضری اس بارگاہ میں مقصود ہوتی ہے وہ کہیں نظر نہیں آتی۔ اس پر اقبال نے کہا:

؎ تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

''نگاہِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''

اس کا عملی مظاہرہ بھی اکثر دیکھا گیا۔ جب ہم کسی شخص کو قاضی صاحب کے درس میں شوق سے باقاعدہ بیٹھا دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ اس کی دنیا بہت جلد بدلنے والی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور چند ہی دنوں کے بعد اس کی طبیعت میں تواضع کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہو جاتے۔ گناہوں میں لتھڑے چند ہی دنوں میں کیا سے کیا بن جاتے۔ دن میں دو دفعہ شیو کرنے والے افسران محکمہ تعلیم کے ملازمین یا بینکوں کے افسران وغیرہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنی شکل اور لباس میں تبدیلی شروع کر دیتے اور ان مین سنت نبوی کی جھلک نظر آنا شروع ہو جاتی۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے وہ آپ کے حلقہ احباب میں شامل ہو کر نہایت بے تکلف ہو جاتے۔

## تواضع وانکساری

قاضی صاحب کی ذات نہایت ہی منکسر المزاج تھی۔ حسن اخلاق کا دامن کبھی نہ چھوٹتا۔ معلوم ہونے کے باوجود آپ کسی گنہگار سے نفرت کا اظہار نہ فرماتے بلکہ اسے اور زیادہ قریب بٹھاتے۔ اس کی دلجوئی اور تواضع نہایت ہی اچھے طریقے سے فرماتے کہ وہ جلد ہی قاضی صاحب کی ذات کا اسیر ہو جاتا اور اس کے دل کی دنیا یکسر بدل جاتی اور اسے خود بھی یہ محسوس نہ ہوتا کہ تبدیلی کب اور کیسے ہوئی۔

قاضی صاحب کا حد درجہ متواضع ہونا ان کی ذات کا خصوصی پہلو تھا۔ بہت زیادہ مؤدب تھے۔ بزرگوں کی توقیر و تعظیم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے اور مہمان نوازی میں بہت زیادہ اس بات کا خیال رکھتے کہ مہمان کی خدمت میں کسی طرح بھی کمی نہ رہے۔ اکثر اپنے

ہاتھوں سے چائے کھانا وغیرہ ڈال کر دیتے اور مہمانوں کو اپنے بہت قریب بٹھاتے اور مسکراتے ہوئے ان کی خدمت میں لگے رہتے۔ کھانے کے دوران کوئی بھی ملنے آجاتا تو اسے لازماً کھانے میں شامل کرتے اور اس کی تواضع بھی اسی جذبے سے کی جاتی۔ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ تلامذہ اور عوام الناس سے جو عزت وتکریم قاضی صاحب کو نصیب ہوئی وہ شاید ہی کسی اور کے حصے میں آئی ہو۔

قاضی صاحب کی انکساری کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ انتہائی سادہ تھے۔ جبہ ودستار کا کہیں اہتمام نہ تھا۔ کاندھے پر رومال ڈالے یا کمبل اوڑھے سادہ سی ٹوپی سر پر رکھے نظریں جھکائے اکثر پیدل جارہے ہوتے۔ ایم این اے ہونے کے باوجود مزاج میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا۔ راستے میں کوئی بھی مل جاتا تو حال احوال نظریں جھکائے ہی پوچھتے اور مختلف دُعاؤں سے نوازتے چلے جاتے اور اس بات سے قطعاً غرض نہ ہوتی کہ ملنے والا کوئی واقف ہے یا ناواقف، امیر ہے یا غریب، یا کس خاندان سے ہے اور نہ ہی ملنے والے کو یہ احساس ہوتا کہ وہ کسی بڑے عالم دین ایم این اے سے مل رہا ہے بلکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ ہر ملنے والے سے اس کی سطح پر گفتگو فرماتے۔ پہلی ہی ملاقات میں اسے اپنائیت کا اس قدر گہرا احساس ہوتا کہ وہ بار بار شرف ملاقات کے بہانے ڈھونڈتا رہتا اور دیکھتے ہی دیکھتے قاضی صاحب کے حلقہ نیابت میں داخل ہوجاتا۔ قاضی صاحب کسی بھی ملنے والے کو کبھی اجنبی نہ سمجھتے۔ ہر ایک کے مسائل پوری توجہ اور فکر مندی سے سنتے اور اس مسئلہ کے حل کے لیے پوری کوشش فرماتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ جس کے لیے پریشان ہوتے اس کے نام سے بھی واقف نہ ہوتے۔

## ایم این اے الیکشن

2002ء کے عام انتخابات میں گوجرانوالہ شہر کی مرکزی نشست NA96 پر ایم این اے منتخب ہوئے۔ قریبی امیدوار سے پینتالیس ہزار 45000 ووٹ زیادہ تھے۔ گوجرانوالہ کے سیاسی گھرانے (پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن) اس بات کا اندازہ نہ لگا سکے

کہ قاضی حمید اللہ خان گوجرانوالہ کے شہریوں کے لیے کس قدر محبوب اور محترم ہیں بلکہ وہ تو اپنی انتخابی مہم میں مذاق اڑاتے رہے کہ ایک مولوی ہمارا کیا مقابلہ کرے گا۔ الیکشن والے دن نتائج آنے تک ان کو یقین ہی نہ آیا کہ کتنی بھاری اکثریت قاضی صاحب کے ساتھ ہے۔ انتخابی مہم کے دوران کسی خطاب میں لوگوں سے ووٹ نہیں مانگا۔ خالص دین بیان فرماتے رہے اور اپنی ذات کو بھی کہیں نمایاں نہیں کیا۔ ہم چند لوگ جو ان کے ساتھ ہوتے ہمیں بھی اس بات کی قطعاً اجازت نہ تھی کہ قاضی صاحب کے تعارف میں لمبی چوڑی تقریر کرتے یا ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہیں بہت زیادہ فوکس کرتے بلکہ صرف دین کے حوالہ سے بات کرنے کی اجازت ہوتی۔ قاضی صاحب کی ذات سے کون واقف نہ تھا لہٰذا ان کا تعارف پیش کرنا اور فی الواقع اس کا حق ادا کرنا ہم میں سے کسی کے بس کا روگ نہ تھا۔ نہایت ہی محدود اخراجات کے ساتھ اس قدر کامیاب انتخابی مہم چلی کہ مقابل امیدوار بے بس نظر آئے۔ کامیابی پر عالمی میڈیا (بی بی سی) بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا کہ گوجرانوالہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی دینی شخصیت نے اپنی ذات و کردار کے بل بوتے پر اتنی بھاری اکثریت حاصل کی ہے۔ انتخابی مہم کے دوران لوگوں کی عقیدت اور والہانہ جذبہ دیدنی تھا۔ وہ ازخود انتخابی مہم چلاتے رہے اور عوام نے کسی برادری، جماعت یا ڈیرے کا کوئی دباؤ قبول نہ کیا۔ لوگوں کی عقیدت و محبت اور والہانہ پن نے ایسا سماں باندھا کہ جیت ایک معمولی سی چیز نظر آنے لگی۔ اگرچہ انتخاب قاضی صاحب نے ایم ایم اے کے تحت مولانا فضل الرحمن صاحب کی جے یو آئی کے ٹکٹ پر لڑا۔ لیکن عوام میں صرف قاضی صاحب کی ذات تھی بلکہ اکثر لوگوں کو یہ علم اس وقت ہوا جب ہم لوگوں کو انتخابی نشان کتاب پر مہر لگانے کی ہدایت کرتے۔ بعدازاں 2008ء میں حالات مکمل تبدیل ہو چکے تھے۔ قاضی صاحب الیکشن کے لیے بالکل تیار نہ تھے بلکہ انہوں نے پارلیمنٹ ختم ہونے پر سکھ کا سانس لیا اور اکثر فرماتے کہ یہ کام ہمارے بس کا روگ نہیں اور نہ ہمیں کسی قسم کا کوئی مفاد ہے ہم صرف دین چاہتے ہیں جو اس موجودہ نظام میں ممکن نہیں۔ بادل نخواستہ 2008ء کے الیکشن میں حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہوئے اور ہر ایک سے یہی فرماتے کہ بھائی مولانا فضل الرحمن نے ٹکٹ دے دیا ہے لیکن ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے۔

# میراتھن ریس

مشرف دور کی خرافات میں ایک میراتھن ریس بھی تھی۔ جس میں لڑکے لڑکیاں، مرد وعورت اکٹھے دوڑ میں حصہ لیتے ہیں۔ اس برائی کے آغاز کے لیے پنجاب میں گوجرانوالہ کا انتخاب کیا گیا۔ قاضی صاحب نے بطور ایم این اے اپنا فرض سمجھا کہ اس خلاف شرع کام کو روکا جائے۔ لہٰذا ضلعی حکام کو آگاہ کر دیا گیا کہ ہم اس ریس کو منعقد نہیں ہونے دیں گے کیونکہ شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کہ لڑکے اور لڑکیاں چست لباس میں شارع عام پر دوڑیں لگائیں اور ویسے بھی یہ بیٹیوں کی عزت اور وقار کے خلاف ہے اور چونکہ گوجرانوالہ کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں اس لیے میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس غیر شرعی کام کو نہ روکوں۔ قاضی صاحب کی اس وارننگ کو ضلعی حکام نے مذاق سمجھا اور طرح طرح کے نتائج سے ڈراتے رہے اور خاموش رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ قاضی صاحب ایک ہی بات بار بار فرماتے کہ ہم نے ارادہ کرلیا ہے اور اب اللہ پر توکل ہے ہم اس ریس کو انشاء اللہ ضرور روکیں گے۔ اس موقع پر گوجرانوالہ کے لوگوں نے قاضی صاحب کے اندر ایک چھپا ہوا نہایت طاقت ور اور نڈر مجاہد دیکھا۔ ان دنوں کے دروس میں بھی قاضی صاحب عزم اور توکل اور اس پر اللہ کی مدد کا ذکر کرتے رہے مگر کسی با اثر سے مدد نہیں مانگی کسی کو ساتھ چلنے کو نہیں کہا۔ کسی قسم کا اشتہار نہیں لگایا۔ میڈیا کو استعمال نہیں کیا۔ کسی حفاظتی دستے کا انتظام نہیں کیا اور نہ ہی کسی اسلحہ بردار کو ساتھ رکھا۔ حالانکہ قاضی صاحب کی ذات کی حفاظت کے لیے پٹھان کافی تھے۔ ریس کا آغاز جناح سٹیڈیم گوجرانوالہ سے ہونا تھا چنانچہ قاضی صاحب مدرسہ مظاہر العلوم کے چند طلبہ، بیٹا قاضی کفایت اللہ اور داماد قاضی مراد اللہ پر مشتمل یہ چھوٹا سا قافلہ مشرف کے غیر شرعی پروگرام سے ٹکرانے کے لیے نکل پڑا اور جوں جوں یہ قافلہ قاضی صاحب کی قیادت میں سٹیڈیم کی طرف بڑھتا گیا۔ لوگ شامل ہوتے گئے اور یہ قافلہ ایک کارواں بن گیا۔ قاضی صاحب نصر من اللہ وفتح قریب کا ورد کرتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے۔ پولیس کی بھاری

نفری آگے آئی اور قاضی صاحب کو روکا۔آپ نے فرمایا"بھائی ہم کسی ذاتی مفاد کے لیے نہیں آئے۔یہ ایک دین کا تقاضا ہے جو ہم سب پر فرض ہے اس لیے آپ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں"۔ پولیس نے راستہ دے دیا۔قاضی صاحب کا قافلہ پل سے نیچے کی طرف سٹیڈیم کے قریب اتر رہا تھا تو پولیس نے پھر رکاوٹ ڈالی لیکن قاضی صاحب نہیں رکے اور قافلہ سٹیڈیم کے بالکل قریب پہنچ گیا۔تو پولیس نے گولی چلادی۔گولی اگرچہ دھات کی نہیں تھی لیکن سیدھی قاضی صاحب کے بازو پر لگی اور خون بہنے لگا۔اس وقت یہ اندازہ نہ ہوا گولی کیسی ہے۔خون بہنے سے یہی گمان ہوا کہ گولی اصلی ہے۔آپ خون دیکھ کر بالکل نہیں گھبرائے۔اپنے کاندھے سے رومال اتار کر خود ہی بازو پر باندھ لیا اور اسی طرح رواں دواں رہے۔قاضی صاحب کے بیٹے قاضی کفایت اللہ کے چہرے اور سینے پر گولیاں لگیں ان کے چہرے سے خون بہنے لگا۔قاضی صاحبؒ نے اپنے اکلوتے بیٹے قاضی کفایت اللہ کی طرف دیکھا اور خون بہتا دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور دعا کی"اے اللہ میرے بیٹے کا خون تیری راہ میں بہہ رہا ہے تو اسے قبول فرما۔" قاضی صاحب کے بیٹے کو گولیاں ناک کی ہڈی میں بالکل آنکھ کے قریب پیوست ہوئی تھیں مگر قاضی صاحب ایک لمحہ کے لیے بھی نہ رکے اور خون آلود ہی کارواں کی قیادت کرتے رہے۔گوجرانوالہ کے عوام نے جب یہ منظر دیکھا تو کچھ پرواہ کیے بغیر قاضی صاحب کے ساتھ ہو لیے۔نعرہ تکبیر کی آوازیں گونجنے لگیں اور ماحول کافی گرم ہو گیا۔پولیس نے حالات کی سنگینی اور کشیدگی اور لوگوں کے جوش و جذبہ سے حکام بالا کو آگاہ کیا اور جوں ہی حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو حکام بالا نے میراتھن ریس روکنے کا اعلان کر دیا۔قاضی صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور جیل بھیج دیا۔مگر یہ مجاہدانہ للکار اللہ کو اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کے بعد میراتھن ریس نہ صرف گوجرانوالہ بلکہ پورے پاکستان میں بند کرنا پڑی اور آج اٹھارہ سال سے زائد ہونے کو ہیں مگر اس طرز کی میراتھن ریس کے انعقاد کی ہمت کسی حکومت کو نہیں ہوئی۔علامہ اقبال نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

## جذبہ جہاد

قاضی صاحب جذبہ جہاد کو دین کی روح سمجھتے تھے اور جہاد سے کوتاہی کو اللہ کی ناراضگی کا سبب جانتے تھے۔ اکثر فرماتے جہاد صرف میدان جنگ میں کفار سے برسرِ پیکار ہونے کا نام نہیں بلکہ قرآن حکیم میں جہاد بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اگر کسی دینی عمل میں جذبہ جہاد ناپید ہو تو وہ عمل مقبول اور معتبر نہیں ہوتا۔ جیسے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

جَاهَدُوْا فِيْنَا کی تفسیر بہت طویل ہے۔ اس میں کئی معرفت الٰہی کے پہلو بھی ہیں سادہ معنوں کو لیں تو جو لوگ ہم میں جہاد کرتے ہیں اس ہم میں ہر وہ عمل شامل ہے جو اللہ کی رضا کے لیے ہو، اور جب اس کی رضا مقصود ہوگی تو کئی راہیں ازخود کھلیں گی اور جب راہیں کھلیں گی تو ہر طرف آسودگی پیدا ہوگی۔ البتہ جہاد کی معراج میدان جنگ میں کفار سے براہ راست لڑنا ہے۔ اس کا حکم قتال کی شکل میں قرآن میں بار بار آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کا غالب حصہ جہاد ہے یعنی اگر سیرت طیبہ سے جہاد کا عمل نکال دیں تو سیرت مطہرہ نامکمل نظر آئے گی۔ دین اسلام کی آبرو، وقار اور تمکنت جہاد ہی سے ہے۔ حدیث پاک کے حوالہ سے اکثر فرماتے کہ دو قطرے اللہ کے نزدیک عرش و کرسی سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ ایک قطرہ وہ جو اللہ کی بارگاہ بے نیاز میں ندامت سے مومن کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو میدان جہاد میں مجاہد کے جسم سے نکلتا ہے۔ قاضی

صاحب جہاد کی اہمیت اور فضیلت اس انداز سے بیان فرماتے کہ حاضرین کو یہ یقین ہو جاتا کہ اصل عبادت تو جہاد ہی ہے باقی عبادات تو محض جہاد کی تیاری ہیں۔ ''حب الدنیا و کراهیة الموت'' کا ذکر فرماتے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور لازم و ملزوم بھی ہیں کہ جب دنیا سے اور اس کی لذات سے محبت ہوگی تو موت سے نفرت ہوگی۔ اکثر فرماتے یہ لمبے چوڑے بنکوں کے تعاون سے چلنے والے کاروبار، یہ بڑی بڑی فیکٹریاں اور کارخانے، فلک بوس عمارات اور پلازے۔ یہ جدید طرز کی پرتعیش وسیع و عریض رہائش گاہیں۔ یہ سفر کا غیر معمولی انتظام اور آرام اور گرمی سردی سے بچاؤ کے جدید انتظامات کی موجودگی میں مسلمان خواہ کتنا ہی پرہیزگار اور عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ اس ماحول سے نکل کر میدان جنگ میں کب جائے گا۔ وہ تو قتال کے نام سے گھبرائے گا، دور بھاگے گا۔ البتہ مال خرچ کرے گا جلسے جلوس میں حاضر ہوگا لیکن قتال سے بھاگے گا۔ اس صورت کو اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (سورۃ توبہ، پارہ نمبر ۱۰، آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جن کے بارے میں تمہیں ڈر ہے کہ وہ ماند پڑ جائیں گے اور وہ گھر جو تمہیں بہت پسند ہیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کھول کر توحید و رسالت و جہاد کا بیان اور اس کی ترتیب اور اللہ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت کی اہمیت اور کیفیت کو بیان کیا ہے اور نہ

ماننے کی صورت میں اللہ نے ان لوگوں کو فاسقوں میں شمار کیا ہے۔

قاضی صاحب حضرت عمرؓ کا ذکر بڑی عقیدت و احترام سے کرتے تھے۔ اکثر دروس میں حضرت عمرؓ کا کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور سناتے۔ آپ کے اقوال و افعال کا ذکر بڑے شوق سے فرماتے حضرت عمرؓ کا یہ تاریخی جملہ اکثر فرماتے کہ ''اللہ نے ہمیں عزت دین سے دی ہے۔ دنیا کے مال و متاع سے نہیں۔'' اور فرماتے کہ یہ محض ایک جملہ نہیں بلکہ دین و دنیا کی کامیابی کا وہ فلسفہ ہے جو ہر دور میں سچ ہے اس لیے دنیا کی رنگینیوں اور فریب سے بچنے اور دین کی روح قائم رکھنے کے لیے جذبہ جہاد بنیادی محرک کا کام کرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد تھا مسلمان ساری دنیا پر حاکم تھا اور جہاد چھوڑ کر کس قدر ذلیل و خوار ہوا۔ آج ہم نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی کیا شکل بنادی ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم ہماری عبادات: نماز، روزوں، حج سے قطعاً نہیں ڈرتے۔ بلکہ یہاں تک کہ تبلیغی جماعت کو امریکہ اور یورپ کا آسانی سے ویزہ جاری کر دیتے ہیں اور بظاہر دین پھیل بھی رہا ہے۔ امریکہ، یورپ، فرانس میں لوگ مسلمان بھی ہو رہے ہیں مگر وہ ڈرتے ہیں تو جذبہ جہاد سے۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں تو دینیات کی کتب سے جہاد کی آیات نکالنے کا۔ گویا غیر مسلم کو بھی ہم سے زیادہ یقین ہے کہ اگر مسلمان جہاد پر لوٹ آیا تو مسلمانوں کی فتح و نصرت کے آثار کو روکا نہیں جاسکے گا اور امریکہ یورپ کی بے پناہ فضائی قوت مسلمانوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی۔

صحابہ کرامؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ صحابہ کرامؓ تین تین سال مسلسل جہاد میں حالت جنگ میں رہے۔ تین سے پانچ ہجری کا عرصہ تو ایک روشن مثال ہے۔ تنگدستی اور فاقہ کشی کی حالت میں بھی جہاد میں مصروف رہے۔ یہی وہ عرصہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر بھی اٹھارہ دن تک چولہا نہیں جلا اور یہی وہ عرصہ ہے کہ جس میں دین ایک نئی آب و تاب سے امت مسلمہ کا سرتاج بن کر ابھرا۔ اس وقت کی مخالف قوتوں کے پاس بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں قوت اور مادی وسائل بہت زیادہ تھے، لیکن وہ سب کے سب جذبہ جہاد کے آگے ڈھیر ہو گئے۔

## دہشت گردی اور جہاد

یہ واضح کر دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ مروجہ دہشت گردی، آتشیں مواد سے دھماکے، بم دھماکے اور خودکش بمباری کسی شکل میں بھی جہاد کے زمرے میں نہیں آتے۔ قاضی صاحب اکثر فرماتے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی چال ہے کہ کسی طریقہ سے مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے اور ان کی طاقت اور صلاحیت کو تباہ کر دیا جائے۔ یہ خودکش حملے یہ بم دھماکے کیا شریعت پیغمبر ﷺ نافذ کر دیں گے یہ سب شیطانی چالیں ہیں۔ شیطانی وساوس انسانی عقل کو مفلوج کر دیتے ہیں۔ اس عنصر کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ جنرل مشرف کے خود غرضانہ اور ملک دشمن اقدامات جن میں ڈرون حملوں کی اجازت، پاکستانی ہوائی اڈوں کا استعمال اور افغان طالبان کے خلاف کھلم کھلا جنگ کا ردعمل بھی تھا کہ قبائلی عوام ڈرون حملوں کی تباہ کاریوں سے عاجز آ چکے تھے ان کے جوان، بچے، خواتین اور بزرگ سب ان حملوں سے متاثر تھے۔ وہ یا تو شہید ہو گئے یا معذور و لاچار ہو گئے۔ کم و بیش سب کو بے گھر ہونا پڑا۔ گویا وہ معذور اور بے بس ہو کر رہ گئے۔ ہر روز ڈرون حملے، دھماکے، آتشیں اسلحہ سے گولہ باری ان کا مقدر بن گیا تھا۔ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اپنی جان کا نذرانہ بدلے کی آگ میں جھونک دیتے۔ چنانچہ کچھ لوگ منظم ہوئے اور طالبان سے منسلک ہو گئے۔ اس طرح طالبان کے گروپ بن گئے اور ان کا کنٹرول کہیں سے کہیں چلا گیا۔ اگرچہ کچھ گروپ دین سے مخلص بھی تھے اور ان کا نعرہ اللہ اکبر ہی تھا اور وہ بہر صورت شرعی نظام کا نفاذ چاہتے تھے۔ لیکن بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر کے، معصوم بچوں اور خواتین کی جانوں سے کھیل کر وہ کونسا دین لانا چاہتے تھے ان کے قائدین بھی غیر مسلموں کے ہاتھ کھلونا بن گئے اور بالخصوص ہمارے ہمسایہ ملک بھارت جو ہمارا ازلی دشمن ہے نے موقع غنیمت جانتے ہوئے انہیں افرادی و مادی قوت کے ساتھ جدید اسلحہ بھی مہیا کیا اور طالبان کو مافیا بنا کر اسلام اور

بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے مختلف پروگراموں پر مامور کر دیا۔ انھوں نے پاکستان میں اپنی کاروائیوں کو تیز کر دیا اور ہزاروں لاکھوں جانوں کو شہید کیا اور دہشت گردی کا ماحول بنا دیا۔ مشرف کی حکوت سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور اس کے بعد زرداری حکومت میں بھی یہی سلسلہ عروج پر رہا۔ 2013ء کے عام انتخابات میں نواز شریف حکومت میں بھی یہ کاروائیاں اپنے معمول پر جاری تھیں۔ مگر جب 2014ء میں آرمی پبلک سکول پشاور پر حملہ ہوا اور 150 کے قریب بچے اور اساتذہ شہید ہو گئے۔ ان معصوموں کی شہادت سے ہر پاکستانی کا دل دکھی ہوا اور ساری قوم اس بات پر متحد ہو گئی کہ فوج کی مدد سے اس دہشت گردی کو جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے چنانچہ سول اور ملٹری فورسز نے اس کام کو سنبھالا اور اس مشن کا نام ضرب عضب رکھا۔ اس مشن نے صورت حال کو کنٹرول کیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا پھر ان واقعات میں نمایاں کمی محسوس ہوئی۔ کئی اور گروپ بھی مختلف ناموں سے دہشت گردی میں ملوث ہو گئے۔ مگر نام پاکستانیوں کا بدنام ہوا۔ عالمی ایجنسیوں نے بھی دہشت گردی کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے مقاصد کے لیے اسے استعمال کیا بھارت اور اسرائیل تو کھل کر اس مشن کی آبیاری کرتے رہے اور امریکہ کو ہم سے بدظن کرتے رہے۔ بھارت تو آج بھی بلوچستان اور افغانستان میں امریکہ سے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے بھارتی ایجنسی ''را'' کے ذریعہ دہشت گردی کے پروگرام بناتا ہے اور بڑھ چڑھ کر کاروائیاں کرتا ہے۔ بلوچستان آج بھی اس آگ میں سلگ رہا ہے۔ بظاہر ہاتھ اپنے لوگوں کے ہوتے ہیں لیکن ان کی ڈور بھارت کے ہاتھ ہوتی ہے سن 2009ء اور 2010ء میں قاضی صاحب کے دروس میں اس کرب کا برملا ذکر ہوتا تھا۔ پاکستان میں دہشت گردی کے حملوں کی وجہ سے قاضی صاحب مغموم رہتے اور مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی پر آنسو چھلک جاتے اور مسلمانوں کو توبہ کی تلقین فرماتے۔ ان دنوں کے دروس کے ایک اقتباس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کا دل ان واقعات سے کتنا دکھی اور پریشان تھا۔

''اللہ کے بندو! ذرا ہوش سے کام لو۔ اس کے بندے ہو کر اس کے بنائے ہوئے دین سے ٹکراتے ہو مسلمان ہو کر احکام شرعیہ کا مذاق اڑاتے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ امریکہ تمہاری ان خدمات سے کبھی خوش نہ ہوگا۔ امریکہ کی خوشنودی کے لیے تم نے کیا کیا نہیں کیا اور اس کا بدلہ کیا ملا۔ خدا کی ناراضگی۔ دہشت گردی کے مقابلہ کے نام پر افغانستان اور پاکستان کے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے قتل کے ذمہ دار کون کون سے ہاتھ ہیں۔ کیا لا الہ الا اللہ کے نام پر لیے گئے ارضِ پاک کے ہوائی اڈوں کو مسلمانوں کے قتل کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ حساب بالآخر ہمیں دینا ہے۔ کیا زلزلے کے جھٹکوں اور تباہی نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور نہیں کہ کہ ''ان بطش ربك لشديد''
بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے۔''
اب بھی توبہ کر لو۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔''

جب بھی دھماکہ ہوتا اور خواتین و حضرات اور بچوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑ جاتے تو قاضی صاحب بہت بے قرار ہو جاتے اور فرماتے کہ بتاؤ ایسے واقعات سے شریعت کے کون سے حصے کا نفاذ ہو رہا ہے۔ فرماتے کہ قرآن واضح طور پر ایک قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دے رہا ہے۔ یہاں تو ہزاروں مسلمان بے گناہ قتل ہو رہے ہیں۔ ان کا حساب کون دے گا اور جو زخمی ہوئے، اپاہج ہوئے، معذور ہوئے، دودھ پیتے بچے ماؤں سے محروم ہو گئے۔ ان بے بس اور بے آسرا لوگوں کی آہوں اور سسکیوں سے دین کا کونسا مقام بلند ہو رہا ہے۔ یہ سراسر جہالت، ضد اور عاقبت نااندیشی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ یہود و ہنود کی چال ہے اور ہم مسلمان آپس کی فرقہ بندی میں مست ایک دوسرے کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں کب آنکھ کھلے گی۔ جب سب کچھ راکھ ہو چکا ہوگا۔ آج وقت ہے اپنے دشمن کو پہچانو اور دشمن کے سامنے سب ایک ہو جاؤ۔ اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ مشرف کی طرح جرنیل اور آرمی کا کمانڈر ہوتے ہوئے بزدل نہ بنو۔

باطل کا مقابلہ تو کرو اور بے خوف ہو کر ایمان کی حفاظت کا اعلان تو کرو پھر دیکھو یہ سب طاغوتی طاقتیں کس طرح منہ سنبھال کر بات کریں گی۔ پاکستان اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے اسے ذلیل نہ ہونے دو۔

## جہاد بالنفس

قاضی صاحب فرماتے کہ جہاد تو ایک نہایت ہی مقدس اور اعلیٰ جذبہ ہے۔ جب مسلمان کلمہ شہادت پڑھتا ہے اس کے اندر یہی جذبہ جنم لیتا ہے۔ پھر اندر ہی اندر حق و باطل کی جنگ شروع ہوتی ہے۔ صوفیاء نے اسے مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ اندر بوٹی مشک مچایا، کہیں نفی اثبات کے پانی کا ذکر۔ یہ سب فلسفہ ایک ہی ہے کہ جب اندر جنگ شروع ہوتی ہے تو مسلمان کا ایمان اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور باطل سے ہر لحظہ ٹکراتا رہتا ہے اور جب ایمان غالب ہو جاتا ہے تو ہر لحظہ ہر لمحہ اس کی روحانی ترقی ہوتی رہتی ہے۔

اقبال نے کیا خوب کہا:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

جب ایمان غالب ہوگا تو اس کا قول اور عمل چونکہ حق پر ہوگا اور اللہ کے حکم کے تابع ہوگا یا وہ اللہ کی برہان و دلیل ہوگا جیسا کہ جہاد تو کلمہ پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور یہی کلمہ شہادت مسلمان کو مالی اور جانی جہاد کی طرف لے جاتا ہے اور پھر میدانِ جنگ میں یہی جذبہ مسلمان کو شہادت کے اعلیٰ وارفع مقام پر لے جاتا ہے۔ علامہ اقبال کلمے کے اس فلسفہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

قرآن نے جابجا ایمان اور جہاد کے مختلف مراحل کا ذکر کیا ہے۔ بہت سی آیات

اس مضمون کو بیان کرتی ہیں کہ مسلمان کے مقصد حیات کے لیے کیسی تربیت اور اعمال کی ترتیب کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مومن کو پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں اور نیک بندوں جیسے اعمال صالحہ کی طرف راغب کرتے ہیں اور پھر جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت عشق کی حد کو چھو لیتی ہے تو پھر جان پیش کرنے کی باری آتی ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ بندہ اللہ سے جڑا رہے اور اس کا خاتمہ اس کی محبت ہی میں ہو۔ سورۃ صف کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی ترتیب کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (سورۃ صف، آیت ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کیا تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے۔ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان لو۔''

گویا جب ایمان کے تقاضے پورے ہوں گے مال خرچ ہوگا تو دنیا سے رغبت کم ہوتی جائے گی۔ تو میدانِ جنگ میں سربکف ہو کر جان آفریں کے سامنے جان پیش کرنا آسان ہوگا۔ جس کے ثواب کا تصور اس دنیا میں ممکن نہیں۔ آخرت میں ان لوگوں کی شان ہی نرالی ہوگی۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی

بیگانہ سے مراد یکسوئی اور حق الیقین کا درجہ ہے۔ لذت آشنائی سے مراد اللہ اور اس کے رسول سے اس قدر محبت ہو کہ اس کی شدت مومن کو مجنون بنا دے۔

جذبہ جہاد کے معاشرتی اور معاشی اثرات

جذبہ جہاد کے معاشرتی اور معاشی اثرات پر بات کرتے ہوئے فرماتے کہ دنیا کی کامیابی کا دارومدار بھی جذبہ جہاد میں مضمر ہے۔ جذبہ جہاد کے ہمارے معاشرت اور

معیشت پر اس قدر مثبت اثرات ہوں گے کہ ہماری دنیاوی زندگی بھی بہت آسان ہو جائے گی۔ جرائم کا نام ونشان تک نہ رہے گا کیونکہ اکثر جرائم تو نام ونمود، شان وشوکت اور دنیاوی زندگی کی لذات کے حصول کے لیے سرزد ہوتے ہیں اور مجاہد کو ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کیونکہ یہ تمام خرافات بے معنی ہو جاتی ہیں۔ بندہ خالص اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اور دنیا کی ناپائیداری کا یقین اس قدر راسخ ہو جاتا ہے کہ بندہ ایمان کامل کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے ہاں معزز ومعتبر ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تابعین تبع تابعین کس قدر معزز تھے جن کی عزت آج بھی ہر مسلمان کے دل میں ہے۔

عبادات تو آج کل بھی ہو رہی ہیں۔ چالیس لاکھ کا مجمع عرفات کے میدان میں گڑ گڑا کر مسلمانوں اور اسلام کی عزت کی دعائیں مانگ رہا ہوتا ہے۔ لاکھوں کے تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں۔ ذکر کی مجالس ہوتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کی ضربیں لگائی جاتی ہیں۔ ان سب عبادات کا ہماری معاشرت اور معیشت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہر کوئی پریشان ہے۔ بین الاقوامی طور پر ہم ذلیل ہو رہے ہیں ہم کیوں نہیں سوچتے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اس قدر پریشان کیوں ہے۔ ہمارے جتنے بھی حکمران آئے انہوں نے غیروں کی طرف دیکھا یہود ونصاریٰ کی ترقی کو مشعل راہ بنایا مگر اپنا راستہ بھول گئے۔ ہمارے حکمرانوں کو دین کا علم ہی نہیں ہوتا وہ اس کی پاسداری کیا کریں گے آپ اکثر فرماتے ’’ہم نے اس کا دین چھوڑا اس نے اپنی نصرت کے دروازے ہم پر بند کر لیے۔‘‘ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جذبہ جہاد کو پھر سے تازہ کریں اس پودے کی آب یاری کریں پھر اس کی بہار دیکھیں۔ جہاد سے دوری اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت سے دوری ہے۔ یہ شیطان کی چال ہے کہ وہ ہمیں شریعت سے ڈراتا ہے اور مسلمانوں کو شریعت سے بالکل غافل رکھنا چاہتا ہے۔ پیغمبر کی شریعت تو وضع ہی اس لیے کی جاتی ہے کہ اس زمانے میں اس سے بہتر اور کوئی نظام نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ زمانہ قیامت تک حضور ﷺ کا زمانہ ہے۔ ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ کی پیروی کی جائے اور شیطان اس سے ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ موجودہ دور کے تقاضے

یکسر مختلف ہیں اور وہ اعمال قابل عمل نہیں ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھے اور سادہ لوح مسلمان اسی جدیدیت کے شوق میں وہ راستہ بھول جاتے ہیں جو ہماری دین و دنیا کی فلاح کا ضامن تھا اور اب بھی ہے۔ اقبال نے اس بات کو اپنی ایک طویل نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں بڑے حسین انداز میں بیان کیا ہے۔ یاد رہے قاضی صاحب علامہ اقبال کو الہامی شاعر سمجھتے تھے۔ میں جب بھی اقبال کے اشعار بالخصوص فارسی اشعار پڑھتا تو قاضی صاحب پر وجد طاری ہوتا اور فرماتے یہ اقبال کا کلام الہام کے سوا کچھ نہیں۔ فارسی کلام میں جہاں قرآن کی تفسیر کے اشعار ہوتے تو حیرانی کے عالم میں فرماتے۔ ''ایسی تفسیر اتنے موزوں انداز میں کوئی اور مفسر قرآن نہیں کر سکا۔ اس نظم میں اقبال ایک ماحول پیدا کرتا ہے کہ ابلیس موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے مشیروں، ساتھیوں سے مشورہ لیتا ہے۔ ان کے مشورے کے بعد اپنی ایک حتمی رائے دیتا ہے۔ جس کی جھلک درج ذیل اشعار میں ملاحظہ کیجئے:

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین
جانتا ہوں کہ مشرق کی اندھیری رات میں بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستین
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف ہو نہ جائے آشکار شرع پیغمبر کہیں

یہ ابلیس کا حتمی خیال ہے کہ یہ امت بے عمل ہے۔ بندہ مومن بھی سرمایہ داری میں مبتلا ہے اور پیران حرم یعنی علماء اور مشائخ بھی راہنمائی کے اہل نہیں ہیں۔ ابلیس کو صرف ایک ہی خوف ہے کہ آج کل جو سائنس ترقی کر رہی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی (الیکٹرونک) کی مختلف تحقیقات اور اس طرح جدید طبی تحقیقات شرع پیغمبر ہی کو سچ ثابت کر رہی ہیں۔ یہ کمپیوٹر، یہ موبائل اور ویڈیو لنک کالز، اسی طرح طبی تحقیقات میں DNA ٹیسٹ کے حیرت انگیز نتائج، ماسٹر کمپیوٹر میں دنیا جہان کی معلومات یعنی ایک چھوٹے سے نقطے میں دنیا کے احوال کی موجودگی کیا یوم آخرت کے حساب کی تصدیق نہیں کرتیں۔ یہی شرع پیغمبر ہے اور صراط مستقیم ہے۔ گویا اس زمانہ کی ترقی اللہ کے نظام کی تصدیق کر رہی ہے اگرچہ نظام ربی کسی تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ انسان تو ویسے ہی بے بس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق

ہیں۔اس کے آگے ان سباب کی کیا اہمیت ہے وہ تو خود مسبب الاسباب ہے۔لیکن شیطانی وساوس۔جو مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں ان کے آگے جب یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی تو پھر یقین کی منازل طے کرنے میں آسانیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔لہٰذا ابلیس اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ آئین پیغمبر سے ہر انسان محروم ہی رہے یہاں تک کہ مومن بھی یقین سے محروم رہے۔علماء وفضلاء ومشائخ بھی یقین کامل کی دولت سے محروم رہیں۔اس کی نشاندہی اقبال کی زبان میں کرتے ہیں۔

چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئین تو خوب یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین

الحذر آئین پیغمبر سے سوبار الحذر حافظ ناموس زن مرد آزما مرد آفرین

شرع پیغمبر کی برکات کی تھوڑی سی جھلک افغانستان میں ملا عمرؒ کی قیادت میں طالبان کی حکومت میں لوگوں میں دیکھی کہ سب چیزیں کھلی پڑی ہیں اور کوئی ہاتھ لگانے والا نہیں۔عورت کی عزت وتوقیر کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت اور ہر طرح کی سہولت کے نظارے بھی لوگوں نے دیکھے۔لیکن امریکہ اور یورپ کو اسلامی نظام کی یہ کامیابی ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ اس کی تباہی اور بربادی کے درپے ہو گئے اور اس کی جڑیں کاٹنی شروع کر دیں،لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے،کیونکہ اللہ اپنے دین کا خود محافظ ہے۔کمزوری ہم میں ہے۔دین میں نہیں۔

؎ آج بھی کر سکتی ہے آگ،انداز گلستان پیدا

یہودیوں اور عیسائیوں نے ہمارے نبی ﷺ کی تعلیمات کو دنیا کے معاملات میں اپنایا اور اس قدر کامیاب ہوئے کہ ہم پرہیز گار مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان ملکوں میں زندگی گزارنا غنیمت جانتے ہیں۔ان کی مصنوعات پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتے ہیں۔ان ملکوں میں انسانیت کی قدر،انسانی صحت،سفر،سہولیات،معاشرتی ماحول اور رہن سہن کے اصول ہمیں بہت پسند ہیں۔انہوں نے حضرت عمرؓ کے دور کا بغور مطالعہ کیا اور ان کی اصلاحات کو مشعل راہ بنایا اور آج وہ انسانیت کی قدر وفلاح میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔آج بھی ہمارے لیے زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ سیرت النبی ﷺ اور شریعت

مطہرہ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے اور آج بھی اگر مسلمان اس پر کار بند ہو جائے تو کوئی طاقت اسے دنیا پر غالب آنے سے روک نہیں سکتی۔ ہم شیطان کے بہکاوے میں آئے ہوئے ہیں اور عبادات میں مشغول ہو کر مست ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کا برگزیدہ سمجھتے ہیں۔ ابلیس ہی نے مشورہ دیا تھا کہ:

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

ہے یہی بہتر کہ الٰہیات میں الجھا رہے یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

گویا اسے اصل دین کی طرف آنے ہی نہ دو۔ یہ اللہ ہو، اللہ ہو ہی میں مست رہے یا پھر اللہ کی کتاب کی مختلف تاویلات کر کے اپنے مطلب کی باتیں ڈھونڈتا رہے اور ظاہری عبادات میں کھویا رہے۔ اسے ہوش ہی نہ آئے کہ اصل کرنے کے کام کچھ اور ہیں۔ قاضی صاحب مسلمانوں کی موجودہ حالت زار پر بہت دکھی نظر آتے۔ فرماتے کہ مسلمان کا معیار زندگی تو کچھ اور تھا یہ ہم نے کیا بنا لیا ہے۔ ہم نے قرآن اور سیرت مطہرہ کو یکسر بھلا دیا اور ان دونوں چیزوں کو چھوڑ کر ہم ذلیل و خوار ہوئے۔ کیا ہم نے جہادی آیات کو تعلیمی نصاب سے نہیں نکالا اور کیا ہم قتال کو فی زمانہ ناقابل عمل ہونے کی تاویل نہیں کرتے۔ ہمارے حکمران اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کیا کیا نہیں سوچتے۔ کیا ہم نے سود کے احکامات کو بھلا نہیں دیا۔ کیا ہم نے شراب کے احکامات کا مذاق نہیں اڑایا اور کیا ہم نے پردہ، حیا اور فحاشی کو روکنے کے احکامات کو تاویلات کی نذر نہیں کر دیا۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ ہم تارک قرآن ہوئے کہ نہیں۔ ہم قرآن کی کونسی تعلیم پر پورا عمل کر رہے ہیں۔ ہماری بغلوں میں قرآن ہے ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں لیکن ہمارا دل قرآن کے کسی نظام کو اپنانے کے لیے تیار نہیں۔ بظاہر بندۂ مومن ہے۔ اس کا لباس، شکل و صورت طہارت صفائی ستھرائی فرشتوں جیسی۔ شرعی وضع قطع کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے، یا پڑھانے والا بظاہر تو واقعی بندہ مومن نظر آتا ہے۔ لیکن "ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دین"۔ جب اس کے معاملات دیکھو تو وہ خالص سرمایہ دارانہ سوچ کا حامل ہوگا۔ غریب کا استحصال اس کی سوچ کا بنیادی عنصر ہوگا۔ اشیاء کے نرخ مقرر کرنے میں کہیں معمولی سے

نفع میں کمی اسے اس قدر گراں گزرتی ہے کہ سارا دن بلکہ کئی کئی دن اس کا واویلا کرتا رہتا ہے۔ اپنے لیے سہولت پیدا کرے گا لیکن کسی غریب، مجبور یا رشتہ دار بھائی کا کوئی فکر نہیں ۔ ایک طرف شادیوں یا دیگر مواقع پر لاکھوں کروڑوں بے دریغ خرچ کیے جاتے ہیں۔ دوسری طرف غریب دو وقت کی روٹی کو ترستا ہے۔ اپنے ہی بچوں کو دریا میں پھینک دیتا ہے۔ اگر چہ یہ بھی قتل ہے لیکن اگر اس کا سبب غربت اور بے چارگی ہے تو وہ ہاتھ بھی قاتل ہیں جو گن گن کر دولت سنبھالتے ہیں اور غریب کی مدد نہیں کرتے۔ سرمایہ دار، تاجر اور دکاندار تو صحابہ کرامؓ بھی تھے لیکن ان کے خزانوں کے منہ ضرورت مندوں کے لیے ہر وقت کھلے تھے۔ کیونکہ اس میں "حق للسائل و المحروم" کا پورا حصہ تھا۔ وہی صحابہؓ تھے جو اپنی ساری دولت سارا سرمایہ دین پر قربان کرنے کو ہر وقت تیار تھے۔ ان کی سوچ میں غریب یا ضرورت مند کا استحصال نہ تھا۔ زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی میں نہایت مستعد تھے۔ بے ایمانی، ملاوٹ، کم ناپ تول، ذخیرہ اندوزی جیسی لعنت زدہ بیماریاں کہیں نہ تھیں۔ اس لیے ہر غریب و امیر مطمئن تھا اور ہر طرف امن ہی امن تھا اور وہ بحیثیت مسلمان نہایت ہی محترم ومعزز تھے۔

## اب بھی اصلاح کرلو

آپ اکثر فرمایا کرتے آج بھی توبہ کرلو۔ شیطانی اعمال سے باز آجاؤ۔ فحاشی و عریانی کی حوصلہ افزائی بند کردو۔ شرع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آؤ اللہ تعالیٰ پلٹنے کے منتظر ہیں۔ تمہاری دنیا اور دین دونوں سنور جائیں گے۔ لیکن بات کچھ کرنے سے بنے گی۔ اصل دین کی طرف لوٹ آؤ جذبہ جہاد کو زندہ کرو اپنے خون کو اسی جذبہ سے حرارت دو۔

عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب
نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ کر تلف
مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

مسلمانو! تمہاری جان، تمہارا خون بہت قیمتی ہے۔ یہ انٹرنیٹ، یہ فلمیں، یہ ڈرامے، یہ فحاشی کے پروگرام اور گیت وسنگیت کیا ہیں یہ تمہارے خون جگر کو ضائع کرتے ہیں، تمہاری صحت خون جگر ضائع ہونے سے تباہ ہورہی ہے۔ جذبہ جہاد سے ان خرافات پر لات ماردو اپنی آنکھ میں خاک مدینہ کا سرمالگالو۔ نبی کے متوالے اور عاشق بن کر شرع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ تو پھر تمہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا کیونکہ اللہ کی طرف سے آواز آئے گی لاتخف (مت ڈرو)۔

## تبلیغی جماعت

قاضی صاحب تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ خود بھی سہ روزہ کے لیے تشریف لے جاتے اور اسے ایمان کی تازگی کا باعث سمجھتے۔ تبلیغی جماعت کے روح رواں حاجی عبدالوہاب صاحبؒ سے عقیدت کا تعلق تھا۔ ہر سال مدرسہ رائے ونڈ کے بچوں کے امتحان کے لیے تشریف لے جاتے اور بچوں کی تربیت کے لیے انہیں پند ونصائح سے بھی نوازتے۔ جماعت والوں کو ازراہ تفنن تبلیغی کہہ کر پکارتے اور ان کو عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات اور اعلیٰ اخلاق کی تلقین ضرور فرماتے اور اکثر ساتھیوں کی ناپسندیدہ حرکات کی نشاندہی بھی فرماتے اور قرآن کی تعلیم کی طرف بہت زیادہ راغب کرتے۔ جہاد وقتال کے بارہ میں تبلیغی جماعت کے متعلق غلط پروپیگنڈہ کی سخت مذمت فرماتے اور پورے اعتماد سے یہ اعلان فرماتے کہ اگر آج حکومت پاکستان سرکاری طور پر کسی غیر مسلم ملک کے ساتھ جہاد کا اعلان کردے تو میدان جہاد کے لیے جذبہ شہادت کے ساتھ جو لوگ تیار ہوں گے ان کا تعلق کسی نہ کسی واسطہ سے تبلیغی جماعت ہی سے ہوگا۔ جہاد افغانستان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ جو لوگ شہید ہوئے اور جو کفار سے لڑتے وہ کون

تھے وہ سب تبلیغی جماعت ہی سے تو تھے۔ جماعت میں جو وقت لگا تا ہے وہ حالت جہاد میں ہی تو ہوتا ہے۔ اپنا گھر چھوڑ کر کھانے پینے اور آرام کے معمولات چھوڑ کر کون جاتا ہے۔ وہی لوگ جاتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں کہ آج اللہ کا دین سیکھیں گے تو کل کسی کو سکھائیں گے اس طرح اللہ کا دین زندہ رہے گا اور ہم اس کے دین کو مٹنے نہیں دیں گے اور اس دین کی حفاظت کے لیے جان کی قربانی بھی دینا پڑی تو ضرور اس کے حوالے کر دیں گے جس کی دی ہوئی ہے۔ یہ چلّے چار ماہ سات ماہ ایک سال بیرون ملک وغیرہ سب جہاں دین سیکھا جا رہا ہوتا ہے وہاں میدان جہاد کی مشق و تربیت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ جو باتیں میدان جہاد میں جانے سے روکتی ہیں وہ تو پہلے ہی چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نکلے ہوتے ہیں ان کو جہاد میں جانے سے ان کا مال، اولاد، یا کوئی اور کشش نہیں روکتی۔ تبلیغی جماعت کے نصاب تعلیم میں فضائل اعمال میں جو مولانا زکریا صاحبؒ کی مرتبہ کتاب پڑھائی جاتی ہے جس کا اعادہ روزانہ ہر مسجد میں کیا جاتا ہے۔ اس میں واقعات کی اکثریت تو غزوات سے متعلق ہوتی ہے اور جب ہر روز غزوات اور جہاد کا ذکر ہوگا تو کیا جہاد سے رغبت پیدا نہ ہوگی۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے۔ جماعت کے لوگ آپس میں مشورہ کر کے پروگرام بناتے ہیں اور کسی قسم کی کوئی رازداری نہیں ہوتی۔ سب کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ ہمیں دین آ جائے ساری دنیا کے مسلمان اور غیر مسلم صحیح دین پر آ جائیں اور اللہ سے مانگنے کا طریقہ آ جائے اور دنیا کی کشش اور دلفریبی کسی شکل میں ان کے ایمان کو کمزور نہ کر سکے۔

آج کے گئے گزرے دور میں تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہر لحاظ سے غنیمت ہے اگرچہ مسلمانوں کے اعمال میں کمزوری واقع ہوئی ہے۔ آج جماعت کی تعداد تو بہت زیادہ ہے لیکن اعمال میں لگن اور وارفتگی کا وہ عالم نہیں ہے۔ جو مقصود ہے۔ اس کا اظہار اکثر ہوتا رہتا ہے اور اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے جس سے اچھے نتائج ضرور برآمد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم تنقید کی بجائے تعمیر کی طرف توجہ دیں۔

## وفات

قاضی صاحب پر توکل غالب تھا۔ کسی مسئلہ پر کبھی پریشان نہ ہوتے صحت کے معاملہ میں ان کی طبیعت میں بے نیازی اور توکل ہی نمایاں تھا۔ ادویات پر انحصار کبھی نہ کیا اور نہ ہی کسی دوائی کو شفا کا موجب جانا۔ قاضی صاحب آخری عمر میں بھی نہایت صحت مند اور قدآور جوان دکھائی دیتے تھے اور ان کی شخصیت کا خاصہ تھا کہ آخر تک تنومند ہی نظر آئے مگر جب ذیابیطس کا مرض غالب ہو گیا اور گردے ناکارہ ہو گئے تو قاضی صاحب کافی لاغر نظر آنے لگے اور اسی مرض میں قاضی صاحب 18 اپریل 2012ء بروز بدھ گوجرانوالہ کی درودیوار کو اشکبار اور سوگوار چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طنیت را

**احقر حاجی محمد شاہ زمان**

سرپرست جمعیت علماء اسلام

ضلع گوجرانوالہ

## تقریظ فضیلۃ الشیخ الحاج القاری فضل کریم صاحب مدظلہ العالی

قرآن مجید علم وحکمت کا ایک بحر بیکراں ہے۔ سورۃ فاتحہ قرآن حکیم کا دیباچہ بھی ہے اور خلاصہ بھی۔ اکابر علماء نے سورۃ فاتحہ کی ان سات آیات کی بڑی تفصیل سے تفسیر بیان کی ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ سورۃ فاتحہ اپنی جگہ ایک سمندر ہے، جو جابجا ہیرے جواہرات سے بھرا پڑا ہے۔ جو بھی اس میں غوطہ زن ہوا اس نے زیادہ سے زیادہ ہیرے جواہرات اکٹھا کرنے کی کوشش کی مگر بعد میں یہی محسوس ہوا کہ ابھی تو سمندر حدنظر تک ان جواہرات سے بھرا پڑا ہے۔ یہ تشنگی صحابہ کرامؓ سے لے کر اکابر علماء اور مفسرین تک محسوس ہوتی رہی۔ انہی لوگوں کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ یہ خزانے آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔

زیر نظر کتاب ''شمائم الفاتحہ'' شیخ الحدیث والتفسیر قاضی حمید اللہ خان صاحب کے سورۃ فاتحہ پر دروس کا مجموعہ ہے، جس میں قاضی صاحب نے ان جواہرات کے فضائل کا تعارف کرایا ہے جو اکابر علماء نے اکٹھے کئے ہوئے ہیں۔ ان دروس کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ اگر ان جواہرات کے فضائل کو کما حقہ، بیان کیا جائے تو اس جیسی کئی کتابیں ناکافی ہوں گی۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ قاضی حمید اللہ خان صاحب مدظلہ العالی عرصہ دراز سے گوجرانوالہ شہر کی مختلف مساجد میں درس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اس کی پیاس ختم نہیں ہونے دیتے بلکہ سامع اگلے درس کا منتظر ہی رہتا ہے۔ جب کہ قاضی صاحب سامعین کی مصروفیت کے پیش نظر درس کو زیادہ لمبا نہیں کرتے بلکہ مختصر وقت میں کسی ایک بات یا اس کے کسی جزو کو بیان فرماتے ہیں اور اس کے متعلقہ آیات قرآنی، احادیث نبوی ﷺ، صحابہ کرام اور اکابر علماء ومفسرین کے ساتھ ساتھ روزمرہ معاملات سیاست، معیشت اور معاشرت کے حالات کا بھی جائزہ پیش کرتے ہیں جو کہ نہایت موزوں اور

برمحل ہوتا ہے، اکابر علماء میں ابن عربی، ابن رجب، ابن قیم، ابن کثیر، امام رازی، امام غزالی اور مجدد الف ثانی رحمہم اللہ قاضی صاحب کے زیر مطالعہ رہے ہیں۔ جن کا حوالہ بھی اکثر شامل درس رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ منطقی دلائل اور برمحل مثالیں اور ان کا موضوع سے انطباق آپ کے درس کی منفرد خصوصیت ہے۔ جس سے موضوع کو سمجھنے اور ذہن نشین رکھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ ان مثالوں یا واقعات کا کہیں کہیں تکرار بھی ہوا ہے، لیکن ہر موقعہ پر ان کا بیان علیحدہ افادیت کا حامل رہا ہے۔

جب مجھے ان دروس کو کتابی شکل دینے کا فریضہ دیا گیا تو میرے لیے بڑی مشکل یہ تھی کہ تقریر کے ماحول کو تحریر میں کس طرح برقرار رکھا جائے جب کہ مجھے صوتی ریکارڈ کی بجائے تحریری مواد دیا گیا۔ میں نے اس مسودہ کو بنیاد بنا کر تمام تر کتابی اور اشاعتی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کتابی شکل دینے کی کوشش کی ہے، اور ادبی نوک پلک سنوارتے ہوئے یہ کوشش کی ہے کہ مفہوم زیادہ واضح ہو جائے اور درس کا ماحول بھی برقرار رہے۔ آپ کی آراء ہی سے معلوم ہو سکے گا کہ کس حد تک کامیاب رہا ہوں...... آپ کی قابل استفادہ آراء سے ضرور رہنمائی حاصل کی جائے گی۔

آج جیسا کہ ہم میڈیا کے ہتھے چڑھے ہوئے اور میڈیا والے اکثر دین سے بیزار نظر آتے ہیں۔ گناہ کو وقت کی مجبوریوں کا غلاف چڑھا کر اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ دین کا اصل چہرہ مسخ ہو جاتا ہے، ان حالات میں پروردگار کے پسندیدہ دین "ان الدین عند اللہ الاسلام" دین اسلام کو اس کی اصلی شکل میں اسی شان و شوکت کے ساتھ پیش کرنا جہاد سے کم نہیں۔ یہ میڈیا والے کسی مسلمان کے انفرادی فعل کو بنیاد بنا کر اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے جب کہ تمام عالمی طاقتیں مسلمانوں اور اسلام کو ختم کرنے کے ایک نکاتی ایجنڈا پر ہمہ وقت متفق نظر آتی ہیں اور مسلمان وسائل کی کمی کا بہانہ بنا کر خواب غفلت میں بے سدھ پڑا ہے۔ آج قرآنی تدریس کی جس قدر ضرورت ہے اس سے پہلے شاید کبھی نہ تھی۔ آج مسلمان کو جگانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مسلمان کی زندگی میں کہیں ثبات یا جمود

نہیں۔ مایوسی کفر ہے۔تب وتاب اول،تب وتاب آخر کے مصداق مسلمان ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان کا پیکر ہوتا ہے۔مگر شرط اولین ہے مسلمان ہونا ایمان اور یقین کا پختہ ہونا اور قرآنی علوم سے واقف ہونا۔یہی علوم ہمارے ایمان اور یقین کی بنیاد ہوں گے تو ہماری زندگی آسان سے آسان تر ہوتی جائے گی اور ہمارا معاشرہ فلاح کی راہ پر گامزن ہوگا کیونکہ امن کا تعلق ایمان سے ہے''احق بالامن ''اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جب ایمان آئے گا تو امن ازخود آئے گا۔

جناب قاضی صاحب مدظلہ نے ان دروس میں اسی بنیاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے پر زور دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی عمر،عزت،علم وفضل میں برکت عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

درس نمبر 1

# ﴿دروسِ قرآن﴾

## نزولِ قرآن

### اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

### بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین

ایک ہے نزولِ قرآن ایک ہے ضرورتِ قرآن اور ایک ہے صداقتِ قرآن نزولِ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اتارا ہے اور آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا ہے۔ سب سے پہلا مسئلہ اور دین کی جو جڑ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں یہ یقین ہو جائے کہ یہ قرآن انسان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے اسکا اتارنے والا اللہ ہے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا گیا۔ ہمارے اور خدا کے درمیان صرف دو واسطے ہیں جناب نبی کریم ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام اور آگے خدا ہے آج اس بات پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے ہم دین پر چلنے میں سستی دکھاتے ہیں مال کا وجود یقینی ہے اس وجہ سے ہم اس کے کمانے میں چستی دکھاتے ہیں شادی کا وجود یقینی ہے اس لئے ہم اس کے کرنے میں چستی دکھاتے ہیں مکان کا وجود یقینی ہے اس لئے اس کے بنانے میں ہم لوگ سستی نہیں کرتے آج دین پر چلنے میں جو سستی ہورہی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی یہ یقین نہیں بنا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام حضرت محمد ﷺ کے قلب مبارک پر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اتارا گیا ہے اور تمام انسانی فلاح و بہبود کی ہدایات اس میں موجود ہیں اور قلبی یقین نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم اس پر چلنے میں سستی دکھاتے ہیں یہ بات کہ میرے دل میں یقین ہے یا نہیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اب اگر میں اس پر عمل کرنے میں چستی دکھاؤں تو چستی سے پتہ چلتا ہے کہ یقین پکا

ہے اور اگر سستی دکھاؤں تو پتہ چلتا ہے کہ یقین کمزور ہے۔

قلبی یقین اور تصدیق کا سب سے بڑا گواہ انسان کا اپنا عمل ہے ایک آدمی کے دل میں شجاعت ہے یا بزدلی اس کا پتہ اس کے عمل سے چلتا ہے اگر آدمی میدان جنگ میں کود پڑتا ہے اور کفار کی صفیں چیر کر آگے نکل جاتا تو اس کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی شجاع ہے اور اگر آدمی جنگ کا نام سن کر بھاگ جاتا ہے تو اس کا بھاگ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آدمی بزدل ہے۔

تو دین پر چلنے میں سستی بے یقینی کی دلیل ہے اور دین پر چلنے میں چستی یقین کی دلیل ہے یقین ہو تو انسان دین پر بلا تأمل چلے گا ہر وقت چلے گا ہر حال میں چلے گا جیسے گاڑی میں پٹرول ہو تو چابی گھمانے کی دیر ہے وہ اڑنے لگ جاتی ہے اگر پٹرول نہ ہو تو کب تک دھکا دو گے انسان تھک جاتا ہے دھکا سے گاڑی نہیں چلتی۔ یقین بمنزلہ پٹرول کے ہے اس لئے جس دل میں یقین ہو تو انسانی زندگی کی گاڑی خود بخود دین کے راستے پر چلتی ہے اور اگر یقین نہیں ہے تو حکومت کے ڈر سے جرم سے بچا' ماں باپ کے ڈر سے مسجد میں گیا جب ماں باپ کا ڈر نہ ہو تو بس نماز کی چھٹی اور باقی اعمال بھی گئے۔

اس لئے ہم یہ یقین پکا کر لیں کہ قرآن کا نزول یقینی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جناب نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر ہے۔ اور آپ کے قلب پر اتارنے کا فائدہ یہ ہے جیسا کہ امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی روشنی اتنی تیز تھی کہ آنکھ میں اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں تھی۔ اس کا کرنٹ اتنا طاقتور تھا کہ کان میں قرآن سننے کی طاقت نہیں تھی اس کی بجلی اتنی تیز تھی کہ زبان اس کے پڑھنے سے عاجز اور دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر تھا۔ یہ قرآن جب رسول اللہؐ کے قلب مبارک سے گزر گیا تو اس میں ٹھنڈ پڑ گئی اب آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے کان اس کو سن سکتے ہیں زبان اس کو پڑھ سکتی ہے اور دل و دماغ اس کو سمجھ سکتے ہیں جس طرح سورج کی شعاعوں کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

لیکن رات کے وقت سورج کی شعاعیں جب چاند پر پڑتی ہیں تو ٹھنڈی ہو جاتی ہیں تو آپ گہری نظر سے بھی چاند کے جسم اور سورج کی روشنی کو چاند کے عکس میں دیکھ سکتے

ہیں تو گویا قرآن بلا تشبیہ سورج ہے اور آپ ﷺ کا قلب مبارک بلا تشبیہ چاند ہے جیسے سورج کی گرمائش چاند سے گزرے تو اس میں ٹھنڈ پڑ جاتی ہے قرآن کریم حضور ﷺ کے قلب مبارک سے گزرا تو اس میں ٹھنڈ پڑ گئی اب آنکھ اس کو دیکھنے کے قابل ہے اور کان اس کو سننے کے قابل ہیں۔تو پہلے ہم یہ یقین کرلیں کہ یہ کسی کے ہاتھ کی بنی ہوئی کتاب نہیں ہے اس کو رب العٰلمین نے اتارا ہے رحمۃ العٰلمین پر اتارا ہے اور ہماری ہدایت فلاح اور بہبود کے لئے اتارا ہے۔

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین

اس کے اترنے کا طریقہ کیا تھا وہ یہ نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام سے خدا کے پاس جاتے تھے اور وہاں سے قرآن پڑھتے تھے پھر وہاں سے چل کر حضور ﷺ کے پاس آتے تھے اور اس میں عرصہ دراز لگتا تھا نہیں خدا کا وجود نور ہے جبرائیل علیہ السلام کا وجود نورانی ہے آپ ﷺ کا قلب مبارک روشن چاند ہے اور نورانی چیزیں آپس میں ایک دوسرے سے فیض حاصل کرتی ہیں اور اس پر وقت نہیں لگتا جیسے (BBC) لندن کے اسٹیشن میں ایک آدمی بیٹھا بولتا ہے اور اگر آپ کے گھر میں ٹی وی پڑا ہے جس لمحہ وہ آدمی بولتا ہے اسی لمحہ ٹی وی آپ کے سامنے اس بات کو کرتا ہے جیسے ٹی وی بی بی سی کی بات اسی لمحہ آپ کو پہنچاتا اور سناتا ہے جس لمحہ وہ بی بی سی لندن سے لیتا ہے اسی طرح جس آن میں جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے قرآن لیتے تھے اسی آن میں آپ کے قلب مبارک پر اتارتے تھے۔

اس لئے یہ یقین کریں کہ قرآن خدا کا نازل شدہ ہے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر۔جس وقت اس بات پر ہمیں یقین ہو جائے گا پھر اس پر چلنے میں ہم چستی دکھائیں گے یعنی نماز کا حکم آئے گا تو نماز پڑھیں گے زکوٰۃ کا حکم آئے گا تو زکوٰۃ دیں گے جب گناہوں سے روکنے کا حکم ہوگا تو رک جائیں گے اس لئے کہ یہ احکم الحاکمین کی کتاب ہے اس میں جھوٹ نہیں ہے اس میں کمزوری نہیں ہے اس میں جتنی باتیں ہیں ہماری فلاح و بہبود کے لئے ہیں اور قرآن ہماری ضرورت بھی ہے۔

کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کا وجود دو چیزوں سے بنا ہے جسم اور روح جسم چونکہ مٹی سے بنا ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ضروریات مٹی سے پیدا کیں آپ کی خوراک زمین سے نکلتی ہے آپ کا پانی زمین سے ہے آپکا لباس زمین سے ہے آپکا مکان زمین سے ہے اگر زمین اپنی پیداوار بند کردے تو جسم ختم ہو جائے گا۔ اور روح جو ہے "قل الروح من امر ربی" اس کو اوپر سے اللہ نے بھیجا ہے تو اس کی غذا بھی اللہ نے اوپر سے بھیجی اس غذا کا نام ہے قرآن جیسے جسم زمینی پیداوار ختم ہونے کے بعد مر جاتا ہے ایسے ہی روح آسمانی غذا قرآن کے بغیر مر جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن میں قرآن کی روح نہیں ہے "اموات غیر احیاء" کہ وہ مردے ہیں اس لئے روم کے ساتھ لڑائی کے وقت جبکہ رومی تین لاکھ تھے اور حضرت خالد ابن ولیدؓ کے پاس فوج تیس ہزار تھی اس تیس ہزار نے عصر سے لے کر غروب آفتاب تک تین لاکھ کو برباد کر دیا ایک لاکھ کو مارا دو لاکھ بھاگے کچھ قیدی بنے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تین لاکھ تھے لیکن لاشیں تھیں مردے تھے اور یہ تیس ہزار تھے لیکن زندہ تھے اور لاکھوں مردوں کی پٹائی کے لئے ایک زندہ کافی ہے۔

آج چونکہ قرآن کی روح مسلمانوں سے نکل چکی ہے تو ہم لاشیں بن گئے ہیں اس لئے کفار ہماری پٹائی کر رہے ہیں۔ اقبالؒ نے بھی کہا:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں خاک کا ڈھیر ہے

تو قرآن کے نزول کا یقین ہمارے فرائض میں سے ہے اور قرآن کی ضرورت کہ یہ ہماری ضرورت ہے یعنی جیسے ہمارا جسم زمینی پیداوار کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ہماری روح آسمانی غذا (قرآن) کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

اس کتاب کا نام قرآن ہے اس کا نام فرقان ہے اس کا نام برھان ہے اس کا نام نور ہے قرآن کا معنی وہ کتاب جو سب سے زیادہ پڑھی جائے اور آسمان کے نیچے کسی کتاب کی تلاوت اتنی نہیں ہوتی جتنی قرآن کی ہوتی ہے۔

جتنے مسلمان ہیں نماز پڑھتے ہیں اور نماز قرآن کے بغیر ادا نہیں ہوتی تو سارے نمازی مسلمان قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔
قرآن جمع کرنے کو بھی کہتے ہیں یہ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کو جمع کرتا ہے قراء پھینکنے کو بھی کہتے ہیں یہ بھی انسان کی گندگی اور گناہ پھینک دیتا ہے اور انسان کو صاف ستھرا بناتا ہے۔
قرآن کو فرقان بھی کہتے ہیں یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا نیکی اور برائی میں فرق۔شرک اور توحید میں فرق۔بدعت اور سنت میں فرق کرنے والی یہ واحد کتاب ہے اس لئے اس کا نام فرقان ہے اس کا نام برھان بھی ہے اسی کے ذریعہ انسان وہ راستہ اختیار کرتا ہے کہ جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائے۔یہ حجت ہے یہ دلیل ہے یہ روشنی ہے جنت پہنچانے تک۔نور ہے اللہ کی طرف سے سورج کے نور میں یہ فرق کرنے کی صلاحیت نہیں ہے کہ یہ سو کا نوٹ سود کا ہے یا یہ حلال خون پسینے کی کمائی ہے سورج کی روشنی میں یہ پتہ نہیں چلتا لیکن قرآن آپکو بتاتا ہے کہ سود کی کمائی حرام ہے اور خون پسینہ کی کمائی جو ہے وہ حلال ہے یہ نور بھی ہے اسلئے امام مالکؒ نے فرمایا جس قرآن کے ذریعے اس امت کے پہلے لوگ یعنی صحابہ اکرامؓ کامیاب ہو گئے تھے اس امت کے آخری لوگ اسی قرآن پر عمل کریں گے تو کامیاب ہونگے اور اگر اس پر عمل نہ کریں تو اپنے گھروں کو زمین کی بجائے آسمان پر بنائیں ذہنی ٹینشن کیوجہ سے انکی نیند اور آرام حرام ہو جائے گا۔
آج لوگ کھاتے پیتے ہیں محلات میں رہتے ہیں نوکر چاکر رکھتے ہیں اسکے باوجود پریشان ہیں کیونکہ روح پیاسی ہے روح ننگی ہے روح بھوکی ہے اس لیے کہ وہ اپنی غذا سے محروم ہے۔اور غذا ہے قرآن، اور جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدا نے اسے قلب محمد ﷺ پر اتارا ہے اس وقت تک ہماری یہ ضرورت پوری نہیں ہوگی اور نہ ہی روح کی بھوک اور پیاس بجھے گی۔اس لیے ہم یہ یقین کریں کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدا نے اتارا ہے اور یہ بھی یقین کریں کہ قرآن ہماری ضرورت ہے۔

------☆------

درس نمبر ۲

# ضرورت قرآن

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن کا ایک نزول ہے ایک ضرورت ہے اور ایک صداقت ہے نزول کا ذکر ہو چکا ہے۔ قرآن کریم انسان کی اہم ضرورت بھی ہے کیونکہ انسان دو چیزوں سے بنا ہے ایک جسم اور ایک روح۔ جسم کے چار تقاضے ہیں تین تقاضوں میں جسم کی بقا ہے اور چوتھے تقاضے میں بدن کی بقائے نسل ہے بدن کے وہ تین تقاضے جس میں بدن کی بقا ہے وہ ماکولات ہیں مشروبات ہیں نظام تنفس ہے انسان جسم کی بقا میں کھانے کا محتاج ہے اگر مسلسل اسکو کھانا نہ ملے تو وہ دم توڑ دیتا ہے انسان کا فطری تقاضہ ہے مشروبات کا اگر اسکو پینے کے لئے پیاس بجھانے کے لئے پانی نہ ملے تب بھی یہ دم توڑ دیتا ہے سانس کے لئے یہ جسم ہوا کا محتاج ہے اگر ہوا نہ ہو سانس بند ہو جائے تو جسم مر جاتا ہے۔

کھانے کا تقاضہ پینے کا تقاضہ سانس لینے کا تقاضہ جسم اپنی بقا کے لئے کرتا ہے ان تین چیزوں میں جسم کی بقا ہے۔ اور نکاح کا تقاضہ بقائے نسل کے لئے ہے اگر انسان صرف کھائے پیئے اور سانس لے اور نکاح نہ کرے تو موجودہ انسان مریں گے اور آئندہ پیدا نہیں ہوں گے تو نوع انسان باقی نہیں رہ سکتی۔ تو اللہ نے انسان کو جسم سے اور روح سے بنایا ہے جسم نے چار یا تین تقاضے کئے کھانے کا تقاضہ پینے کا اور سانس لینے کا تقاضہ اور نکاح کا تقاضہ تو اللہ پاک نے جسم کے تقاضے پورے کئے یہ فرش سے لے کر عرش تک جو کارخانہ ہے یہ صرف جسم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہی تو ہے۔ زمین غذائیں اگاتی ہے آسمان پانی اتارتا ہے سانس کے لئے ہوا انتظام کرتی ہے تو انسان کا وجود بھی باقی ہے اور انسان کی نوع اور نسل بھی باقی ہے۔ اب جب اللہ نے جسم کے تقاضوں کو پورا کیا تو دوسری جو روح

ہے اس کا بھی تقاضہ ہے جسم کی جان روح ہے۔ اور روح کی بھی جان ہے جس کے بغیر روح زندہ نہیں رہ سکتی اور وہ قرآن ہے کیونکہ جسم اس مادی عالم کی مخلوق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس مادی عالم میں اس کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام فرمایا اور روح عالم بالا کی لطیف مخلوق ہے تو اللہ نے اس کے لیے لطیف غذا قرآن کی شکل میں اتاری۔ اس لیے اگر ہم کہیں ''العیاذ باللہ'' کہ ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں تو یہ ایسی حماقت ہے جیسے ایک آدمی کہے کہ مجھے اپنی زندگی میں کھانے کی ضرورت نہیں پینے کی ضرورت نہیں سانس لینے کی ضرورت نہیں اگر جسم اپنی بقا میں کھانے کا محتاج ہے پینے کا محتاج ہے سانس لینے اور ہوا کا محتاج ہے تو روح اپنی بقا میں قرآن کی محتاج ہے تو جسم کی جان روح ہے اور روح کی جان قرآن ہے یہ "روح الروح" ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے لئے اس کے تقاضوں کا انتظام فرمایا تو روح کے لئے بھی ضرور فرمایا ہے اور وہ قرآن ہے اگر جسم کے تقاضے پورے ہوں اور روح کا تقاضا پورا نہ ہو تو جسم کی مثال جوتا کی ہے اور روح کی مثال پاؤں کی ہے جیسے پاؤں جوتے کے اندر ہوتا ہے اسی طرح روح جسم کے اندر ہے۔ جسم جوتے کی مانند ہے اور روح پاؤں کی مانند ہے اب ایسا بے وقوف آدمی تو کوئی بھی نہیں ہوگا جو جوتے کی تو حفاظت کرے لیکن پاؤں کی حفاظت نہ کرے جب اللہ نے ہمارے جوتے کا انتظام فرما دیا ہے تو ہمارے پاؤں جو روح ہے اس کے لئے بھی ضرور انتظام کیا ہوگا اس کے لیے آسمانی کتابیں ہیں تورات، زبور، انجیل، صحائف اور آخر میں قرآن اور انبیاء علیہم السلام یہ غذائیں بہم پہنچاتے ہیں۔

اگر آپ کے پاس کوئی معزز آدمی گھوڑے پر سوار آجائے آپ اس کے گھوڑے کو تو چارہ ڈالیں مگر مہمان کو پانی بھی نہ پوچھیں کھانا بھی نہ پوچھیں بستر بھی نہ پوچھیں تو مہمان ناراض نہ ہوگا کہ گھوڑے کی تو خدمت کی ہے اور جو مالک ہے اس کو پانی بھی نہیں پوچھا تو جسم سواری ہے اور روح اس کا سوار ہے یہ خدا کا بھیجا ہوا مہمان ہمارے پاس آیا ہے اب اگر ہم اس کے گھوڑے کو کھلائیں پلائیں اور پہنائیں اور روح کو نہ پوچھیں تو یہ اسی میزبان کی طرح ہے جو مہمان کے گھوڑے کو تو سب کچھ دے اور جو اصل مہمان ہے اس کو پوچھے بھی

نہ۔اس لیے قرآن کریم انسان کی اہم ضرورت ہے حدیث مبارک میں ہے کہ قرآن کی چاہت اس طرح رکھو جیسے بھوک کے وقت کھانا کھانے کی چاہت ہوتی ہے اور کھانے میں لذت ہوتی ہے اسی طرح روح میں قرآن پڑھنے سننے دیکھنے اور عمل کرنے کی چاہت ہو اور عمل کر کے روح لذت محسوس کرے۔جس طرح جسم کا تقاضہ سانس ہے تو یہ ہوا کا محتاج ہے اور اگر یہ خلاء میں جانا چاہتا ہے تو ہوا اپنے ساتھ اوپر لے جاتا ہے اسی طرح کھانے سے بڑھ کر پینے سے بڑھ کر سانس سے بڑھ کر روح کا تقاضہ قرآن کے بارے میں بلکہ اس سے زیادہ ہے کھانا پانی ہوا نہ ملے تو یہ زندگی ختم ہو جائے گی اور یہ محدود زندگی ہے اور اگر روح کو قرآن کا پانی قرآن کی غذا قرآن کی ہوا نہ لگے تو یہ روح "ابدالآباد" تک "اموات غیر احیاء" ہوگی اس لیے انسان قرآن کی اتنی چاہت دل میں پیدا کرے جتنی چاہت کھانے کی بھوک کے عالم میں ہوتی ہے جتنی چاہت پانی کی پیاس کے عالم میں ہوتی ہے جتنی چاہت ہوا کی سانس لینے کے وقت ہوتی ہے۔

تو قرآن انسان کی بلاشبہ اہم ضرورت ہے دوسری بات یہ کہ قرآن کی اس لیے ضرورت ہے کہ اللہ نے ہر انسان کے دل میں اپنی محبت ڈالی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یہودی ہو عیسائی ہو ہندو ہو ہر ایک کے دل میں اللہ نے محبت اتاری "فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا" (اللہ کا دین انسانی فطرت کے عین مطابق ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا) میری محبت وہ چیز ہے کہ میں نے پوری انسانیت اسی پر پیدا کی ہے یعنی ہر انسان کے دل میں خدا کی محبت ہے یہ اور بات کہ ہم محبوب کا راستہ بھول جائیں تو بھول ہماری ہے ورنہ محبت ہے یہ جو عیسائی گرجے بناتے ہیں یہ ان کا عبادت خانہ ہے یہ خدا کی تلاش میں بناتے ہیں۔یہود کنیسے بناتے ہیں یہ خدا کی تلاش میں بناتے ہیں ہندو مندر بناتے ہیں یہ خدا کی تلاش میں بناتے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ راستہ بھول گئے ورنہ محبت ان کے دلوں میں ہے تو انسان محب ہوا اور خدا محبوب ہوا اور ہر محب کی چاہت ہے کہ محبوب مجھ سے راضی ہو تو ہر انسان کی چاہت ہے کہ خدا مجھ سے راضی ہو اب وہ رضا کیسے حاصل ہو کہ محبوب بتائے کہ ان ان چیزوں میں میری خوشی ہے اور ان ان چیزوں میں میری ناراضگی ہے اور

محبوب نے جو بتایا وہ بتایا ہوا یہ قرآن ہے جس میں عبادات بتائیں کہ یہ میری پسندیدہ چیزیں ہیں ان کو اختیار کرو۔ اور گناہ بتائے کہ یہ میری ناپسندیدہ ہیں ان سے بچو اب یہ پسند اور ناپسند جو خدا نے بتایا اس بتانے کا نام قرآن ہے قرآن ذریعہ ہے خالق کی رضا کا محبوب کی رضامندی کا اور محبوب کی رضامندی اور محبت تو فطرت میں ہے تو قرآن کی ضرورت بھی فطرت میں ہے اس لئے انسان کو چاہیے کہ کھانے سے زیادہ محبت پینے سے زیادہ محبت سانس سے زیادہ محبت اور چاہت اپنے دل میں قرآن کی رکھے یہ سب سے زیادہ اور اہم ضرورت ہے۔

کتنی محبت رکھے امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جتنی محبت مچھلی کو پانی کے ساتھ ہے کہ مچھلی ساری زندگی پانی میں گزارتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ ایک منٹ کے لئے خشکی میں آؤ تو پانی اس کا اتنا محبوب ہے کہ وہ اسکو ایک سیکنڈ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ کہتی ہے کہ سمندر سے نکلنا میری موت پانی میں رہنا میری زندگی ہے۔

تو انسان یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن سمندر ہے اور میں اس کی مچھلی ہوں جیسے مچھلی کی چاہت ہوتی ہے پانی کے ساتھ اور محبت ہوتی ہے اور وہ ایک منٹ پانی سے نکلنا گوارہ نہیں کرتی اسی طرح انسان سمجھے کہ قرآن سمندر ہے اور میں اس کی مچھلی ہوں اگر مچھلی اس مادی سمندر سے نکلنا گوارہ نہیں کرتی تو میں قرآنی زندگی سے کیسے نکلنا گوارہ کروں۔ اس لئے قرآن انسان کی ضرورت ہے۔ بلکہ مچھلی تل جائے پک جائے کھالی جائے آپ کا پیٹ اس کی قبر بن جائے تو مچھلی کھانے والے کو پیاس لگتی ہے اس عاشق نے وہاں بھی اپنا محبوب مانگا کہ پانی پیو۔

اسی طرح اگر ہم اس دنیا کی زندگی سے نکل جائیں اور قبر میں پہنچ جائیں وہاں بھی قرآن کا بتایا ہوا سبق ہمیں یاد ہو "ربی اللہ، دینی الاسلام، نبیی محمد ﷺ" ہم مچھلی سے گئے گزرے تو نہیں ہیں کہ وہ تلنے کے بعد پیٹ کے قبر میں پہنچ کر بھی اپنے محبوب کو یاد کرتی ہے کہ میں تو جیل میں گئی میرا محبوب پانی میرے پیچھے بھیجو۔ اس لئے قرآن انسان کی ضرورت ہے۔

تکوینی لحاظ سے بھی قرآن انسان کی ضرورت ہے دیکھو اللہ نے ہمارے اندر دو لائٹیں لگائی ہیں لیکن یہ دیکھنے کے لئے ناکافی ہیں اس لئے اللہ نے اس اندرونی بجلی کے ساتھ باہر آسمان میں سورج کی روشنی لگائی دونوں ٹچ ہوتی ہیں تو چیزیں دکھائی دیتی ہیں اگر وہ سورج ہو یہ نہ ہوں تب بھی چیز دکھائی نہیں دیتی لیکن سورج ڈوب چکا ہے اس کے خلفاء بلب وغیرہ سب بجھ چکے ہیں اندھیرا ہے تو اندھیرے میں یہ اندرونی نور کام نہیں کرتا یہ عالم مادیات میں دونوں ٹچ ہوں گے داخلی جو آنکھ ہے اور خارجی جو آفتاب ہے تب اشیاء رونما ہوں گی اسی طرح روحانیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک نور عقل پیدا کیا لیکن عقل وحی کے بغیر ایسے ہے جیسے آنکھ سورج کے بغیر تو اللہ تعالیٰ نے عقل کے ساتھ ایک نور باہر سے ملایا وہ قرآن ہے "لقد جآئکم من اللہ نور و کتاب مبین"

تو جس طرح آنکھیں جو اندرونی نور ہیں وہ سورج کی محتاج ہیں جو بیرونی نور ہے۔ اسی طرح عقل جو اندرونی نور ہے وہ بیرونی وحی کا محتاج ہے اور وحی کا نام قرآن ہے اس لئے قرآن کریم صرف تبرک نہ سمجھیں ضرورت سمجھیں اور صرف دوا نہ سمجھیں غذا سمجھیں دوا لوگ ضرورت کے لئے استعمال کرتے ہیں بغیر ضرورت کے نہیں اور غذا ہر وقت استعمال کرتے ہیں تو ہم اس کو دارو سمجھ کر کبھی کبھار رمضان میں اس کا استعمال نہ کریں بلکہ اس کو غذا سمجھ کر شب و روز اس کا استعمال کریں۔ علامہ اقبالؒ نے سچ کہا:

گر تو مے خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قران زیستین

یعنی قرآن کے بغیر مسلمان کی زندگی ممکن نہیں ہے کیونکہ غذا زندگی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور قرآن مسلمان کی غذا ہے۔ آج کل ہم قرآن کا استعمال بطور دوائی کرتے ہیں جیسے دوائی کبھی کبھار پینی پڑتی ہے اسی طرح قرآن رمضان میں جا کر سن لیا اور بس۔

آج یہ قرآن گورنر ہاؤس سے نکالا گیا صدر ہاؤس سے یہ نکالا گیا وزیر اعظم ہاؤس سے یہ نکالا گیا تھانوں سے نکالا گیا اور مسجد میں نظر بند ہے اگر کسی نے زیارت کرنی ہو تو

رمضان میں قاری کے پیچھے مسجد میں آ کر قرآن سن سکتا ہے گورنر ہاؤس میں آپ قرآن نہیں سنیں گے نہ صدر ہاؤس میں سنیں گے نہ وزیر اعظم ہاؤس میں سنیں گے۔

جیسے کسی کا رشتہ دار قید ہو جائے تو اس کی زیارت کے لیے جیل جانا پڑتا ہے آج قرآن کریم مسجد میں نظر بند ہے اگر کسی نے اس کی سماعت و تعلیم حاصل کرنی ہے تو مسجد میں آ کر سنے گھروں سے یہ نکالا گیا دفاتر سے یہ نکالا گیا عدالتوں سے یہ نکالا گیا۔

-------☆-------

**درس نمبر ۳**

# صداقت قرآن

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابن عربی کا مضمون شروع تھا کہ ایک نزول قرآن ہے اس کا بیان ہو چکا ایک ضرورت قرآن ہے کہ قرآن ہماری ضرورت ہے اس کا بھی مختصر بیان ہو چکا۔

اب ایک ہے صداقت قرآن۔ کہ قرآن کریم کا ہر نظریہ جو قرآن نے بتایا ہے وہ سچا ہے جن اخلاق کی تعلیم قرآن دیتا ہے وہ اخلاق سچے ہیں اعمال کا جو راستہ سنت بتلاتی ہے وہ راستہ سچا ہے اور قرآن کی صداقت یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج نہیں بشرطیکہ کہ انسان کی فطرت صحیح ہو۔

انسان کی فطرت درست اور صحیح ہو تو صداقت قرآن اس کے سامنے دلیل کی محتاج نہیں جس طرح اندھیری رات میں دودھ پیتا بچہ گھبراتا ہے تو اندھیرے میں ماں آواز دیتی ہے کہ میں پاس ہوں ڈرو نہیں تو وہ ماں کی آواز سنتے ہی یقین کر لیتا ہے کہ یہ سچ مچ ماں کی آواز ہے وہ ماں سے دلیل طلب نہیں کرتا۔ یا جیسے آفتاب نکلنے کے بعد اعلان کرے کہ میں آفتاب ہوں اور نکلا ہوں تو اس سے دلیل طلب نہیں کریں گے کہ تمہارے طلوع کی دلیل کیا ہے وہ تو سامنے موجود ہے۔ "آفتاب آمد دلیل آفتاب"

یا ایک آدمی آپ کے سامنے سفید کاغذ پر درخواست لکھتا ہے کہ مجھے منشی کی ملازمت دو کہ میں بڑا خوش نویس ہوں تو جب آپ اس کی درخواست پڑھیں گے تو آپ دلیل نہیں مانگیں گے کہ آپ خوش نویس کیسے ہیں اس کی وہ لکھی ہوئی درخواست بتاتی ہے کہ یہی دعوٰی ہے اور یہی دلیل ہے اسی طریقہ سے قرآن کریم جب کہے کہ میں سچا ہوں تو یہ ایک ایسا دعوٰی ہے کہ جو محتاج دلیل نہیں ہے بشرطیکہ انسان کی فطرت صحیح ہو۔

عبداللہ ابن سلام جو یہود کا بہت بڑا عالم تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں کھجور کے باغ میں کام کر رہا تھا میرے بیٹے نے آکر کہا وہ مکے کا نبی ﷺ ہمارے شہر میں پہنچ چکا ہے میں باغ سے سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ﷺ ہیں "لیس ھذا الوجہ بوجہ کذّاب" کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہے۔

تو قرآن کا یہ دعوٰی کہ میں سچا ہوں بس یہ دعوٰی بھی ہے اور دلیل بھی ہے اس کے بعد دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن شرط ہے کہ سننے والے کا مزاج درست ہو فطرت صحیح ہو جیسے میں کہوں کہ سمندر کا پانی کڑوا ہے تو کڑواہٹ دلیل سے ثابت نہیں اس کے لیے ذوق چاہیے جس کا ذوق صحیح ہو وہ چکھے گا بس وہ یقین کرے گا کہ سمندر کا پانی کڑوا ہے تو جس طرح سمندر کی کڑواہٹ محتاج دلیل نہیں ہے دلیل سے وہ کڑواہٹ سمجھ نہیں آتی بلکہ اس کا تعلق ذوق سے ہے جس نے چکھا وہ دلیل کا محتاج نہیں ہے وہ خود بخود کہے گا یہ کڑوا ہے اس لئے قرآن کا کہنا ہے کہ میں سچا ہوں یہ محتاج دلیل قطعاً نہیں ہے شرط یہ ہے کہ ہماری فطرت صحیح ہو۔ علماء لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی صداقت کی دلیل اس کا اعجاز ہے۔

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم
حرف او را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ تاویل نے

اعجاز کا معنی مخلوق کو اپنے مقابلے میں عاجز بنانا قرآن نے چار مرتبہ چیلنج کیا کہ تم سب جمع ہو کر میرے جیسی کتاب بناؤ پوری دنیا کو چیلنج کیا

"لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا"

فرمایا انسان کے ساتھ جنات بھی مل جائیں اور وہ قرآن کریم جیسی فصیح و بلیغ کتاب بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ عرصہ دراز تک یہ چیلنج تھا لوگ پورے قرآن کے مقابلے

سے عاجز ہو گئے تو قرآن نے اپنے دعویٰ میں ذرا ترمیم کردی بنا کہ چلو اگر آپ پورا قرآن نہیں بنا سکتے یا تم سے نہیں بنتا تو ایک سورت بنالاؤ" ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة"

آپ جانتے ہوں گے کہ سبعہ معلقہ کا معنی کہ یہ بیت اللہ کے ساتھ لٹکائے جاتے تھے یہ سات قصیدے تو یہ قرآن کا مثل بنایا فصیح و بلیغ اس کے اشعار ہیں لیکن جب دوسرا شاعر آتا تو کہتا ھنوز دلی دوراست ابھی دہلی دور ہے کہاں یہ اور کہاں قرآن کی فصاحت اور بلاغت جب وہ سورت کے برابر بھی نہ بنا سکے اور ایک سورت ان سے نہ بن سکی تو قرآن نے اور ترمیم کی "فاتوا بآیة" چلو ایک پوری آیت بنالاؤ لوگ کوشش کرتے رہے مگر ایک آیت ان سے نہ بن سکی تو قرآن نے اور ترمیم کی کہ ایک جملہ تو بناؤ "فلیأتوا بحدیث مثله" قرآن کا ایک جملہ پوری دنیا مل کر اس جیسی فصیح اور بلیغ کلام کو نہیں بنا سکی اس آخری چیلنج سے بھی لوگ قاصر رہے حالانکہ مصنوعات کے وجود کے لئے دو چیزیں ہیں ایک یہ ہے اس کا میٹریل موجود ہو جیسے یہ تختہ کہ اس کا میٹریل یہ لکڑی ہے اور یہ کیل ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ بنانے والا ماہر موجود ہو۔ اگر لکڑی نہ ہو مادہ نہ ہو تو یہ تختہ بنے گا اگر ہو لیکن ماہر بنانے والا نہ ہو تو پھر بھی نہیں بنے گا۔

اب قرآن کریم نے بتایا کہ میں انتیس حروف سے بنا ہوا ہوں جو الف سے یاء ہیں مادہ تو تمہارے پاس ہے "بلسان عربی مبین" اور ماہر شاعر اور فصیح شاعر بھی تمہارے پاس ہیں مادہ بھی ہے اور صنعت کار بھی ہیں لیکن ایک آیت نہیں بنا سکتے تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے یہ اعجاز دلیل ہے قرآن کی صداقت کی۔

انسانی مصنوعات کو آپ بھی بنا سکتے ہیں لیکن خدائی مصنوعات کو آپ نہیں بنا سکتے امریکہ نے ریل بنائی تو آپ نے بھی بنالی اس لیے کہ وہ ریل مخلوق کی مصنوع ہے تو آپ نے اس جیسا بنا لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ریل سے بہت چھوٹی مخلوق چیونٹی پیدا کی ساری دنیا مل جائے ایک چیونٹی نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ گاڑی مخلوق کی صنعت ہے اور مخلوق کی نقل مخلوق اتار سکتی ہے اور چیونٹی خدا کی صنعت ہے اور خدا کی صنعت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

آپ یہ راڈار بنا سکتے ہیں کیونکہ یہ مخلوق کی ایجاد ہے امریکہ نے بنایا تو جاپان نے اس کی نقل اتاری تو فرانس نے نقل اتار دی پاکستان نے نقل اتاری کیونکہ انسانی مصنوع ہے تو ہر ایک نے اسے بنالیا لیکن اس کے مقابلے میں رات کے وقت ایک پروانہ جسکو ہم جگنو کہتے ہیں وہ اڑتا ہے اس کی دم کے نیچے لائینس ہیں وہ جگنو آج تک کوئی نہیں بنا سکا اس لیے کہ وہ خدا کی صنعت ہے آپ کہیں گے ہم تو اتنی آگ جلائیں گے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں آگ پیدا کرتا ہوں اور ٹھنڈی پیدا کرتا ہوں ہم ٹھنڈی آگ بنا سکتے ہیں ''نہیں'' لیکن خدا نے جگنو کی دم میں جو آگ بنائی ہے وہ ٹھنڈی ہے کیونکہ اللہ کو علم تھا کہ یہ انسان کے بدن پر بیٹھے گا کپڑوں پر بیٹھے گا اور نوٹ پر بیٹھے گا تو اگر یہ آگ لگانا شروع کرے تو نہ کسی کا بدن محفوظ ہوگا نہ کپڑے محفوظ ہوں گے نہ نوٹ محفوظ ہوں گے تو اللہ نے اس آگ کو ٹھنڈا بنا دیا ساری دنیا کے لوگ مل جائیں اور ٹھنڈی آگ کو پیدا کرنا چاہیں تو نہیں پیدا کر سکتے۔

قرآن کریم کا اعجاز قرآن کی صداقت کی دلیل ہے قرآن کریم نے چار مرتبہ چیلنج کیا لیکن اس کا مثل بنانے سے پوری دنیا قاصر اور قرآن کی صداقت اس لئے یقینی ہے کہ اللہ نے انسان کو جسم سے اور روح سے بنایا اور جسم مادی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تقاضے غذائیں بھی مادی بنا دیئے روٹی ہے پانی ہے ہوا یہ اس کے ہم جنس ہیں اور روح مادیات میں سے نہیں ہے وہ روحانی چیز ہے تو اللہ نے اس کی غذا روحانی بنا دی کیونکہ جنس جنس کا معاون بن سکتا ہے۔ ناجنس کا معاون نہیں بن سکتا ہے اس لیے اس لئے مولانا رومؒ نے لکھا تھا کہ اگر دوستی کرتے ہو نیک آدمی کے ساتھ دوستی قائم کرو برے کے ساتھ نہ کرو برا ناجنس ہے نا جنس مصیبت کے وقت ساتھ دینا چھوڑ جاتا ہے اور فرمایا یہ دھوکہ مچھلی کو لگا ہے مچھلی عاشق ہوئی تو پانی پر اور پانی اس کا ہم جنس نہیں یہ جاندار ہے اور وہ جاندار نہیں لیکن مچھلی نے دھوکہ کھالیا کہ یہ پانی میرا دوست ہے آشنا ہے متعلق ہے۔

مولانا روم لکھتے ہیں کہ جب صیاد جال پھینکتا ہے سمندر میں اور اس میں مچھلی پھنس جاتی ہے اور جب وہ باہر کھینچتا ہے تو اس کے ساتھ پانی بھی نکل آتا ہے لیکن پانی جال کے

سوراخوں سے نکل کر پھر سمندر میں جاتا ہے اور مچھلی کو کہتا ہے الوداع خدا حافظ میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار نہیں تھا آپ کا دھوکہ تھا کہ آپ نے میرے ساتھ محبت رکھی تھی تم چلے جاؤ تشریف لے جاؤ وہ نکل کر پھر اپنے سمندر میں چلا جاتا ہے مچھلی رہ جاتی ہے اس لیے کافر کے ساتھ دوستی ناجنس کے ساتھ دوستی ہے فاسق کے ساتھ دوستی ناجنس کے ساتھ دوستی ہے بلکہ خطرہ ہے کہ اگر میں چرسی بھنگی کے ساتھ دوستی لگاؤں تو معلوم ہوگا کہ میرے اندر بھی خباثت موجود ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے ایک بھرا ہوا مجمع ہو اس میں ننانوے فیصد لوگ فاسق ہیں اور ایک فیصد نیک آدمی ہیں اب باہر سے ایک نیک آدمی آئے گا وہ سیدھا جا کر نیک آدمی کے پاس بیٹھے گا چرسی کے پاس نہیں بیٹھے گا یہ ہم جنس ہے۔ اور اگر ننانوے فیصد نیک لوگ ہوں اور ایک چرسی ہو تو باہر سے چرسی آئے گا وہ سیدھا چرسی کے پاس جا کر بیٹھے گا۔

''کند ہر جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز بہ باز''

تو بھائی غذائیں جسم کے ہم جنس ہیں تو جسم انکے بغیر نہیں رہ سکتا تو روح قرآن کی ہم جنس ہے اس کے بغیر روح نہیں رہ سکتی اگر قرآن کے بغیر رہے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میں بغیر کھانے کے پینے کے اور سانس لینے کے رہ سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قرآن سے تعلق نہیں رکھتے ''اموات غیر احیاء'' ناجنسوں سے تعلق رکھنا بڑا خطرناک ہے اول تو مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتا ہے نہ چھوڑے تو وہ بھی پھنس جاتا ہے۔

مولانا روم نے لکھا ہے کہ مینڈک اور چوہے میں دوستی ہوگئی اب مینڈک جو ہے وہ پانی میں بھی رہتا ہے اور خشکی میں بھی رہتا ہے اور چوہا خشکی کا جانور ہے وہ ناجنس ہے فرمایا ایک مرتبہ چوہے نے کہا کہ یار آپ پانی کے اندر ہیں مجھے گپ شپ کا جی چاہتا ہے آپ کو کیسے اطلاع کروں اس نے کہا یہ دھاگہ لو ایک طرف سے اپنے پاؤں سے باندھو اور دوسری طرف سے مجھے باندھو جب جی ہو گپ شپ لگانے کا تار کو کھینچو میں پانی سے نکل کر آؤں گا یہ سلسلہ جاری ہوا تار باندھی گئی مینڈک پانی میں چلا گیا چوہا باہر ہے کوے نے

چوہے کو دیکھا تو اس کو پنجے میں اٹھا لیا جب اٹھایا تو مینڈک بھی ساتھ لٹک گیا۔ مولانا نے کہا کہ اس مینڈک نے کیا قصور کیا فرمایا قصور یہ ہے کہ ناجنس سے یاری کی جب چور جیل میں جائے گا تو میں بھی جاؤں گا جب قاتل کو پھانسی لگے گی تو مجھے بھی لگے گی جب وہ جہنم میں جائے گا میں بھی جاؤں گا۔

گویا قرآن روح کا ہم جنس ہے اور ہم جنس ہم جنس سے فیض حاصل کرتا ہے جس طرح قرآن کا نزول ابن عربی نے بیان کیا اور قرآن کی صداقت بھی بیان فرمائی کہ یہ جو نظریہ بتاتا ہے وہ حق ہے اعمال کا جو راستہ بتاتا ہے وہ حق ہے جن اخلاق کی یہ تعلیم دیتا ہے وہ برحق ہیں۔

اور چونکہ یہ تمام کمالات کا مجموعہ ہے تو حضورؐ نے فرمایا ساری مخلوقات ایک طرف اپنی تمنا کے مطابق خدا سے مانگے اور دوسری طرف ایک آدمی قرآن کھول کر تلاوت کرے فرمایا تمام مانگنے والوں کو اللہ اتنا ہی دیتا ہے جتنا قرآن پڑھنے والے کو عطا کرتا ہے اس لئے قرآن کریم کے بتائے ہوئے عقائد ہوں اخلاق ہوں اعمال ہوں یہ تمام سچے ہیں حق ہیں انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔

-------☆-------

درس نمبر ۴

# صداقتِ قرآن

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بات چل رہی تھی صداقت قرآن کی کہ قرآن نے جو نظریات پیش کئے ہیں وہ برحق ہیں جو اخلاق بتا چکا ہے وہ سچے ہیں جن اعمال کی تعلیم دی ہے وہ تعلیم صحیح اور درست ہے یعنی قرآن کریم اول سے لیکر آخر تک ایک ایک حرف ایک ایک کلمہ سچا ہے صادق ہے شاہ ولی اللہؒ نے صداقت قرآن کے لئے قرآنی اصول پیش کیا ہے۔

ایک قرآنی اصول میں سے سیاست ہے ایک جہاد ہے ایک طلاق ہے ایک منہیات ہیں فرمایا قرآن سے قبل سیاست کا معنی یہ لیا جاتا تھا کہ حصول اقتدار کے لئے دوسرے کو دھوکہ دینا دوسروں سے جھوٹ بولنا دھوکہ دہی کرنے کا نام سیاست تھا۔اور زمانہ جاہلیت میں سیاست کی تعریف تھی کہ جو شخص اپنے مطلب کو دوسرے کے مطلب میں چھپائے وہ سیاستدان ہے مطلب اپنا ہوگا اظہار دوسروں کے مطالب کا کرے تمہیں ہسپتال بنا کے دوں گا مکان بنا کے دوں گا سڑک بنا کے دوں گا کپڑے کھانے کا انتظام کروں گا یہ مطلب قوم کے ہیں لیکن اپنا مطلب پیش نظر ہوتا ہے کہ اقتدار مل جائے گا۔

قرآنی سیاست یہ ہے کہ "القانون المحافظ لحقوق اللہ حقوق عبادہ" کہ سیاست ایسے قانون کا نام ہے جس میں خالق کے حقوق بھی محفوظ ہوں اور مخلوق کے حقوق بھی محفوظ ہوں اور ایسا قانون جو خدائی حقوق کو بھی تحفظ دے اور مخلوق کے حقوق کو بھی تحفظ دے وہ صرف قرآن ہے جو لوگ خالق کے حقوق کو ادا کرتے ہیں اور مخلوق کے حقوق کو کچل دیتے ہیں یہ ایسا ہے کہ مہمان کو کھانا کھلائیں اور اس کے غلام اور ڈرائیور کو بھوکا رکھیں تو مالک ناراض ہوگا کہ آپ نے مجھے تو کھلایا میرے ڈرائیور کو نہیں کھلایا جو مخلوق کے حقوق ادا کرے اور خالق کے حقوق کو پامال کرے یہ ایسا ہے کہ میزبان ڈرائیور کو تو کھلائے

لیکن مالک کو نہ پوچھے اور جو نہ حقوق اللہ کو ادا کرے حقوق العباد ادا کرے صرف اپنے پیٹ کے اردگرد گھومے اس میزبان کی طرح ہے جس نے نہ مالک کو پوچھا نہ ڈرائیور کو۔

" القانون المحافظ لحقوق الله وحقوق عبادہ"

قرآنی سیاست ایسا قانون ہے جس میں مالک کے حقوق بھی محفوظ ہیں اور مخلوق کے حقوق بھی محفوظ ہیں قرآن وہ میزبان ہے جس نے مالک کو بھی کھلایا اور ڈرائیور کو بھی کھلایا تو قرآنی سیاست قرآنی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے دوسرا شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآنی صداقت کی دلیل کہ قرآن کا جنگی نقشہ انہوں نے بیان کیا ہے۔

جنگ جیتنے کے لئے تین اسباب ہیں

ا۔اسلحہ ۲۔چلانے والے ہاتھ ۳۔دل ودماغ

اسلحہ چلتا ہے ہاتھ اس کو چلاتا ہے اور ہاتھ کو دل اور دماغ چلاتا ہے اب یہ تینوں اسباب کفار کے پاس بھی تھے ان کے پاس اسلحہ بھی تھا اور اسلحہ کو چلانے کے لئے ان کے پاس ہاتھ پیر بھی تھے اور ہاتھ پیر کو چلانے کے لئے ان کے اندر دل ودماغ بھی تھا لیکن اس کے باوجود بدر میں 313 صحابہ ایک ہزار پر غالب آگئے احد میں چودہ سو ہزاروں پر غالب آگئے یرموک میں تیس ہزار تین لاکھ پر غالب آگئے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار کے پاس اسلحہ بھی تھا اور اس اسلحے کو چلانے والے ہاتھ بھی تھے لیکن ہاتھ کو چلانے والا دل نہیں تھا دل کی جان قرآن ہے اور قرآن ان میں نہیں تھا وہ بزدل تھے اور بزدل آدمی کے پاس اسلحہ بھی ہو تو وہ ہاتھ چلتے نہیں ہیں کیونکہ بنیاد قلب ہے اور مسلمانوں کے دلوں کو اللہ نے قرآن کا پانی پلایا تھا تو ان کے دل مضبوط تھے ان کے دل ان کے ہاتھوں کو چلاتے تھے اور ان کے ہاتھ ان کے اسلحہ کو چلاتے تھے۔اس لئے بدر میں 313 ایک ہزار پر غالب آگئے اور احد میں چودہ سو ہزاروں پر غالب آگئے اور یرموک میں تیس ہزار تین لاکھ پر غالب آگئے۔ان کے دلوں میں قرآن کا پانی تھا اور جب یرموک سے عیسائی تنگ آگئے تو انہوں نے کہا میدان میں تو ہم مسلمانوں سے نہیں لڑ سکتے آؤ تدبیر سے ان کے کمانڈر کو قتل کریں تو حضرت خالد ابن ولید کے لئے شہد میں انہوں نے زہر ملایا کہ یہ زہر پلادیں گے تو یہ دم توڑ دیں گے

جب حضرت خالد ابن ولید کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا زہر آلود شہد نہ پلاؤ خالص زہر دے دو انہوں نے خالص زہر سے ایک پیالہ بھرا اور حضرت خالد ابن ولید نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو پی لیا ڈکار بھی نہیں آیا فرمایا کہ قرآن نے میرے دل کو لوہے سے فولاد سے زیادہ مضبوط بنایا جیسے زہر فولاد پر اثر انداز نہیں ہوتا تو میرے دل پر بھی اثر انداز نہیں ہوتا محمد بن قاسم اٹھارہ سال کا لڑکا چھ ہزار آدمی لے کر عرب سے ہندوستان میں آیا چھ ہزار نے چالیس کروڑ کو فتح کر لیا۔ کیونکہ اس وقت ہندوستان میں اسلحہ تھا اسلحہ کو چلانے والے ہاتھ تھے لیکن ہاتھوں کو چلانے والا دل نہیں تھا یہ سب قرآن سے محروم تھے اور وہ چھ ہزار ان کے دلوں میں قرآن بھرا ہوا تھا انہوں نے ہاتھ کو اٹھایا اور ہاتھوں نے اسلحہ کو اٹھایا لہٰذا چھ ہزار نے چالیس کروڑ پر فتح حاصل کی۔

طارق ابن زیاد جب اندلس پر حملہ آور ہوئے تو اس وقت ان کے پاس کل تعداد فوج کی سات ہزار تھی اور آگے علاقہ سپین پورا ملک تھا لیکن سات ہزار نے پورے سپین پر فتح حاصل کی۔

لوگ اسلحہ کی بل بوتے پر لڑتے ہیں یہ دینی مدارس میں اسلحہ کی ٹریننگ نہیں دی جاتی حالانکہ یہ صف اول میں لڑنے والے لوگ ہیں اصل میں یہاں دلوں پر محنت کی جاتی ہے خدا کا خوف اس میں ڈالا جاتا ہے خدا کی محبت اس میں اتاری جاتی ہے غیر اللہ کا خوف دل سے نکالا جاتا ہے جب دل شفاف ہو جاتے ہیں تو پھر انسان چھڑی سے بھی تلوار کا کام لیتا ہے تو یہ قرآن کریم میں جو جنگی اصول پیش کئے ہیں یہ جنگی اصول قرآن کی صداقت کی دلیل ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن نے جو اصول پیش کئے ہیں مثلاً طلاق کا مسئلہ ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہے تو قرآن کہتا ہے کہ خاوند تدابیر سے کام لے ذرا بیوی سے بات کرنے میں کمی کرے تاکہ اس کو پتہ چلے کہ میری حرکات سے خاوند ناراض ہے اگر اس سے وہ نہ سمجھے تو پھر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ کھائے اور اگر اس سے وہ راہ راست پر نہ آئے تو پھر ہم بستری سے ہم کناری کرے اگر اس سے بھی نہ آئے تو دو

آدمی مرد کیطرف سے اور دو آدمی عورت کی طرف سے مل کر صلح کروائیں اگر اس میں بھی ناکام ہوں تو اب مرد کو اجازت ہے کہ ایک طلاق دے ایک طلاق کا فائدہ یہ ہے کہ تین ماہ میں جب چاہیے وہ واپس لے لے نکاح بحال ہے۔ اور اگر عدت تک وہ راہ راست پر نہ آئے تو ایک طلاق ہوگی تو اس پر شور مچایا یورپ نے کہ قرآن نے کیا آفت اتاری ہے اس نے طلاق کی اجازت دے دی اب انہوں نے قرآنی اصول طلاق سے انکار کیا مگر ان کا اپنا حال یہ تھا کہ جب میاں بیوی کا اختلاف ہوتا ہے تو بیوی طلاق دے دیتی ہے۔

میں نے ایک انگریزی رسالہ پڑھا اس میں دو واقعے میری نظر سے گزرے ایک میں میڈم نے کہا کہ میں نے خاوند کو اس لئے طلاق دی کہ میری محبت بلی سے ہے اور میرا شوہر کتے سے محبت کرتا ہے میں نے اس لئے طلاق دے دی یہ قرآنی اصول طلاق سے انحراف کی وجہ ہے دوسری عورت کو اخباری نمائندگان نے پوچھا آپ نے خاوند کو کیوں طلاق دی اس نے کہا مجھے کالا رنگ پسند نہیں ہے اور میرا خاوند کالا سوٹ پہنتا ہے اس لئے میں نے اس کو طلاق دی اب دیکھو یہ قرآنی اصول طلاق سے انحراف تھا اب عورتیں مردوں کو طلاق دے دیتی ہیں اب یورپ کہتا ہے کہ قرآن کریم کا اصول درست تھا۔

قرآن کریم نے شراب نوشی کو حرام قرار دیا تو یورپ نے شور کیا کہ یہ لوگوں کے حقوق میں دخل اندازی ہے لوگوں کی خواہشات میں لگام ڈالنے والی بات ہے لوگوں کی آزادی سلب کی جاتی ہے شراب نوشی کو حلال قرار دیا جائے قرآن نے حرمت اور جو روک ٹوک کی ہے یہ درست نہیں "العیاذ باللہ" لیکن اب یورپ نے اقرار کیا کہ شراب سے موذی خوراک دنیا میں نہیں ہے۔

ایک انگریز کہتا ہے کہ میں نے کتی کے پانچ بچے لئے ایک کو میں نے شراب پلانا شروع کی اور چار کو ہاتھ بھی نہیں لگایا جس کو میں شراب پلاتا تھا وہ ایک سال کے بعد مر گیا اور وہ چار زندہ رہے معلوم ہوا کہ شراب سے زندگی گھٹتی ہے۔ پھر میں نے ایک اور کتی کے پانچ بچے لیے ان میں سے میں نے چار بچوں کو شراب پلانا شروع کی اور ایک کو نہیں پلائی وہ چار ایک سال میں مر گئے اور وہ جس کو شراب نہیں پلائی تھی وہ بچ گیا معلوم ہوا کہ شراب پینے سے

صحت بگڑ جاتی ہے اندر رگیں سڑ جاتا ہے زندگی ختم ہوتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے پانچ بچے لیے جو ذہن میں حافظہ میں عقل میں برابر تھے پانچ منٹ میں اگر ایک صفحہ یاد کرتا تھا تو پانچ ہی منٹ میں باقی بھی ایک صفحہ یاد کرتے تھے تو میں نے ایک کو شراب پلانا شروع کی وہ کہتا ہے ایک مہینے کے بعد پانچ منٹ میں ایک حرف بھی یاد نہیں کر سکتا تھا اور وہ چار اپنے معیار پر ایک صفحہ پانچ منٹ میں یاد کرتے تھے معلوم ہوا اس سے عقل بھی ختم ہوتی ہے۔

تو شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ صداقت قرآن کے دلائل باہر سے نہ ڈھونڈ و خود قرآنی اصول میں قرآن کی صداقت ہے جو اصول اس نے پیش کئے ہیں وہ تمام سچے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اول تا آخر اللہ کا سچا کلام ہے سچا مانیں گے تو عمل کی خواہش پیدا ہوگی۔

-------☆-------

**درس نمبر ۵**

# صداقتِ قرآن

## اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
## بسم اللہ الرحمن الرحیم

بات چل رہی تھی کہ قرآن حق ہے اور سچا ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ بعض مخلوقات ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف وجود سے نوازا ہے وجود کے علاوہ ان کے پاس کوئی نعمت کوئی کمال کوئی صفت نہیں جیسے زمین پہاڑ آسمان سورج ان کو صرف وجود ملا یہ سب سے ادنیٰ قسم کی مخلوق ہے۔

دوسری قسم کی مخلوق وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دو صفات عنایت فرمائی ہیں ایک وجود کی صفت دوسری صفت نشو ونما کی۔ ان کا وجود بڑھتا بھی ہے جیسے درخت نباتات۔ زمین بڑھتی نہیں پہاڑ بڑھتے نہیں آسمان بڑھتا نہیں ہے سورج بڑھتا نہیں ہے ان کے پاس صرف وجود ہے لیکن درخت کے پاس وجود بھی ہے جو خداداد نعمت ہے اور نشو ونما کی صفت بھی ہے درخت سبزیاں بڑھتے ہیں چھوٹا پودا چند سال کے بعد قد آور درخت بن جاتا ہے۔ یہ دوسری مخلوق پہلی مخلوق سے اعلیٰ ہے کیونکہ یہ دو صفات کی حامل ہے۔

تیسری مخلوق وہ ہے جن کو اللہ نے تین کمالات سے نوازا ہے ان کو زمین جیسا وجود بھی ملا ہے درختوں کی طرح نشو ونما بھی لیکن ان دو کے علاوہ ان میں نقل وحرکت کی بھی قوت اور طاقت ہے جیسے حیوانات میں زمین جیسا وجود بھی ہے درخت جیسی نشو ونما بھی ہے جانور چوپائے بڑھتے ہیں اور ان میں مزید ایک صفت ہے نقل وحرکت۔ حیوانات ایک مکان چھوڑ کر دوسرے اور دوسرا چھوڑ کر تیسرے میں چلے جاتے ہیں درخت میں یہ صفت نہیں ہے وہ جہاں ہیں کتنے تک وہی رہتے ہیں لہٰذا جمادات سے نباتات اعلیٰ ہیں اور نباتات سے حیوانات اعلیٰ ہیں۔

چوتھی مخلوق وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے چار صفات سے نوازا ہے ان کو زمین کی

طرح وجود بھی نباتات کی طرح نشو ونما بھی اور حیوانات کی طرح نقل وحرکت بھی اور اس کے علاوہ اللہ نے ان کو قلب اور عقل سے نوازا ہے وہ انسان ہیں اب اگر انسان میں صرف وجود ہو تو اس میں اور پتھروں میں فرق نہیں ہے "فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ" اور اگر انسان میں سے صرف نشو ونما ہو اور حرکت ہو اور قلب نہ ہو تو یہ "اولئك كالانعام بل ھم اضل" انسان کا "ما بہ الامتیاز" جو ہے وہ قلب ہے معلوم ہوا کہ انسان پاؤں کا نام نہیں ہے ہاتھ کا نام نہیں ہے پیٹ کا نام نہیں ہے بلکہ انسان قلب کا نام ہے اور انسان کا قلب قرآن سے بنتا ہے۔ "ذٰلك لمن كان له قلب اوالقى السمع وھو شھيد" یہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دلوں میں قلب ہے اور قلب حق ہے اور قلب سچا ہے "استفت قلبك فان القلب خير المفتى" تو اس کی اصلاح کے لئے جو قرآن ہے وہ بھی سچا ہے صادق ہے اور وہ برحق ہے انسان کے دل میں اللہ نے ایک نور پیدا فرمایا وہ نور تیل کی مانند ہے اور قرآن کریم چراغ کی مانند ہے اور جیسے چراغ کی روشنی تیل پر ہے اسی طرح قرآن کی روشنی اس نور پر ہے صوفیاء اس کو لطیفہ کہتے ہیں۔

تو انسان کا "ما بہ الامتیاز" مخلوقات سے قلب ہے اور قلب کی اصلاح کے لئے قرآن ہے جناب نبی کریم کا ارشاد ہے "لكل شيء صقالا وجلاء القلوب القرآن" کہ ہر چیز کو صاف کرنے والی ایک طاقت ہوتی ہے اور دلوں کو گناہ کی وجہ سے زنگ چڑھتا ہے اسکا جلاء اور اس کی روشنی قرآن ہے۔

"ان فى الجسد مضغه اذا صلحت صلح لجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب" کہ انسان کا ما بہ الامتیاز قلب ہے جب دل بگڑتا ہے تو تمام اعضاء آوارگی کا شکار ہوتے ہیں اور جب دل کا قبلہ سیدھا ہوتا ہے اور رخ درست ہوتا ہے تو تمام اعضاء درست ہوتے ہیں اور قلب کا رخ اور قبلہ سیدھا کرنیوالا قرآن ہے۔

تو جیسے قلب ایک حقیقت ہے ایک صداقت ہے ایک سچائی ہے اس کی اصلاح کرنے کے لئے اللہ نے جو قرآن بھیجا وہ بھی حق ہے اس لئے امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ

پہلے ہم یہ یقین پیدا کریں قرآن کی حقانیت میں کسی طرح کا کوئی شک نہ ہو۔

انسانی قلب میں ایک نور ہے جب انسان گناہ کرتا ہے تو وہ نور دھیما ہو جاتا ہے اور جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو اور دھیما ہو جاتا ہے اور جب تیسرا گناہ کرتا ہے تو اور دھیما ہو جاتا ہے گناہ کرتے کرتے یہاں تک کہ وہ نور بجھ جاتا ہے اور جب وہ نور بجھا تو وہ تو تیل تھا قرآنی چراغ کے لئے اور ایمانی چراغ کے لئے تو ایمان بجھ جاتا ہے "اذا اذنب العبد نقطت نقطة فی قلبه"

جب انسان گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے پھر کرتا ہے پھر لگتا ہے پھر کرتا ہے پھر دھبہ لگتا ہے یہاں تک کہ دل توے کی طرح سیاہ ہو جاتا ہے اس وقت ایمان اور قرآن کا چراغ بجھ جاتا ہے اگر ہم اپنے قلب کو زندہ کرنا چاہیں تو اس نور کو گناہوں سے نہ بجھائیں اور دل کو زندہ کرنا چاہیں اور حقیقی زندگی دینا چاہیں تو قرآن کا چراغ اس میں روشن کریں۔

یہی قرآن "نورهم يسعى بين ايديهم وبايمانهم" قبر سے اٹھنے کے بعد بھی نور دل سے نکل کر آگے آگے ہوگا آپ پیچھے پیچھے ہونگے یہ جنت کے گھر میں آپ کو پہنچائے گا اس لئے جنت حق ہے اس کا راستہ حق ہے قلب اور اس کا نور حق ہے تو اس کی اصلاح کے لئے جو قرآن آیا ہے وہ بھی حق ہے صادق ہے اور سچا ہے جتنا کوئی قرآن پہ عمل کرے اس قدر اس کو بلندی نصیب ہوگی۔ "یرفع الله به اقوام ویضع به اقوام"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال جو معراج سے پہلا ہوا تھا تو نبی ﷺ نے معراج پہ جا کر دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرش کے اوپر جا کر بیٹھے ہیں اور خدائی تجلیات کی بارش ان پر برس رہی ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ مقام اس کو کیسے ملا تو فرمایا "کانت تلاوۃ القرآن" یا رسول اللہ ﷺ یہ قرآن بہت پڑھتا تھا قرآن نے اس کو اس مقام پر پہنچا دیا۔

امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن کی ضرورت بھی ہے قرآن کی صداقت بھی ہے قرآن ہر کامیابی دینے کا ضامن کلام بھی ہے پھر اس پر عمل کرنے میں ہم سستی کیوں کرتے ہیں امام رازیؒ نے لکھا کہ قرآن پڑھا تو غریب نے پڑھا اور پڑھایا تو غریب نے اور

معاشرے میں غریب کی بات کی کوئی وقعت نہیں ہمارے ہاں سچائی کا معیار دولت ہے۔
اگر یہ قرآن یورپ میں شائع ہوتا اور یورپ بیان کرتا تو اس پر عمل کرنے میں ہم فخر محسوس کرتے کیونکہ یورپ امیر ہے لیکن اس کو غریب نے پڑھا اور غریب نے پڑھایا "بدءالاسلام غریباً وسیعود غریباً وطوبیٰ للغرباء" اور غریب آدمی کی بات کی کوئی وقعت نہیں ہے لیکن یہ ہمارا دھوکہ ہے امیر آدمی اگر جھوٹ بولے تو اس کی امارت کی وجہ سے وہ جھوٹ سچا ہو سکتا ہے اور غریب آدمی اگر سچ بولے تو غربت کی وجہ سے اس سچ کو کوئی جھٹلا سکتا ہے نہیں۔ امیر آدمی نے کہا دو ضرب دو حاصل پانچ یہ امیر آدمی کا کہنا ہے لیکن کیا کوئی اس کو سچ کہہ سکتا ہے لیکن اگر غریب آدمی کہے تو دو ضرب دو حاصل چار تو اتنی سچائی ہے۔ کہ اس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اگر چہ متکلم غریب ہے اور دو ضرب دو حاصل پانچ کوئی اس کو سچا نہیں کہہ سکتا اگر چہ کہنے والا امیر ہو تو قرآن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اگر بتانے والا غریب ہو اور فحاشی اور عریانی کو کوئی سچا نہیں دیکھ سکتا اگر چہ دکھانے والا امیر ہو۔
موتی موتی ہے اور مینگنی مینگنی ہے موتی اگر گرد و غبار میں پڑا ہو تو وہ موتی ہے اور مینگنی اگر مشرف کی ٹوپی میں پڑی ہو تو وہ مینگنی ہے لیکن ہم مینگنی کو موتی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مشرف کی ٹوپی میں ہے اور مولوی کو جو موتی ہے اس کو ہم مینگنی سمجھتے ہیں اس لیے کہ وہ گرد و غبار میں پڑا ہے ہم اپنے دماغ کا علاج کروائیں اس لیے امام رازیؒ فرماتے ہیں قرآن حق ہے اور اتنا حق ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کیا جائے۔ "اولئك كالانعام" انسان جانوروں سے بھی بدتر ہے جو لوگ قرآن پر چلنے والے نہیں ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ وہ جانوروں کی طرح ننگے سر پھرتے ہیں کہ بیل کے سر پر ٹوپی نہیں ہوتی ان کے سروں پہ ٹوپی نہیں ہوتی وہ جانوروں کی طرح ٹائی لٹکاتے ہیں جانوروں کے گلے میں چوبیس گھنٹے رسی ہوتی ہے ان کے گلے میں بھی چوبیس گھنٹے ٹائی لٹکتی ہے جانور کھڑے کھڑے گھاس کھاتے ہیں یہ بھی کھڑے کھڑے کھانا کھاتے ہیں جانور کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں یہ الو بھی کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں "اولئك كالانعام"
اس لیے یہ قرآن پر نہ چلنے کی وجہ سے انسان اس سے بھی بدتر ہو گیا اور قرآن پہ

چلنے والا انسان فرشتوں سے بھی آگے "واذقال ربك للملآئكة السجدو الآدم" کہ اس کی عزت کرو قرآن میں یہ طاقت ہے۔

اس لیے ہم ضرورت قرآن کو محسوس کریں اور اس کی حقانیت پر یقین کریں۔

شہر ہا از گرد پائش ریختند
صد چمن از یک گلش انگیختند

-------☆-------

درس نمبر ۶

# تعوذ

## اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کی ابتدا میں بسم اللہ لکھی جاتی ہے لیکن اعوذ باللہ نہیں لکھی جاتی حالانکہ اعوذ باللہ کا مقام بسم اللہ سے مقدم ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ پڑھنے میں " اعوذ باللہ " پہلے ہے اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بعد میں ہے تو چاہیے کہ لکھنے میں بھی " اعوذ باللہ " پہلے اور " بسم اللہ " بعد میں۔

دوسری وجہ " اعوذ باللہ " کی تقدیم کی یہ ہے کہ اعوذ باللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم" جب آپ قرآن پڑھنا شروع کریں تو پہلے اعوذ باللہ پڑھیں اس وجہ سے بھی اعوذ باللہ کی کتابت بسم اللہ سے پہلے ہونی چاہیے۔

تیسری وجہ " اعوذ باللہ " کے مقدم ہونے کی یہ ہے کہ " اعوذ" سے مراد نقصانات سے بچنا کہ ہم خدا کی پناہ میں آتے ہیں شیطان کے نقصانات سے تو " اعوذ باللہ " کا مقصد دفع مضرت ہے اور بسم اللہ کا معنی منفعت ہے کہ ہم خدا سے مدد مانگ کر نفع حاصل کریں فلاح و بہبود حاصل کریں تو اعوذ باللہ کا مقصد مضرت کا دفاع ہے اور بسم اللہ کا مقصد منفعت کا ہے اور مضرت کا دفاع پہلے ہوتا ہے نفع بعد میں۔

ایک دکان دار کے پاس گاہک آتا اس کو گاہک سے توقع ہے کہ مجھے سو روپیہ نفع ملے گا لیکن اسی دوران اطلاع آگئی کہ تمہارے گھر میں آگ لگی ہے تو وہ نفع کو لات مارے گا اور پہلے آگ بجھائے گا" اعوذ باللہ " کا مقصد دفع مضرت ہے اور " بسم اللہ " کا معنی

جلب منفعت ہے اور دفع مضرت پہلے ہوتا ہے اور منفعت بعد میں ان تین وجوہات کی بنیاد پر " اعوذ باللہ " پہلے ہونی چاہیے۔

لیکن قرآن کے اول میں "بسم اللہ" لکھی جاتی ہے " اعوذ باللہ " نہیں اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان فرمائی کہ قرآن اللہ کا پاک کلام ہے باعظمت کلام ہے اور باکمال کلام ہے اور اعوذ باللہ میں شیطان کا نام ہے تو اللہ کو پسند نہیں ہے کہ میرے کلام کی ابتداء شیطان سے ہو۔ اس لئے مفسرین قرآن کے اول میں اعوذ باللہ نہیں لکھتے کہ اس میں شیطان کا لفظ ہے اور بسم اللہ کو لکھتے اس میں اللہ کا نام ہے اور شیطان کا ذکر ساتھ نہیں اس لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی جاتی ہے اور اعوذ باللہ من الشیطن نہیں لکھی جاتی شیطان کے دو معنی میں ایک " شیطن " کا معنی ہے دوری اور شیطان بھی خدا سے دور ہے رحمٰن سے دور ہے اور جنت سے دور ہے یا شیطان جلنے کو کہتے ہیں "شیطن" کے معنی جلنا یعنی شیطان ہمارا اتنا دشمن ہے کہ اور ہم پر اتنا غصہ میں ہے کہ یہ غصہ کے مارے قریب ہوتا ہے جل جانے کے۔

سائنسدان شیطان کے وجود کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ شیطان ہے ہی نہیں دلیل کہ ہمارے علم کی رسائی اس تک نہیں لیکن یہ ان کی جہالت ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عقل ناقص ہے شیطان کی پہچان تک پہنچ نہیں سکتی ہمارا علم ناقص ہے ہمارے علمی دائرے سے شیطان کی حقیقت باہر ہے اپنے عجز کا اقرار کریں نہ کہ شیطان کے وجود کا انکار۔

جیسے مچھلی پانی کا جانور ہے ساری زندگی مچھلی پانی میں گزارتی ہے وہاں پیدا ہوتی ہے وہاں پلتی ہے اس نے کبھی خشکی دیکھی نہیں لیکن اگر مچھلی انکار کرے کہ خشکی ہے ہی نہیں یہ اس کی حماقت ہے آپ نے نہیں دیکھی نہ دیکھنے سے نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ یا جو خشکی کا جانور ہے اس نے پانی نہیں دیکھا اب اگر وہ انکار کرے کہ پانی ہے نہیں تو یہ اس کی حماقت ہے یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے دائرہ وجود اور دائرہ علم سے باہر ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سمندر ہے

ہی نہیں اس لیے کہ اسباب کا دائرہ علم مادیات ہیں جو معدنیات اللہ تعالیٰ نے پٹرول کی شکل میں آئل کی شکل میں سونے کی شکل میں چاندی کی شکل میں ایٹم کی شکل میں گیس کی شکل میں پیدا فرمائے ہیں۔

خدا کی حقیت پہچانی فرشتے کی حقیقت پہچانی جنت اور دوزخ کی حقیقت پہچانی شیطان کی حقیقت پہچاننی یہ سائنس کے دائرہ علم سے خارج ہے یہ وحی کا کام ہے۔

ہر چیز کے لئے اللہ نے ایک دائرہ بنایا دیکھو چکھنے کے لئے یہ منہ بنایا اس میں ٹنوں کی چیز آپ چکھ سکتے ہیں لیکن زبان اگر یہ کہہ دے کہ سونگھنے کی حقیقت ہی نہیں ہے وہ غلط ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اس کے لیے ایک اور دائرہ مقرر کیا تھا سونگھنے کے لیے ناک ہے اور اب ناک ٹنوں کی خوشبو سونگھ سکتی تھی لیکن اگر ناک کہے کہ دیکھنا کوئی حقیقت نہیں ہے تو یہ اس کی جہالت ہے کیونکہ دیکھنے کے لیے اللہ نے آنکھ کو پیدا کیا۔

اور آنکھ لاکھوں چیزوں کو دیکھ سکتی ہے لیکن اگر آنکھ انکار کرے کہ سننا کوئی حقیقت نہیں ہے تو وہ غلط ہے اللہ نے اس کے لیے کان کا دائرہ پیدا کیا اور اگر کان کہے کہ یہ سننا کام ہے سمجھنا کچھ بھی نہیں ہے تو یہ اس کی غلطی ہے اس کے لئے اللہ نے سمجھنے کے لیے عقل پیدا کی اور جب عقل زبان کے علاوہ ناک کے علاوہ آنکھ اور کان کے علاوہ ہے تو عقل بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ میرے بعد کوئی علم کا دائرہ نہیں ہے اگر عقل تمام دائروں کے بعد ایک علمی دائرہ ہے۔ تو عقل کے بعد ایک دائرہ ہے وہ وحی کا دائرہ ہے اس لیے سائنسدان کا انکار شیطان سے غلط ہے باقی شیطان کو اللہ نے پیدا کیوں کیا ہے جب یہ خدا کی رحمت سے دور ہے خدا سے دور ہے جنت سے دور ہے اور انسان کو دیکھ کر غصے کے مارے جل جاتا ہے تو اس کا نام شیطان رکھا گیا تو پھر شیطان شر ہے اور شر کا پیدا کرنا خدا کا کام ہے اور خدا کے کام میں خیر و برکت ہے۔ اگر شیطان نہ ہوتا تو چور نہ پیدا ہوتے چور نہ ہوتا نہ کوئی تالا خریدتا نہ کنڈی لگاتا نہ دروازہ لگاتا نہ کوئی چوکیدار رکھتا شیطان نے چور پیدا کیا تو لوہار کو نوکری مل گئی تالا بیچ رہا ہے پیسے لے رہا ہے کنڈی بیچ رہا ہے مال لے رہا ہے دروازہ بنا رہا ہے پیسہ لے

رہا ہے۔

رات کو اٹھانے کے لیے اگر کوئی آدمی چور ڈاکو نہ ہوتے تو مال باہر پڑا ہوتا کوئی اٹھانے والا نہ ہوتا تو شیطان نے چور ڈاکو قاتل کو پیدا کیا ادھر رات کی نوکری مل گئی اب وہ چوکیداری کر رہا ہے کمرہ بنا رہا ہے چھت ڈال رہا ہے اگر شیطان نہ ہوتا تو چوکیدار کو تنخواہ نہ ملتی یہ چوکیداروں پر شیطانوں کا احسان ہے اب جب اس نے چور بنائے تو بندہ ان سے گھبرا گیا جب گھبرایا تو اس نے چوکیدار رکھ لیا۔

بلکہ اگر شیطان نہ ہوتا تو یہ جج یہ وکیل کچہری کے منشی انکو بھی پیسہ تنخواہ نہ ملتی یہ تو شیطان نے دو بندوں کو لڑا دیا اور تم نے عدالت بنائی جج بٹھایا جو تمھارا فیصلہ کر کے پیسہ لیتا ہے تنخواہ لیتا ہے وکیل رکھ لیے کہ تم ان کے لیے مقدمہ دیکھ کر سناؤ اور منشی کو رکھا کہ تم یہ مقدمہ بیٹھ کر لکھو۔

اب دیکھو شیطان نے ادھر لوہاروں کو پیدا کیا ادھر چوکیداروں کو پیدا کیا ادھر ججوں کی روزی لگا دی وکیلوں کی روزی لگا دی اور مولویوں کی روزی بھی لگائی اگر شیطان نہ ہوتا تو یہ عوام الناس فرشتے ہوتے تو مولوی کو وعظ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی یعنی نماز پڑھانے کی ضرورت نہ پڑتی دعوت وتبلیغ کی ضرورت نہ پڑتی سب فرشتے ہوتے۔

شیطان نے آ کر سب کو چرسی بنایا بھنگی بنایا ڈاکو بنایا اب ان کو سمجھانے کے لیے منبر کی ضرورت ہے تقریر مصلے کی ضرورت ہے مولوی کی تنخواہ لگ گئی تو گویا یہ دنیا کا، بازار گرم ہے تو شیطان کے دم سے مگر شیطان تو شر ہے اور اس کی پیدائش وہ خدا کا کام ہے اس میں شر نہیں ہے اس میں بہت بڑی حکمت ہے

شیطان انسان کے دل کا ڈاکو ہے اور انسان کا دل قلعہ ہے شیطان نے اس قلعے میں گھسنے کے لیے تین دروازے بنائے ایک دروازے کا نام رکھا ہے شہوت کہ مرد جب نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ جائے تو اب ہاتھ سے تسبیح گر جاتی ہے اس شہوت کے گیٹ سے شیطان انسان کے دل میں گھسا اس گیٹ سے وہ گھس کر اندر جا کر اس کی آنکھ کو آوارہ کرتا

ہے زبان کو آوارہ کرتا ہے ہاتھ کو آوارہ کرتا ہے دل ودماغ کو آوارہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہ پہلا دروازہ ہے دوسرا دروازہ جو شیطان نے انسانی قلب کے قلعہ میں بنایا ہے وہ غضب ہے انسان کو جب غصہ آتا ہے تو وہ باپ کو بھی معاف نہیں کرتا بھائی کو بھی معاف نہیں کرتا بیوی کو بھی معاف نہیں کرتا اس کو طلاق دے دیتا ہے معاف نہیں کرتا معاشرے میں وہ ایک مست ہاتھی بن جاتا ہے تو شیطان جو انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے دل کے قلعہ میں جاتا ہے۔ تو غضب کے گیٹ سے اندر جاتا ہے اور تیسرا گیٹ تکبر کا ہے انسان کی عقل کو شیطان اتنا نشہ پلاتا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ یہ دوسرے تو انسان ہی نہیں ہیں اگر ہو تو تم ہو دوسروں کو تو حق ہی نہیں ہے بات کرنے کا اگر بات کرنے کا حق ہے تو تم کو ہے تم حکم چلانے کے قابل ہو باقی تو غلام ہیں تکبر آجاتا ہے ان تینوں گیٹوں کو تالا لگایا جاتا ہے جس چیز سے اس کا نام علم ہے۔

علم کی وجہ سے عقل پست ہو جاتی ہے تکبر سے بچتی ہے غرور سے بچتی ہے دوسروں کی توہین سے بچتی ہے اور اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ کا نعرہ نہیں لگاتی شرک سے بچتی ہے علم کا یہ فائدہ ہے۔ علم شخص کے گیٹ پر آتا ہے تو تالا لگا دیتا ہے پھر حرام اور حلال کی تمیز پا لیتا ہے حرام سے بچتا ہے اور زنا سے بچتا ہے جب غضب کے گیٹ پر آتا ہے تو غضب کے گیٹ کو بند کر کے انسان کو لڑنے سے قتل کرنے سے بچاتا ہے۔

اس لیے اللہ نے فرمایا جنتی لوگ وہ ہیں "الذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر" کہ تکبر کر کے اپنے آپ کو خدا نہیں مانتے ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق"

اور غصہ نہیں کرتے کہ دوسروں کو قتل کریں "ولا یزنون" اور شہوت پر انکا قابو ہوتا ہے وہ زنا سے بچتے ہیں تو گویا کہ انسان سمجھے کہ میرا دل قلعہ ہے اس میں پہلا نقب شہوت ہے دوسرے نقب کا نام ہے تکبر تیسرے کا نام غضب ہے بلکہ یہ سمجھے کہ میرا دل

تالاب ہے اس تالاب میں جو پرنالے گرتے ایک شہوت کا پرنالا ایک غضب کا پرنالہ ہے اور ایک تکبر کا پرنالہ ہے اگر ان پرنالوں کو میں بند نہ کروں تو میرا دل چھپڑ بن جائے گا اس لئے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھی جاتی ہے کہ میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں اس شیطان رجیم سے۔

بلکہ انسان یہ تصور کرے کہ میرا دل آئینہ ہے آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے آئینہ اس کا نقش اتار لیتا ہے تو جب خواہشات اس کے سامنے آئیں زنا کی خواہش ہو قتل کی خواہش ہو تکبر کی خواہش ہو جس طرح تصویر آئینہ کے اندر گھس جاتی ہے اس طرح خواہشات دل کی گہرائیوں میں گھس جاتی ہیں انسان اپنے دل کے سامنے غلط خواہشات کو آنے نہ دے اگر آجائیں تو فوراً پڑھے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

شیطان کے بعد رجیم کا لقب ہے رجیم اس آدمی کو کہتے ہیں جس کو سنگسار کیا جائے شیطان کو فرشتے سنگسار کرتے ہیں "فأتبعه" کہ جب یہ فرشتوں کی بات سننے کے لیے اوپر جاتا ہے تو فرشتے اس کو سنگسار کرتے ہیں ستاروں کے ذریعے اس کو مارتے ہیں جو ستارہ ٹوٹتا ہے شیطان کی وجہ سے۔

اب رہی یہ بات کہ شیطان اتنا بڑا دشمن ہے اور اعوذ باللہ اتنی کم ملی ہے کہا "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" کے ذریعہ شیطان سے کیسے بچ سکتا ہے تو امام رازیؒ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑا علاج ہے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" یہ "اعوذ باللہ" کا پڑھنا ایسا ہے جیسے ہم یہاں بیٹھے ہیں اور ہمارا چھوٹا بچہ گلی میں ہے اور اس کو کوئی ڈاکو اٹھا کر اغواء کر لینا چاہتا ہے اور وہ چھوٹا آپ کو پکارے اور اس اغواء کرنے والے کو پتہ چلے کہ اس نے پکارا ہے اور اس کو یہ بھی علم ہو کہ جس کو اس نے پکارا ہے اس نے اس کی پکار سنی اور یہ بھی معلوم ہو کہ جس کو پکارا ہے وہ مجھ سے طاقتور ہے تو وہ اغواء کرے گا یا بھاگ جائے گا ضرور بھاگ جائے گا۔ تو شیطان ہمیں اغواء کرنے کے لیے آتا ہے تو ہم کہتے ہیں "اعوذ باللہ" یا اللہ یہ اغواء کرنا چاہتا ہے۔ شیطان کو علم ہوا کہ اس نے خدا کو پکارا ہے اور یہ بھی

شیطان کو علم ہوا کہ خدا نے اس کی پکار کو سنا اور یہ بھی شیطان کو علم ہے کہ خدا مجھ سے طاقتور ہے تو شیطان رہے گا یا بھاگے گا ضرور بھاگے گا اس لیے "اعوذ باللہ" یہ معمولی اعلاج نہیں لیکن اگر ہم اس کا معنی سمجھ لیں کہ میں بہت بڑی طاقت کا سہارا لیتا ہوں جو کہ اللہ ہے اس سہارا لینے کے بعد پھر شیطان ٹھہر نہیں سکتا وہ بھاگ جاتا ہے

آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ جس گلی سے آپ گزرتے ہیں شیطان وہ گلی چھوڑ دیتا ہے اس کو پتہ ہے کہ جس سہارا کو یہ لے کر بیٹھا ہے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تو " اعوذ باللہ" لکھی تو نہیں جاتی کہ اس میں لفظ شیطان ہے اور اللہ اپنے کلام پاک کا آغاز شیطان سے نہیں کرتے۔

اس لیے " بسم اللہ" لکھی جاتی ہے اعوذ باللہ نہیں لکھی جاتی۔

-------☆-------

درس نمبر ۷

# تعوذ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیطان نے اپنی زندگی کے دو مقاصد بنائے ہیں ایک مقصد ہے انسان سے انتقام اور دوسرا مقصد ہے خدا سے بغاوت۔بس شیطان کے دو مقاصد ہیں انسان سے انتقام بدلہ لینا اور خدا سے بغاوت۔

انتقام اس لئے لینا چاہتا ہے کہ انسانیت کے باپ آدم علیہ السلام کی وجہ سے شیطان کو جنت سے آسمانوں سے فرشتوں سے نکال کر ملعون بنایا گیا شیطان کو وہ غصہ تھا کہ نہ یہ پیدا ہوتا نہ مجھے سجدے کا حکم ملتا نہ میں سجدے سے انکار کرتا نہ مجھے جنت آسمان فرشتوں سے نکالا جاتا۔ مجھے تو جنت سے نکالا گیا آسمانوں سے اتارا گیا فرشتوں سے نکالا گیا اس کا واحد سبب آدم علیہ السلام ہے پس آدم علیہ السلام کا بدلہ ان کی اولاد سے لوں گا انہوں نے مجھے جنت سے نکالا میں بھی انہیں جنت میں جانے نہیں دوں گا۔اس لیے شیطان نے اس مقصد حاصل کرنے کے لیے کہا تھا "انظرنی الی یوم یبعثون " کہ میں نے تو انتقام لینا ہے اور اس آدم کے بیٹے سے تو قیامت تک مجھے مہلت دو تا کہ قیامت تک جب تک انسانیت ہے میں اس کو گمراہ کروں گا اور آدم کا بدلہ اس کی ساری اولاد سے لوں گا اللہ نے فرمایا "انك من المنظرین" کہ تجھے مہلت دے دی گئی حدیث مبارک میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ سے شکایت کی کہ آپ نے شیطان کو مسلط کیا قیامت تک زندگی اور مہلت دی میری

اولاد کو گمراہ کرنے کی یہ تو میرا انتقام میری ساری اولاد سے لے گا تو اللہ نے آدم علیہ السلام کو اس کے جواب میں توبہ کی دولت عطا فرمائی کہ یہ ساری زندگی تمہاری اولاد سے گناہ کروائے لیکن تمہاری اولاد بھی توبہ دل کی گہرائیوں سے کرے تو شیطان کا تمام کیا دھرا ضائع ہو جائے گا۔ یہ پہلا مقصد تھا شیطان کا اور اس کے بارے میں گفتگو تھی" رب انظرنی الی یوم یبعثون" اللہ نے فرمایا" انك من المنظرین"

دوسرا مقصد شیطان کا خدا سے بغاوت ہے خدا نے ہمیں حکم دیا" ایاك نعبد" کہ مجھ ہی کو معبود بناؤ شیطان نے خدا کی بغاوت کر کے بت کی عبادت سبز درخت کی عبادت سورج کی پرستش آگ کی پرستش چلتے پانی کی پرستش انسان سے کروا کے غیر اللہ کی عبادت میں مشغول کیا تا کہ خدا سے بغاوت ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا" یا بنی آدم لا تعبدوا الشیطن" "ایاك نعبد" پر عمل کرو اور شیطان کا کہا مان کر غیر اللہ کی عبادت مت کرو مت سر جھکاؤ نہ غیر اللہ کے نام منت مانو نہ غائبانہ حاجات میں غیر اللہ کو پکارو نہ کسی کو مشکل کشا سمجھو" یا بنی آدم لا تعبد الشیطن انه لکم عدو مبین" یہ دوسرا مقصد تھا انسان سے انتقام خدا سے بغاوت یہ شیطانی زندگی کے دو مقاصد ہیں۔

ان دو مقاصد میں شیطان چار تدابیر سے کامیابی حاصل کرتا ہے ایک یہ کہ انسانوں کا تعلق قرآن سے توڑ دے انسانی زندگی کے تمام شعبے بلب اور راڈ کی مانند ہیں اور جیسے اس راڈ میں بجلی بھیجنے والی مشین بجلی گھر ہے تو اسی طرح انسان کی آنکھ میں نور کان میں نورانی باتیں زبان پر نورانی باتیں دل و دماغ میں نورانی علم پاؤں میں نورانی جگہوں کی طرف چلنا یہ کرنٹ کہاں سے آتا ہے یہ بجلی بنانے والی مشین قرآن ہے جیسے بلبوں کا کنکشن پاور ہاؤس سے کٹ جائے تو تمام بجھ جاتے ہیں تو انسانی اعضاء اور انسانی زندگی کے شعبوں کا تعلق قرآن یعنی بجلی گھر سے کٹ جائے تو تمام بجھ جاتے ہیں۔

(ا) ان دو مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے شیطان کی پہلی تدبیر یہ ہے کہ لوگوں کا تعلق قرآن سے توڑے اور آج اس تدبیر میں شیطان کامیاب ہو چکا ہے بڑے

بڑے دینی مدارس میں اتنے طلباء نہیں ہیں جتنے انگریزی پرائمری سکول میں بچے پڑھتے ہیں یہ انگریزی تعلیم کیا ہے لوگوں کا قرآن سے تعلق توڑ دینا یہ شیطان کی پہلی تدبیر ہے وہاں فیس بھی دیں گے کالج کا یونیفارم بھی پہنائیں گے آنے جانے کی سواری کا بھی انتظام کریں گے اس کے باوجود کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والوں کے لیے جگہ نہیں ہے اور دینی مدارس میں پڑھنے والے نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ شیطان اپنی اس تدبیر میں ۹۰ فی صد کامیاب ہو چکا ہے سرکاری تعلیمی اداروں میں لوگوں کو بھیج کر ان کا تعلق مسجد سے کاٹ دیا مسجد سے انکا تعلق نہیں ہے جتنا کالج اور یونیورسٹی سے ہے باہر انگریزی اداروں سے ہے وہاں کی ڈگریوں کے پیچھے لوگ بھاگے جا رہے ہیں ظاہر بات ہے جو روشنی قرآن سے مل سکتی ہے وہ سرکاری اداروں سے نہیں مل سکتی یہ خالص عرش والی کتاب ہے اس میں غلطی گندگی کی ملاوٹ نہیں اور انگریزی اخلاق ان کی عریانیوں کی علامت ہے۔

ملاوٹ والی چیز سے خالص چیز اچھی ہوتی ہے اور ہماری بھی فطرت ہے ہم دیسی مرغ کو پسند کرتے ہیں ولایتی مرغ کو پسند نہیں کرتے دیسی گھی کو پسند کرتے ہیں ولایتی گھی کو پسند نہیں کرتے دیسی سبزیوں کو پسند کرتے ہیں ولایتی سبزیوں کو پسند نہیں کرتے دیسی گائے کا نکالا ہوا دودھ پسند کرتے ہیں لیکن ڈبوں سے نکلا ہوا دودھ پسند نہیں کرتے۔ لیکن یہاں دیسی علم پسند نہیں ہے اور ولایتی علم پسند ہے شیطان اس تدبیر میں نوے فیصد کامیاب ہے کہ لوگوں کا تعلق قرآن سے کاٹ دیا اب انسانی اعضاء کی روشنی قرآنی بجلی گھر سے نہیں ہے لندن کی یونیورسٹیوں سے آتی ہے۔

(۲) دوسری تدبیر شیطان کی امت کو علماء سے کاٹنا ہے کہ قرآن تو بجلی گھر ہے اور ہر فرد بلب کی مانند ہے اور یہ علماء لائن مین ہیں کہ ہر انسان کا کنکشن قرآن سے جوڑتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ پہلے تو بجلی گھر سے ان کا کنکشن کاٹو اور اب لائن مینوں سے ان کو ناواقف کرو۔ آج اگر کسی شہری سے پوچھا جائے کہ شہر میں کتنے علماء ہیں تو کہتے ہیں پتہ نہیں میرا

ایک دوست ہے کہتا ہے کہ میں چار ماہ کے لئے تبلیغ میں گیا جب واپس آیا تو مسجد کا صدر کہتا ہے کہ مولوی دو تین دن سے نظر نہیں آ رہا اتنی قدر ہے مولوی کی لیکن اگر ان سے پوچھیں کہ شہر میں کتنے تھیٹر ہیں تو بتائیں گے کتنی فلمیں ہیں تو بتائیں گے اور کتنے ایکٹر ہیں تو بتائیں گے شیطان کی دوسری تدبیر یہ ہے کہ علماء جو قرآنی بجلی گھر کے لائن مین ہیں ان سے تعلق کاٹ دو آج علماء سے تعلق کٹ چکا ہے بس دو کنکشن لگاتے ہیں ایک جنازہ ہو تو آؤ جنازہ پڑھاؤ نکاح ہو تو آؤ پڑھاؤ بس آگے نکاح کے اصول کیا ہیں وہ انگریز بتائے گا۔ یہ دوسری تدبیر شیطان کی ہے کہ لائن مینوں سے امت کا تعلق کاٹ دو اور انہوں نے کاٹ دیا۔

(۳) اور تیسری تدبیر شیطان کی اپنے مقاصد میں کامیابی کی یہ ہے کہ امت کے ٹکڑے ٹکڑے کرے تاکہ یہ آپس میں لڑیں اور میری اولاد کفار کے ساتھ صلح میں رہے۔ آج ایسے ہی ہے ایک پارٹی والے امریکہ کو سجدہ کرتے ہیں دوسری پارٹی والے بھی امریکہ کو سجدہ کرتے ہیں کہ دوسروں کو نہ آنے دو اور پیپلز پارٹی وہاں جا کر لیٹ جاتی ہے کہ ان دونوں کو اڑا دو شیطان نے کیسی تدبیر کی ان کو آپس میں لڑا کر ہر ایک کو امریکہ کے جوتوں کے سامنے جھکا دیا اور یہ سارے امریکی اولاد ہیں۔

ہر ایک امریکہ سے مدد مانگتا ہے کہ میری مدد کر کے دوسرے کو مارو وہ کہتا ہے کہ میری مدد کر کے اس کو مارو تیسرا کہتا ہے میری مدد کر کے ان دونوں کو مارو۔ اب شیطان نے ہر ایک ٹولے کو امریکہ کے ساتھ جوڑ دیا اور اپنے بھائی سے توڑ دیا امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

(۴) چوتھی تدبیر ابلیس کی اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے یہ ہے کہ وہ بد اعمال کو حسین بناتا ہے۔ "وزین لهم اعمالهم" یہ چوتھی تدبیر ہمیں قرآن نے بتائی تاکہ ہمیں متنبہ کرے کہ چوکنے رہو ان تدابیر سے شیطان تمہارے اعمال کو لوٹتا ہے برے اعمال کو حسین بنائے گا نامحرم کی صورت ذہن میں لائے گا اس کا تصور دل و دماغ میں جمائے گا اس کے خوبصورت لباس خوبصورت جسم سے جذبات کو ابھارے گا اور زنا میں انسان کو مبتلا

کرے گا اور زنا کی جو برائی ہے وہ چھپائے گا یہ نہیں کہے گا کہ اگر پکڑے گئے تو سنگسار ہوں گے شرعی زندگی ختم ہوگی جیل میں جاؤ گے بے عزتی ہوگی نسل تباہ ہو جائیگی۔ چوری، ڈاکہ، جوا، سود حسین بنائے گا کہ مفت کا مال ہے سب کرو لیکن یہ نہیں کہے گا کہ سود سے تمہاری آخرت تباہ ہو جاتی ہے تمہاری دنیاوی زندگی صحت بھی بگڑ جائیگی۔ "وزین لھم اعمالھم"

مقاصد دو تھے انسان سے انتقام، خدا سے بغاوت ان دو مقاصد کے لیے یہ چار تدابیر شیطان نے اختیار کیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان الشیطٰن لکم عدو مبین" سب سے بڑا پہلوان وہ ہے جو شیطان کا مقابلہ کرے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے کہ من کی بجائے دس من کا پتھر اٹھالے پہلوان وہ ہے کہ شیطان غصہ دلائے اور یہ ہضم کرلے شیطان شہوت ابھارے اور یہ قابو پالے شیطان غرور اور تکبر دلائے اور یہ پستی اور عاجزی کا مظاہرہ کرے وہ پہلوان آدمی ہے جو شیطان کے ساتھ کشتی لڑے اسی شیطان کے بارے میں ہے پڑھو "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"۔

------☆------

درس نمبر ۸

# تعوذ

اعوذباللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اعوذ باللہ"

شیطانی تدابیر کا بیان تھا انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان بہت سی تدابیر کرتا ہے۔

اس میں سے ایک تدبیر ہے کہ اس کو نیکی سے روکے اور گناہ میں پھنسائے اور یہ اعلان ابلیس نے روز اوّل سے کیا تھا۔"لاقعدن لھم صراطك المستقیم ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم و لاتجد اکثرھم شاکرین" یہ راستے میں بیٹھنا آگے پیچھے دائیں بائیں سے حملہ کرنا اس لیے ہے کہ انسان کو نیکی سے روکے اور گناہوں میں پھنسائے۔

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان ایک تدبیر یہ کرتا ہے کہ اگر شیطان اس تدبیر میں ناکام ہوجاتا ہے اور انسان نیکی کرنے لگ جاتا ہے تو شیطان اس نیکی کرنے والے کو گمراہ کرنے کی یہ تدبیر کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے یہ بزرگ ہے اس کو کھلاؤ پلاؤ پیسہ دو شیطان کا مقصد یہ ہے کہ اس کا نفس موٹا ہو یہ خواہش پرست اور نفس پرست بنے تو جب اسکی نفسانی خواہشات بڑھ جائیں گی تو وہ میرے مددگار ہوں گے تو پھر اس کو قابو کرنا آسان ہوگا تو بے علم لوگ جب دیکھتے ہیں کہ لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مجھے کھلاتے پلاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بس منزل آگئی ہے مزید نیکی کی ضرورت نہیں ہے

مفت کی روٹی ہے کھا رہا ہوں۔

لیکن جن کو اللہ کی توفیق شامل حال ہو وہ کہتے ہیں کہ یہ کھانا مقصد نہیں ہے وہ کہتے ہیں میری منزل اس سے آگے ہے آگے شیطان تدبیر کرتا ہے کہ اس نیک آدمی سے کچھ کشف وکرامات نمودار ہوتی ہیں تو لوگ اسکے ہاتھ چومتے ہیں اسکے جوتے سیدھے کرتے ہیں اس کے ساتھ چلنے لگتے ہیں تو شیطان اس کو کہتا ہے اب منزل آگئی ہے اب محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے مفت کے نوکر ملے ہیں عزت ہو رہی ہے لوگ ہاتھ پیر چوم رہے ہیں تو کم ہمت لوگ وہاں رُک ہو جاتے ہیں۔ لیکن جسکو خدا کی توفیق شامل حال ہوتی ہے وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے کہ کشف وکرامات منزل نہیں ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے کہ ہزار کراموں سے ایک استقامت بہتر ہے

"بر ہوا پری مکسے باشی۔ برآب روی خسے باشی۔ دل بدست آری کسے باشی"

اگر آپ کرامت سے ہوا میں اڑیں تو کیا ہوا مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے آپ اڑے تو کیا ہوا اگر آپ سمندر میں تیرے تو کیا ہوا ایک تنکا بھی پانی کی سطح پر تیرتا ہے ڈوبتا نہیں آپ ایک تنکا بنے تو کیا ہوا۔ " دل بدست آری " دل سے مراد اللہ ہے اللہ کی اطاعت میں رہو اس کو خوش رکھو تب آپ مرد بنو گے تو جو کم ہمت لوگ ہیں وہ کشف و کرامات کو دیکھ کر رک جاتے ہیں۔

شیخ خود فرماتے ہیں کہ آدھی رات میں فضا چمک اٹھی یہ چمک شیطان کی تھی مجھے گمراہ کرنے کے لیۓ اللہ نے میرے دل میں القا کیا کہ شیطان ہے بچو تو میں نے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ " پڑھا تو شیطان دفع ہوا لیکن بھاگتے بھاگتے اس نے آواز دی کہ میں نے یہاں ہزار ہا اولیاء کو گمراہ کیا تھا مگر تیرے علم نے تجھے بچالیا اب بھی اس میں مجھے گمراہ کرنے لگا کہ خدا نے نہیں علم نے بچایا تو اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ علم نے نہیں خدا کے فضل نے بچایا۔

جس آدمی کی ہمت زیادہ ہو اور خدا کی توفیق شامل حال ہو وہ کشف وکرامات سے

گزرتا ہے جب گزرتا ہے دین کے راستے میں تو اب اس پر کچھ امتحانات آتے ہیں اور شیطان اس کو گمراہ کرتا ہے حکومت کی طرف سے جیل بھیج دیا جاتا ہے اس کی مار پٹائی ہوتی ہے اس کی جائیداد ضبط ہو جاتی ہے اور جو بزدل آدمی ہے وہ وہیں ٹھہر جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا جب میں نے بادشاہ کے خلاف علماء کا اجلاس بلوایا کہ حکومت خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا رہی ہے تو ان کے ساتھ مقابلہ کریں تو ایک ہزار علماء نے رات کو میرے ساتھ دستخط کیے کہ ہم تختہ دار تک جانے کے لیے تیار ہیں مگر آدمی رات میں بادشاہ نے کچھ سونے کی اشرفیاں مولویوں کے گھر بھیج دیں صبح پتہ چلا ہزار میں نوسو پھر گئے انہوں نے کہا ہمارے بس کی بات نہیں ہے دین کا محافظ اللہ ہے ہم کون ہیں نوسو بھاگ گئے لالچ کی وجہ سے ایک سورہ گئے وہ ایک سو جنہوں نے جو اشرفیاں ٹھکرائیں تھیں فرمایا ہم چل پڑے تو پولیس آئی انہوں نے کہا کہ دربار میں جلاد کھڑے ہیں کوڑے انکے ہاتھ میں ہیں پھانسی کے تختے تیار ہیں جو توبہ نہ کرے ان کو کوڑے پڑیں گے تختہ دار پر چڑھایا جائے گا۔ فرمایا کہ ننانوے مولوی پھر گئے میں بادشاہ کے دربار میں تنہا پہنچا یہ شیطان کی تدابیر ہیں گمراہ کرنے کے لئے حضرت کو جیل میں ڈالا کوڑے مارے ہاتھ پیر باندھے شہید ہو گئے جب رات کے وقت امام احمد ابن حنبلؒ کا جنازہ جیل سے نکالا گیا تو اتنے لوگ دیکھنے کے لئے آئے تھے کہ کچھ لوگ درختوں پر چڑھے تھے کچھ چھتوں پر چڑھے تھے کوئی دجلہ کے بحری جہازوں پر چڑھے تھے کہ آپ کا چہرہ دیکھیں درختوں سے چھتوں سے گرنے والے لوگ جو مرے تھے ان کی تعداد بائیس ہزار تھی اور جنازہ میں تا حد نگاہ لوگ تھے اور آسمان سے آواز آئی "هکذا جنائز آئمة السنة" کہ جو سنت پر چلنے والے ائمہ ہیں انکے جنازے اس طرح ہوتے ہیں ان کے جنازے پر آسمان کے فرشتے پڑھا کرتے ہیں۔

جب ان مصائب میں انسان پہنچتا ہے تو شیطان حکومت وقت کو ابھارتا ہے تدبیر کرتا ہے گمراہ کرنے کی جو بزدل لوگ ہیں وہ ہزار میں سے نوسو ننانوے بھاگ جاتے ہیں اور جو امام احمد بن حنبلؒ جیسے حق پرست لوگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ منزل نہیں ہے منزل خدا کا

دیدار ہے۔"یا آیھا الانسان انك کادح الی ربك کدحا فملقیه" اے انسان آپ مشقت اٹھا اٹھا کر تب خدا سے ملنے والے بنیں گے یہ صرف اہل علم ہی تمام منازل طے کر کے خدا تک پہنچتے ہیں پہنچنے کے بعد اللہ وہاں اعلان کرتے ہیں

"ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون " لیکن وہ جو "لا یعلمون" تھے وہ کھانوں میں پھنس گئے وہ کشف وکرامات میں پھنس گئے حکومت کی رشوت میں پھنس گئے حکومت کی دھمکی میں وہ پھنس گئے لیکن جو "یعلمون" تھے وہ مجھ تک پہنچ گئے۔

یہ شیطانی تدابیر ہیں کہ نیکی سے رو کے گناہوں میں پھنسائے۔ابن عربی نے لکھا ہے کہ شیطان کا حافظہ خراب تھا اس نے کہا میں آگے سے بھی آؤں گا پیچھے سے بھی دائیں سے بھی بائیں سے بھی یہ نہیں کہا کہ اوپر سے بھی۔اللہ نے اس کے ذہن سے نکالا کہ اوپر سے میری رحمت برستی ہے۔لیکن بشرطیکہ انسان ثابت قدم رہے۔

انسان کی تدابیر میں سے یہ ہے کہ انسان خود رائے بن جاتا ہے کہ جو میری عقل میں آئے وہ ٹھیک ہے وہ فوراً کام کر گزرتا ہے لیکن دیکھو اگر بیمار ڈاکٹر کی رائے نہ مانے اپنی رائے پر چلے ڈوب جائے گا ایک معصوم بچہ باپ کا کہا نہ مانے اس کی رائے پر نہ چلے اپنی رائے پر چلے تو وہ تو انگارے کو بھی موتی سمجھ کر منہ میں ڈالے گا اور جل جائے گا اگر ایک اندھا بینا کی رائے پر نہ چلے اپنی رائے پر چلے تو وہ کنویں میں گر جائے گا۔

تو اگر ہم اپنی رائے پر چلیں خدا کی رائے کو چھوڑ دیں تو ڈوب جائیں گے۔اس لئے یہ خود آرائی کہ جو کچھ میری عقل میں آئے وہ ٹھیک ہے یہ خود پسندی بھی شیطان کی گمراہ کرنے کی ایک تدبیر ہے۔مجھے لال جوڑا پسند ہے تو میں نے لال پہن لیا اب میں نے خود پسندی میں خدا پسندی چھوڑ دی کہ لال جوڑا مرد کے لیے حرام ہے مجھے سونے کی زنجیر پسند ہے سونے کی انگوٹھی پسند ہے یہ خود پسندی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مرد کے لئے سونا ریشم حرام ہے یہ خود پسندی ناجائز ہے۔اس لیے حضرت عمرؓ نے ایک دن مجلس سے اٹھ کر گھر گئے

اور مشکیزہ اٹھایا اور مسجد نبوی ﷺ سے بھرا اور قریبی گھر میں پانی دیا پھر بھرا دوسرے گھر میں دیا مسجد نبوی ﷺ کے قریب چالیس گھروں میں پانی پہنچایا واپس آکر مشکیزہ رکھا اور مجلس میں بیٹھ گئے لوگوں نے کہا حضرت کیا ہوا فرمایا قیصر روم کے سفیر آئے تھے انہوں نے میری بڑی تعریف کی تو میرا نفس موٹا ہوگیا یہ خود پسندی تھی اس خود پسندی کو مارنے کے لیے میں نے یہ عمل کیا۔

حضرت علیؓ نے ایک دن نیا سوٹ پہنا بڑا پسند آیا سوچا خود پسندی ٹھیک نہیں ہے قینچی منگوائی یہاں سے ایک آستین کاٹا اور یہاں سے ایک پانچہ کاٹ دیا اور فرمایا یہ مجھے پسند آیا اور اس پسند کو توڑنے کے لئے میں نے یہ قدم اٹھایا اس لئے شیطان ملعون ہے وہ ہمیں بھی خدا کی رحمت سے دور کرنا چاہتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان نے ایک عالم کو کہا کہ اس آیت کا کیا ترجمہ ہے انسانی شکل میں آیا شیطان کے لیے فرشتوں اور جنات کے لیے شکل تبدیل کرنا ایسا آسان ہے جیسے ہمارے لیے کپڑے تبدیل کرنا آسان ہے ایک کو اتارا اور دوسرا پہن لیا۔ اسی طرح شیطان انسان کی شکل، سانپ کی شکل، بچھو کی شکل درخت کی شکل جو چاہے اختیار کرے ایک بزرگ کی شکل میں ایک عالم کے پاس آیا اور کہا اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ "وسعت رحمتی کل شئی" کہ میری رحمت ہر شے کو شامل ہے تو ہر شے میں تو شیطان بھی ہے شیطان بھی شامل ہے آپ کیوں " اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم " پڑھتے ہیں وہ تو مرحوم مغفور ہے اب اگر آپ کو کہتا تو آپ معافی مانگتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ آپ کو مایوس نہیں کروں گا اور آئندہ آپ میرے گہرے دوست ہوئے لیکن وہ عالم تھے اس نے بھی اس کو کہا کہ "وسعت رحمتی کل شئی" آگے بھی پڑھو آگے کیا ہے اللہ نے فرمایا ہے کہ "الذین یتقون" میں یہ رحمت دوں گا لیکن "الذین یتقون" وہ لوگ جو کفر، شرک، بدعت اور گناہوں سے بچتے ہیں اس قید نے شیطان کو نکال دیا وہ " کل شئی " عام مخصوص البعض بنا کہ میں یہ رحمت ان کو دوں گا "الذین یتقون" جو متقی لوگ ہیں۔

اللہ نے شیطانی تدابیر سے بچنے کے لئے ہمیں ایک دم بتایا۔ "اعوذ باللہ من

الشیطٰن الرجیم" اب اس دم میں اتنا اثر کیوں ہے کہ شیطان دفع ہو جاتا ہے۔ بھئی اللہ نے فرمایا "ادعونی استجب لکم" مجھے اپنی مدد کے لئے پکارو میں پہنچ جاؤں گا تو "اعوذ باللہ" ہم نے خدا کو پکارا کہ اے اللہ شیطان کے مقابل میں ہماری مدد کرو تو "استجب لکم" پر اللہ عمل نہیں کرے گا ضرور مدد کرے گا۔

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی سے شیخ ابوعلی سینا نے پوچھا کہ جناب ہماری طب کا اصول ہے کہ جو بیماری ٹھنڈی ہو تو ہم گرم دوا سے علاج کرتے ہیں اور جو بخار گرم ہو تو ہم ٹھنڈی دوا سے اس کا علاج کرتے ہیں اور جو بیماری خشک ہو جیسے خارش تو ہم تر دوائی سے اس کا علاج کرتے ہیں اور جو بیماری تر ہو جیسے نزلہ زکام وغیرہ تو ہم خشک دوائی سے اس کا علاج کرتے ہیں۔

مشہور ہے علم طب کا اصول "علاج بالضد" بیماری گرم ہے بخار ہے تو ٹھنڈی دوا پلا دو ٹھیک ہو جائے گا بیماری ٹھنڈی ہے نزلہ زکام ہے تو اس کو گرم دوا پلا دو بیماری خشک ہے تو ان کو تر چیزیں کھلاؤ کہ ان کی خشکی دور ہو جائے بیماری میں تری ہے تو خشک دوا ان کو پلاؤ۔

اللہ کے بھی یہ ہی اصول ہیں جب سخت ٹھنڈ پڑتی ہے تو اللہ مالٹا بھیج دیتا ہے کیوں اس لئے انسان کا بدن زمین کی طرح ہے اور زمین سردی میں اندر سے گرم ہوتی ہے تو انسان سردی میں اندر سے گرم ہوتا ہے تو اللہ مالٹے کھلاتا ہے تاکہ وہ گرمی ذرا بجھ جائے۔ اور گرمی میں انسان کا بدن اندر سے ٹھنڈا ہوتا ہے تو اللہ آم کھلاتا ہے تاکہ زیادہ ٹھنڈا ہو کر جام نہ ہو یہ علاج بالضد اللہ بھی کرتا ہے۔

تو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے بوعلی سینا نے پوچھا کہ جناب ٹھنڈی بیماری کے لیے گرم دوا اور گرم بیماری کے لئے ٹھنڈی دوا خشک بیماری کے لیے تر دوا اور تر بیماری کے لئے خشک دوا اور آپ بس اعوذ باللہ پڑھتے ہیں یہ کیسا دم ہے گرم بیماری کے لئے بھی ہے ٹھنڈی بیماری کے لئے بھی ہے خشک کے لئے بھی ہے اور تری کے لئے بھی یہ ہے اس نے کہا "گو

مــاخــوس" پاخانہ مت کھاؤ شیخ بوعلی سینا آگ بگولہ ہو گئے شیخ ابوالحسن نے کہا یہ لفظ آگ تو نہیں ہے آپ کیوں گرم ہو گئے انہوں نے کہا یہ تاثیر خدا ڈالتا ہے۔ " اعــوذبالله من الشیطٰن الرجیم" اس میں الفاظ کی بات نہیں ہے اس میں اثر اللہ پیدا کرتا ہے۔

"ادعونی " اپنی مدد کے لئے مجھے پکارو "استجب لکم" میں تمہیں ویلکم کروں گا لبیک کروں گا تمہاری مدد کے لیے پہنچوں گا اگر آپ "اعــوذبــالله" پڑھیں بشرطیکہ سچے دل سے پڑھیں اگر آپ چاہیں اندر سے خود کہ شیطان میرے ساتھ رہے تو لاکھ بار آپ "اعوذبالله" پڑھیں پھر اثر نہیں کرے گا۔

آپ دل کی گہرائیوں سے خدا کو پکاریں کہ یا اللہ میں آپکو پکارتا ہوں شیطان کے مقابل میں میری مدد کر تو اللہ پہنچتا ہے اور جب اللہ پہنچتا ہے تو کیا شیطان ٹھہر سکتا ہے۔ "نہیں"

اس لیے حکم ہے "فــاذا قــرأت الــقــرآن فاستعذ بالله من الشیطٰن الرجیم" اور ہم پڑھتے ہیں اعوذبالله من الشیطٰن الرجیم ۔

-------☆-------

درس نمبر ۹

# تعوذ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"اعوذ باللّٰہ"

خدا کی پناہ میں آتے ہیں ملعون شیطان سے دو طاقتوں کا جب مفاد اور مقصد ایک ہوتا ہے وہ آپس میں اتحاد کرتے ہیں۔ تو شیطان بھی ایک طاقت ہے اور انسانی نفس بھی ایک طاقت ہے ان دونوں کا مفاد ایک ہے وقتی لذت اس وقتی لذت کی وجہ سے شیطان اور انسانی نفس کا اتحاد ہوتا ہے اور انسان کے خلاف گمراہی پھیلاتا ہے اس نفس اور شیطان کے اتحاد کے بعد جو حملہ ہے اس حملے سے بچنے کے لئے ہمیں کہا گیا "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم "اور یہ بہترین علاج ہے۔

جیسے حکیم ہمیں کہے آپ بنفشہ پانی میں گھول کر پیو تو آپ کا زکام اچھا ہوگا تو اللہ سے بڑا حکیم کون ہے۔ اس نے ہمیں "اعوذباللہ" کا بنفشہ دیا کہ یہ پڑھو اور دل گہرائیوں سے پڑھو تو شیطان اور نفس کی گمراہی سے بچ جاؤ گے انسانی نفس اور شیطان کا مفاد ایک ہے لذت۔

(۱) امام غزالیؒ نے اس لذت کے بارے میں فرمایا ہے کہ انسانی اعمال کی چار اقسام ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دنیا میں بھی لذیذ اور آخرت میں بھی لذیذ ہیں جیسے علم، علم دنیا میں بھی لذیذ ہے بشرطیکہ اگر کوئی اسکو سمجھے۔ امام محمدؒ بغداد میں سڑک کے کنارے بیٹھے کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے وہاں سے سرکاری فوج گزری بہت بڑا قافلہ تھا بعد میں ایک کمانڈر نے

امام محمدؒ سے پوچھا کہ وہ فوج مشرق سے مغرب کی طرف سے گزری یا مغرب سے مشرق کی طرف گزری تو انہوں نے کہا مجھے تو فوج کا علم ہی نہیں میں تو کتاب دیکھ رہا تھا تو علم دنیا میں بھی لذیذ ہے اور آخرت میں بھی لذیذ ہے۔

(۲) دوسرا عمل دوسری صفت انسان کی یہ ہے کہ دنیا میں بھی کڑوا ہے اور آخرت میں بھی کڑوا ہے جیسے جہالت، جہالت دنیا میں بھی مضر ہے زہر کو اگر انسان نہ جانتا ہو جاہل ہو اسے دوائی سمجھ کر کھالے تو جہالت نے اسے مار دیا سانپ کو اگر انسان نہ جانتا ہو اور اس کو خوبصورت جانور سمجھ کر اس پر ہاتھ ڈالے گا تو وہ اسکو کاٹے گا یہ سانپ نے نہیں کاٹا اپنی جہالت نے کاٹ لیا۔ خدا کو رسول کو قرآن کو کوئی نہیں پہچانے گا یہ جہالت ہے یہ آخرت میں اسکو نقصان دے گی پہلی صفت دنیا اور آخرت دونوں میں لذیذ ہے علم اور ایمان اور دوسری صفت دنیا اور آخرت دونوں میں کڑوی ہے جیسے جہالت اور کفر۔

(۳) تیسری صفت یہ ہے کہ دنیا میں لذیذ ہے اور آخرت میں کڑوی ہو جیسے زنا، چوری کا مال، ڈاکے کا مال، انشورنس کا مال، انعامی بانڈ کا مال، سود کا مال، دنیا میں لذیذ ہو مفت مال مل رہا ہے لیکن آخرت میں یہ مال بڑا کڑوا ہے شیطان یہاں دھوکہ دے جاتا ہے کہ زنا میں لذت ہے اور چوری میں مفت کا مال ہے اس میں لذت ہے وقتی لذت کو بتاتا ہے اور اخروی عذاب کو چھپاتا ہے۔ یہ زنا ایسی صفت ہے اور چوری ایسی صفت ہے کہ دنیا میں لذیذ مگر آخرت میں اس میں کڑواہٹ ہے اسکی مثال ایسے ہے کہ خالص دودھ ہو مگر اس میں زہر ملا ہوا ہو تو خالص دودھ پینے میں لذت تو ہے پیاس بجھے گی بھوک دور ہوگی طاقت آئے گی مگر کب تک دس منٹ تک دس منٹ کے بعد وہ زہر پیٹ میں اثر کرے گا اور انسان کو مار ڈالیگا یہاں اس تیسری صفت میں شیطان اور نفس اپنی کاروائی دکھاتا ہے کہ جتنی فحاشی اور عریانی ہے کرلو ان میں وقتی لذت ہے لیکن اس میں آخرت کا عذاب چھپا ہوا ہے۔ یہاں شیطان نفس کے ساتھ اتحاد کرتا ہے کہ آؤ لذت حاصل کریں۔

(۴) چوتھی صفت یہ ہے کہ دنیا میں وہ کڑوی ہو اور آخرت میں میٹھی ہو دن

کاروزہ مصائب پر صبر عاجزی تواضع یہ دنیا میں کڑوی حقیقتیں ہیں مگر موت کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی میٹھی چیز نہیں ہے۔ شیطان نفس کے ساتھ اتحاد کر کے یہاں انسان کو ورغلاتا ہے نہ اٹھو تہجد کے لیے، نہ پڑھو نماز، نہ رکھو روزہ مت ادا کرو زکوۃ مت جاؤ حج پر اس میں تکلیف ہے نقد تکلیف ہے۔

وہ نقد تکلیف دکھاتا ہے اور اس میں جو آخرت کی کمائی ہے۔ اس کو چھپاتا ہے حالانکہ یہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ تہجد کڑوی دوا کی طرح ہے، کڑوی دوا میں کڑواہٹ ضرور ہے مگر اس میں صحت کا راز چھپا ہے۔ وہ کڑواہٹ بہت کم ہے۔ منہ سے شروع ہوتی ہے اور گلے کے نیچے دوائی کی کڑواہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن شفا اور دوا ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس چوتھی صفت میں بھی شیطان اور نفس کا اتحاد ہوتا ہے کہ اس کو نماز سے روکو جو لوگ وقت کی لذت کے دلدادہ ہیں وہ تہجد چھوڑتے ہیں، روزہ چھوڑتے ہیں، نماز، حج، زکوۃ اور دینی کاموں کو چھوڑتے ہیں۔ وہ آخرت کی کمائی کو نہیں وقت کی تکلیف کو دیکھتے ہیں۔

اس لیے امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جو تیسری صفت میں وقت کی لذت کو اپناتے ہیں اور آخرت کے عذاب کو بھول جاتے ہیں وہ سب نابالغ ہیں۔ نابالغ کو بسکٹ میں زہر ملا کر دودھ کہتے ہیں وقت کی لذت ہے کھالو وہ انجام اور عاقبت کو نہیں دیکھتے۔

اس لیے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک جسم کا بالغ ہے اور ایک روحانی بالغ ہے۔ جسم کا بالغ تو پندرہ سال کے بعد بالغ ہوتا ہے لیکن روحانی طور پر بالغ وہ ہے جو تیسری صفت کی لذت کو چھوڑ دے اور اس کے آخرت کے عذاب کو پہچان لے اور چوتھی قسم کہ وقتی تکلیف کی پرواہ نہ کرے اور آخرت کی کامیابی کو دیکھے۔ جو لوگ تیسری صفت زنا کی لذت کو دیکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے بے خبر ہیں اور جو لوگ چوتھی صفت نماز کی وقتی تکلیف سے گھبراتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بے خبر ہیں وہ نابالغ ہیں چاہے وہ سو سال کا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے مولانا روم نے لکھا ہے۔ "خلق اطفالا بجز مرد خدا"

یہ سب کاروباری لوگ جو ہیں۔ نابالغ ہیں بالغ کون ہیں؟ جو مرد خدا جو خدائی

انسان ہے وہ بالغ ہے یہ اس لیے کہ دنیا داروں نے وقتی لذت کو دیکھ کر زنا کیا، شراب پی، جوا کھیلا اور اس عذاب کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ لذت اس قابل نہیں ہے کہ انسان اس کی وجہ سے خدا کو چھوڑے رسول ﷺ کو چھوڑے۔

لذت کی اقسام کے بارے میں مزید امام غزالیؒ نے فرمایا کہ لذت تین قسم کی ہے۔ ایک ادنیٰ، ایک درمیانہ اور ایک اعلیٰ

ادنیٰ لذت تین چیزوں کی ہے ایک کھانے کی، پینے کی اور ایک شادی کی۔ یہ ادنی قسم کی لذت ہے یہ اس قابل نہیں ہے کہ انسان اس کے لیے خدا اور رسول ؐ کو چھوڑے۔ کیونکہ ان تین لذتوں میں ہمارے ساتھ جانور بھی شریک ہیں۔

کھانے کی لذت اٹھانا، پینے کی لذت اٹھانا، جماع کی لذت اٹھانا۔ یہ اتنی معمولی لذتیں ہیں کہ اس میں تو ہمارے ساتھ گدھے اور کتے اور درندے، جانور بھی شامل ہیں۔ اتنی معمولی لذت کے لیے انسان خدا کو چھوڑے۔ رسول ﷺ کو چھوڑے، جنت کو چھوڑے جس کی ایک بالشت زمین دس دنیاؤں سے زیادہ قیمتی ہے کس لذت کی وجہ سے جس لذت میں ہمارے ساتھ درندے بھی شامل ہیں۔ بلکہ وہ تو ہم سے اچھا کھاتے ہیں ہم تو کما کر کھاتے ہیں ان کو کمائی کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو مہر ادا کر کے شادی کرتے ہیں گواہ پیش کر کے شادی کرتے ہیں اور ان کے پاس بیس بیس مادہ ہوتی ہیں نہ نکاح کی ضرورت ہے نہ گواہ کی نہ مولوی بلانے کی ضرورت ہے نہ فیس دینے کی ضرورت ہے۔ یہ تین لذتیں تو درندوں کو ملی ہیں اور ہم سے زیادہ سہولت کے ساتھ ان کو ملی ہیں اس لیے یہ لذت اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی وجہ سے خدا کو چھوڑ دیں۔

دوسری لذت اس سے ذرا قیمتی ہے وہ یہ ہے کہ صدر، وزیر اعظم، ایم این اے، ایم پی اے بنیں ممبر بنیں ان چیزوں کی بھی لذت ہے لیکن یہ لذت اس قابل نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے خدا کو چھوڑ دیا جائے انسان صدر بادشاہ بنے تو بادشاہت میں تو ہمارے ساتھ شیر بھی شریک ہے وہ پورے جنگل کا بادشاہ ہے ہم پانچ سال کے لئے بادشاہ ہیں اور وہ تا

موت بادشاہ ہے۔ ہم ووٹروں کے محتاج ہیں وہ ووٹروں کا محتاج نہیں ہے۔ یہاں صدر پر اسمبلیاں عدم اعتماد بھی پیش کر سکتی ہیں شیر کے خلاف کیا گیدڑ عدم اعتماد پیش کر سکتے ہیں۔

تو بھئی یہ دوسری لذت بھی اس قابل نہیں ہے کہ ہم صدر صدارت حاصل کرنے کے لئے خدا کو چھوڑیں۔ وزارت حاصل کرنیکے لئے رسول ﷺ کو چھوڑیں بادشاہت کو حاصل کرنے کے لئے قرآن اور ایمان کو چھوڑیں۔ یہ بادشاہت تو درندوں میں بھی ہے اور وہ پیدائشی بادشاہ ہیں۔

تیسری لذت سب سے اعلیٰ اور قیمتی ہے وہ علم اور ایمان کی لذت ہے اور اس کے لئے خدا اور رسول چھوڑنا نہیں پڑتا بلکہ یہ خدا اور رسولؐ ملنے کا ذریعہ ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ اگر تم لذت کے دلدادہ ہو تو اس چھوٹی لذت کی وجہ سے مجھے نہ چھوڑو وہ تو گیدڑ بھی کرتے ہیں دوسری حکمرانی کی لذت کی وجہ سے مجھے نہ چھوڑو وہ تو شیر اور درندوں میں بھی ہے اگر تم لذت کے دلدادہ ہو تو وہ لذت اعلیٰ حاصل کرو۔

"قل بفضل الله و برحمته فبذالك فليفر حوا هو خير مما يجمعون"

آپ فرما دیجیے خدا کے فضل سے جو قرآن ہے "و برحمته" اور خدا کی رحمت سے جو ایمان ہے" فبذالك فليفر حوا "اس سے لطف اندوز ہو اس سے لذت اٹھالو". هو خير مما يجمعون " یہ بہتر ہے ان کھانوں سے ان مشروبات سے ان بیگمات سے جو تم جمع کرتے ہو۔

شیطان نے نفس سے اتحاد کیا یہ انگریز بھی چونکہ شیطان کی اولاد ہے جب انگریز افغانستان میں داخل ہوا ہے تو پہلے کرزئی سے اتحاد کیا ہے ملک پاکستان میں داخل ہوا ہے تو مشرف سے اتحاد کیا ہے تب اس ملک میں گھستا ہے شیطان بھی ہمارے جسم کی حکومت میں تب داخل ہوا کہ اس نے نفس سے گٹھ جوڑ کیا۔

بلکہ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ نفس شیطان سے بڑا گمراہ ہے کیوں' کیونکہ شیطان تو ہم کو گمراہ کرتا ہے اور نفس نے شیطان کو گمراہ کیا۔ شیطان کو کس نے گمراہ کیا شیطانی نفس نے

غرور، تکبر، بڑائی اس کے دل میں پیدا کی تب اس نے کہا۔

"انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین"

پہلے شیطان نے اندر آ کر سمجھوتہ کیا۔ اتحاد کیا نفس کے ساتھ پھر مل کر ہماری تباہی کا سامان کیا اس تباہی سے بچنے کے لئے اللہ نے فرمایا۔

"فاذا قرأت القران فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

-------☆-------

درس نمبر ۱۰

# تعوذ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم "

خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان ملعون مرجوم سے مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ مخلوقات میں چار امور ایسے ہیں جو خیر اور برکت ہیں ایک انبیاء کا وجود، دوسرا ایمان، تیسرا عبادات اور چوتھی چیز ان تینوں کا نتیجہ جنت۔ یہ چار چیزیں خیر محض اور برکت محض ہیں نبی ﷺ کا وجود بھی خیر و برکت کا باعث ہے ایمان بھی خیر محض ہے خدا کی عبادات بھی حسین ترین مخلوق ہیں اور جنت جو ان تینوں کا نتیجہ ہے وہ بھی خیر محض ہے۔

اور چار مخلوقات جو محض شر ہیں ایک شیطان کا وجود، دوسرا اس کا ایجاد کردہ کفر کا وجود، تیسرا اس کے ایجاد کردہ گناہوں کا وجود، اور چوتھی چیز ان تینوں کا نتیجہ ہے جہنم۔

ہم "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھ کر شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسکے ایجاد شدہ کفر سے پناہ مانگتے ہیں اس کے ایجاد شدہ گناہوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کی ایجادات کے نتیجہ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

خدا شیطان سے پناہ دے گا اور نبوت کے سائے میں پہنچائے گا۔ کفر سے نجات اور پناہ دے گا تو ایمان کی چھتری کے نیچے بٹھائے گا۔ گناہوں سے بچائے گا۔ طاعات کی توفیق عطا فرمائے گا اور جہنم سے نجات دے گا تو جنت میں پہنچا دے گا تو گویا کہ " اعوذ

باللہ" میں چار چیزوں سے پناہ ہے اور چار چیزوں کی طلب۔

اہل علم حضرات لکھتے ہیں کہ جب جہنم شر محض ہے اور گناہ شر محض ہے اور کفر شر محض ہے اور شیطان کا وجود بھی شر ہے تو پھر ان شرور کو اللہ نے پیدا کیوں کیا پیدا کر کے ہمیں کہتے ہیں کہ میری پناہ مانگو شیطان سے۔ پیدا ہی نہ کرتا جیسے موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

" اذھب الی فرعون انہ طغی "

کہ فرعون کے پاس جاؤ اس نے میری بغاوت کی ہے تو موسیٰ نے فرمایا عجیب ہے۔

" انک اتیت فرعون و ملأہ زینۃ "

ایک طرف بادشاہت دیتے ہو دولت دیتے ہو اور جب وہ بغاوت پر اترتا ہے تو مجھے کہتے ہو اس کی اصلاح کرو۔ تو آسان بات تو یہ ہے کہ اس سے دولت چھین لو حکومت چھین لو اس کا نشہ اتر جائے گا۔ تو علماء لکھتے ہیں جب شیطان کا وجود شر ہے تو پھر اللہ نے اس کو کیوں پیدا کیا۔

امام غزالیؒ نے اپنی تفسیر میں اس پر طویل تبصرہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں جہاد کا بہت جذبہ تھا تو وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر گھوڑوں کو دوڑاتے تھے۔ مشق کرتے تھے اور کرواتے تھے اپنی اولادوں سے ان میں ماہر مجاہد کون ہوتا تھا تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے صحابہ کرامؓ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پاؤں رکھنے کیلئے رکاب رکھتے تھے جس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھتے اور گھوڑے کی پشت پر زین رکھتے تھے اور گھوڑے کے منہ میں لگام ڈالتے تھے اور ہموار میدان میں گھوڑے کو دوڑاتے تھے۔ یہ مجاہد کا ابتدائی قدم تھا۔ چڑھنے کے لئے رکاب ہے اور گھوڑے پر بیٹھنے کے لئے زین ہے اور گھوڑے کو کنٹرول کرنے کے لئے لگام ہے او۔ ھکے چھلانگ سے بچنے کے لئے ہموار میدان جب صحابہؓ یہ مشق کرتے تھے۔

تو پھر دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ گھوڑے سے زین اور رکاب اتار دیتے اور اس کی ننگی کمر

پر بیٹھ کر سواری کرتے اور کرتے کرتے جب یہ دوسرے مرحلے میں بھی مہارت حاصل کر لیتے تو تیسرے مرحلے پر گھوڑے کے منہ سے لگام نکال دیتے تھے اور رانوں کے ذریعے اس کا رخ موڑتے تھے۔ کبھی یہ دبایا تو ادھر گیا کبھی دبایا تو وہ لگام کا کام اپنی رانوں سے لیتے تھے لوگ کہتے تھے کہ شاہ سوار ابھی ماہر بن رہا ہے اور جب یہ تیسرے مرحلے سے گزرتے تھے تو پھر چھوٹی موٹی دیوار میدان میں رکھتے تھے تاکہ گھوڑا اس سے چھلانگ لگا کر جمپ پر گرتا تو نہیں ہے۔ جب دیوار گھاس پھوس کی بنائی جاتی تھی اور یہ گھوڑے پر بیٹھ کر گھوڑا اس دیوار کو پھلانگ کر گزرتا تھا اور گرتا نہیں تھا اب کہتے تھے یہ شاہسوار ہے یہ محاذ پر پہنچنے کے قابل ہے یہ کفار سے لڑنے کی استعداد رکھتا ہے۔

انسان کو قابل بنانے کے لئے شیطان کو وجود دیا گیا تاکہ انسان شیطان کا مقابلہ بار بار کرے اور اپنے آپ کو خدا کے پاس جانے کے قابل بنائے۔ تو امام غزالیؒ نے فرمایا کہ میرا جسم گھوڑا ہے اور میری روح اس کا سوار ہے یہ خدا کی طرف جا رہا ہے اور اللہ بھی مشق کروا رہا ہے۔ اس گھوڑے کا زین کیا ہے کھانا پینا تو روزے میں اس گھوڑے کا کھانا پینا روک دیا جاتا ہے کہ روح جو ہے وہ زین کے بغیر سفر کر سکتی ہے کہ نہیں جب یہ روزہ رکھ کر سفر کو ختم نہیں کرتا اور رواں دواں ہے خدا کی طرف تو پھر اللہ تعالیٰ اس گھوڑے کی لگام نکالتا ہے اور رات کے تہجد کے ذریعے کہ یہ نفس کو اپنے قابو میں لگام کے بغیر رکھ سکتا ہے کہ نہیں تو یہ دوسرا مرحلہ ہے تیسرا مرحلہ نفس اور شیطان کی دو دیواریں اللہ کھڑی کر دیتا ہے جو نفس اور شیطان کی دیواروں کو پھلانگ نہیں سکتا اللہ فرماتا ہے کہ یہ ایسے ہی بزرگ بنا پھرتا ہے اور جو ان دیواروں کو پھلانگ کر خدا تک پہنچ جاتا ہے اللہ فرماتا ہے یہ شاہسوار ہے تو یہ نفس اور شیطان کو پیدا کیا ہماری ہمت معلوم کرنے کے لئے یہ ان دو دیواروں کو پھلانگ کر خدا تک پہنچ سکتے ہیں یا ان دیواروں کو رکاوٹ مانتے ہیں۔

" ان عبادی لیس لک علیهم سلطٰن " میرے جو بندے ہیں وہ روزے کے بغیر بھی سفر کریں گے نیند کے بغیر بھی تہجد پڑھ کر سفر کریں گے اور اگر راستے

میں شیطان اور نفس کی دیواریں کھڑی ہوئیں ان کو پھلانگ کر بھی سفر کریں گے۔

" ان عبادی لیس لك علیهم سلطن " گویا کہ یہ ہمارے کھرے کھوٹے معلوم کرنے کے لئے امتحان ہے اس امتحان کیلئے اللہ نے شیطان کو پیدا کیا اور پھر فرمایا جب تمہارے سفر میں " یاایها الانسان انك كادح الى ربك كدحاً ملقیہ "

جب یہ نفس کی دیواریں دوران سفر آئیں تو " اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم " پڑھ کران دیواروں کو پھلانگ کر جاؤ ہم پھلانگ لیتے ہیں یالیٹ جاتے ہیں۔ شیطان کا مقابلہ کون کرتا ہے ٹھس ہو جاتے ہیں شکر ہے اس دور میں دجال نہیں آیا ورنہ یہ ساری مخلوق اس کے پیچھے دوڑ جائے۔

ایک فلسفہ یہ بیان کرتا ہے دوسرا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کے اندر دو امیدوار ہیں ایک دل ہے دوسرا نفس ہے دل کہتا ہے یہ مجھے ووٹ دے دے اور نفس کہتا ہے یہ مجھے دے دے جیسا کہ آپ ووٹ دیتے ہیں لیکن نہ دینے میں آپ کا فائدہ نہیں ہے۔ تو آپ اگر مجھے ووٹ دے دیں یہ اتنا بڑا کمال نہیں ہے اور دوسرا آدمی مجھے ووٹ دیتا ہے حالانکہ میرے مقابل میں دوسرا امیدوار اسے کروڑ روپیہ دیتا ہے لیکن وہ اس کروڑ روپے کو ٹھکرا کر مجھے ووٹ دیتا ہے میں دوسرے ووٹر کا زیادہ قدر دان ہوں گا کہ اس نے لالچ کو ٹھکرا دیا تو نفس کہتا ہے مجھے ووٹ دو رات کو سینما دیکھو اور دل کہتا ہے مجھے ووٹ دو رات تہجد پڑھو اللہ تعالٰی نے شیطان کو لالچ دینے کے لئے بھیجا کہ دیکھو اس انسان کو کہو کہ اگر اپنے نفس کو ووٹ دے دیا تو فلم بھی دیکھو گے، شراب پینی بھی نصیب ہو گی آگے اور بھی بہت کچھ ہو گا یہ لالچ دو جو انسان اس لالچ کو ٹھکرا کر دل کو ووٹ دیتا ہے وہ مخلص ہے وہ خدا کا سچا محب اور سچا عاشق ہے۔ کہ دوسری طرف سے شیطان لالچی موجود ہے اس کو شراب کی لذت کی لالچ دے رہا ہے زنا کی لالچ دے رہا ہے پیسوں کی لالچ دنیا کی لالچ دے رہا ہے جھوٹی عزت کی لالچ دے رہا ہے اس کے باوجود تمام لالچوں کو ٹھکرا کر ووٹ خدا کو دے دیتا ہے فرمایا یہ

صحیح دوڑ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ ایمان کا اندازہ لگاتا ہے کہ کہاں تک ایمان ہے ہم بھی بازار میں گھڑا خریدتے ہیں تو ایسے اٹھا کر پیسے نہیں دے دیتے پہلے بجاتے ہیں ٹن ٹن کی آواز آئے تو خرید لیتے ہیں اور اگر کڑ کڑ کی آواز آئے تو ہم کہتے ہیں کہ ٹوٹا ہوا ہے وہ نہیں خریدتے یہ شیطان کے ذریعے اللہ ہمیں بجاتا ہے کہ یہ بجتے ہیں کہ نہیں اگر ہم بجیں گے تو

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم" فرمایا میں اس کا خریدار ہوا اور جو خراب ہوتے ہیں اور جن سے کڑ کڑ کی آواز آئے تو پھر اللہ اس کو خریدتا نہیں اس امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا۔

تیسرا فلسفہ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ جیسے ہمارے پاکستان کی حکومت ہے ایسے ہی میرے جسم میں بھی حکومت ہے پاکستان میں صدر ہیں کچھ وزراء ہیں کچھ پولیس ہے اور قوم ہے فرمایا اس جسم کے اندر بھی ایک بادشاہ ہے وہ عقل ہے ایک اس کی وزراء ہیں وہ آنکھ کان زبان اور ناک ہے جو ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ رعایا ہے وہ ہاتھ اور پیر ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ڈاکو پیدا کیا وہ اس بادشاہ پر حملہ کرتا ہے کہ اگر اس عقل کو قابو کروں تو اس کی رعایا میرے قابو میں آجائے گی۔ تو یہ انسانی جسم پر حملہ کرنے والا دشمن ہے چور ہے اور ایمان آپ کے دل میں دولت ہے اور جس گھر میں دولت نہ ہو تو اس گھر کا مالک شام کو سو جاتا ہے اور صبح کو اٹھتا ہے اس کو نہ چور کا خوف ہے نہ ڈاکو کا خوف ہے اور نہ قاتل کا خوف ہے لیکن جس گھر میں لاکھوں روپے پڑے ہوں وہ بندوق لے کر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے کہ چور نہ آئے۔

اب ہمارا دل ایک گھر ہے اس میں اللہ نے ایمان کے موتی رکھے ہیں شیطان کو ڈاکو پیدا کیا اگر نہ پیدا کرتا تو ہم غفلت سے سو جاتے نہ عشاء کی نماز نہ صبح کی نماز نہ رمضان کے روزے نہ زکوٰۃ نہ حج غفلت میں زندگی گزارتے اللہ نے اس ڈاکو کو کھڑا کیا کہ جو گئے

رہو اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کی حفاظت کرو' روزے کے ذریعے اپنے ایمان کی حفاظت کرو' ذکر کے ذریعے اپنے ایمان کی حفاظت کرو ورنہ یہ ڈاکو تمہارے ایمان کی دولت کو لوٹ لے گا۔

تو شیطان کو اللہ نے پیدا کیا ہمیں چوکنا کرنے کے لئے جس طرح گھر میں مال ہو تو انسان چوکنا رہتا ہے کہ کہیں ڈاکو ڈاکہ نہ ڈال جائے تو اللہ نے ہمارے دلوں میں ایمان رکھا اب اگر شیطان ڈاکو نہ ہوتا تو ہم اس ایمان سے غافل ہوتے اس کا دھیان نہ رکھتے نہ اسکو صبح کی تازہ ہوا لگاتے اور نہ اس کو نماز کا تازہ پانی دیتے نہ روزے کی دھوپ اور تپش اس کو پہنچاتے تو یہ ایمان گل سڑ جاتا تو اللہ نے ڈاکو پیدا کیا کہ چوکنے رہو۔

جب وقت آئے یہ نماز کی کونپل نکالے گا کہ نماز پڑھو اور کونپل کو نقصان نہ پہنچاؤ اور رمضان آئے تو یہ روزے کا پھول نکالے گا تو اس پھول کے ذریعے اس بیج اور اس دولت کی حفاظت کرو تو شیطان اللہ نے ہمیں چوکنا کرنے کے لیے پیدا کیا اس لئے فرمایا گیا کہ یہ "اعوذ باللہ" کے بعد جو "الحمد اللہ" ہے اس میں "نعبد" اور "نستعین" صیغہ جمع کا آیا ہے اور یہاں نعوذ باللہ صیغہ جمع کا نہیں ہے بلکہ فرمایا "اعوذ باللہ" اشارہ کیا کہ تم خدا کی مدد مانگنے کے لیے جتنے زیادہ جمع ہو جاؤ گے اللہ کی نصرت اتنی ہی زیادہ آئے گی۔

نماز میں جتنی جماعت بڑی ہوگی اتنی ہی فضیلت زیادہ ہوگی۔ لیکن اگر شیطان کے مقابل میں ساری دنیا جمع ہو جائے اور "نعوذ" کہے تو تمہاری جماعت سے وہ ڈرے گا نہیں شیطان کو ڈراتے ہوئے اکیلے رہو لیکن خدا کے ساتھ جڑ جاؤ" اعوذ باللہ " اس لیے یہاں "نعوذ باللہ" نہیں فرمایا ہاں خدا سے مدد مانگنے میں خدا کی عبادت کرنے میں جماعت جتنی بڑی ہو اتنی فضیلت زیادہ ہوتی ہے مدد اللہ زیادہ فرماتے ہیں اس لیے وہاں "نستعین" اور "نعبد" فرمایا۔

پھر آپ کو معلوم ہے کہ اعوذ کے بعد "با" آیا ہے با تعلق کے لیے ہے اس میں

اشارہ فرمایا کہ خدا سے تعلق پیدا کرو گے تو شیطان سے بچ جاؤ گے۔ اگر خدا سے تعلق کاٹو گے تو پھر شیطان سے نہیں بچ سکتے اس لیے یہاں "اعوذ" کے بعد "با" آیا ہے اور "با" کے بعد یہاں "اعوذ بالرحمن" اور "اعوذ بالرحیم" نہیں آیا بلکہ "اعوذ باللہ" آیا ہے کیونکہ اللہ اسم ذات ہے جو جامع ہے تمام صفات کے لئے۔ ان تمام ناموں میں طاقتور نام ہے "اللہ" اس لیے صوفیاء کرام چوبیس گھنٹے میں چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کہتے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چوبیس گھنٹے میں جو سانسیں لیتا ہے وہ چوبیس ہزار سانسیں ہیں تو کم از کم ہر چوبیس گھنٹے میں ہر سانس کے بدلے میں ایک مرتبہ بطور شکریہ کہے اللہ۔ اس میں اتنی طاقت ہے کہ دنیا اسی سے قائم ہے کہ یہ دنیا والے سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہماری صنعت کی وجہ سے ہماری تجارت کی وجہ سے ہماری زراعت کی وجہ سے قائم ہے لیکن حدیث میں ہے یہ بات غلط ہے۔ "لاتقوم الساعۃ حتیٰ یقال فی الارض اللہ اللہ"

فرمایا جب تک زمین میں ایک بھی بندہ اللہ اللہ کرنے والا موجود ہوگا تو یہ آسمان ٹوٹے گا نہیں یہ سورج اور چاند بے نور نہیں ہوں گے اس چمن کو اللہ اجاڑے گا نہیں معلوم ہوا کہ اس کائنات کا ستون اللہ اللہ ہے۔ تو یہاں بھی جب شیطان کے ساتھ مقابلہ آیا تو "اعوذ بالرحمن، بالرحیم، باستار، بالغفار" نہیں کہا۔ "اعوذ باللہ" یعنی اللہ وہ اسم اعظم ہے جو کائنات اس کی وجہ سے قائم ہے تو جس نے کائنات کو گرنے سے بچایا ہے تو وہ شیطان کی گمراہی سے انسان کو نہیں بچا سکتا اس لیے اس نام مبارک کا انتخاب کیا گیا" اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نابالغوں پر ڈاکو حملہ کرے تو وہ باپ کو آواز دیتا ہے ابا جی، امی جی لیکن اگر پہلوان پر کوئی ڈاکو حملہ کرے وہ نہ باپ کو اور نہ ماں کو آواز دیتا ہے وہ خود مقابلہ کرتا ہے۔ اس لئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب " اعوذ باللہ من الشیطٰن

الرجیم" پڑھتے تھے تو شیطان کو للکارتے تھے کہ میں ڈر کی وجہ سے یہ کلمہ نہیں پڑھتا یہ تو میں سنت سمجھ کر پڑھ لیتا ہوں اللہ نے فرمایا۔

"فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم"

اور اس سے بڑے پہلوان حضرت عمرؓ تھے امتحان کے لئے اللہ نے شیطان پیدا کیا ہے تو شیطان سے بچنے کے لئے "اعوذ بالله" پڑھتے ہیں لیکن جب حضرت عمرؓ کا ایک مرتبہ امتحان لیا گیا کہ سخت گرمی تھی روزے سے بھی تھے دشمن کا غلبہ بھی تھا کئی امتحانات تھے تو اللہ سے کہنے لگے کہ لو اس سے بھی زیادہ امتحان لے لو وہ یہ کہ آپ دشمن سے میرے جسم کو بوٹی بوٹی کروا دو پھر دشمن سے میرے جسم کو جلوا دو پھر میرے گوشت کو راکھ بنوا دو لیکن دیکھ لینا میرے جسم کی جو راکھ ہوگی وہ تیری چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوگی میں منہ موڑنے والا نہیں ہوں۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۱

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"بسم اللہ"

میں ایک لفظ ہے اسم دوسرا اللہ تیسرا رحمٰن اور چوتھا رحیم۔

اسم کے دو مطلب آپ کتابوں میں پڑھ چکے ہیں ایک اسم کا معنی علامت ہے اور نام سے بھی آدمی کی پہچان ہوتی ہے نام علامت ہے پہچاننے کی اور دوسرا معنی اسم کا بلندی ہے اور انسان کی بلندی نام سے ہوتی ہے مسلمان نام ہے اس سے آپ کی بلندی ہوگئی کفار پر متقی نام ہے اس سے آپ کی بلندی ہوگئی مسلمانوں پر تبلیغی نام ہے اس سے آپ کی بلندی ہوگئی متقین پر مجاھد نام ہے اس سے آپ کی بلندی ہوگئی عالم نام ہے اس سے آپ کی بلندی ہوگئی۔

تو چونکہ انسان کی بلندی رفعت خدا کو پسند تھی اس لیے اللہ نے انسانوں کے الگ الگ نام رکھے دوسرے حیوانوں میں الگ الگ نام نہیں ہیں نوع کا ایک نام ہے شیر ہے اور ہر شیر کا جدا جدا نام نہیں ہے ایک نوع کا نام گیدڑ پھر ہر ہر فرد کا جدا نام نہیں ہے بس نوع کے نام سے مشہور ہیں تمام کوّوں کا نام ہے کوا پھر ہر کوے کا الگ الگ نام نہیں ہے ان کی بلندی خدا کو پسند نہیں انسان کی بلندی اور رفعت خدا کو پسند تھی اس لیے اللہ نے نام کا سلسلہ انسانوں میں چلایا دوسرا لفظ ہے بسم اللہ میں "اللہ" اللہ کا ایک معنی "الٰہ" کا ہے معبود اور اللہ بھی قابل عبادت ہے ایک اللہ کا معنی ہے چھپا اور اللہ بھی چھپی ہوئی حقیقت ہے کسی آنکھ میں طاقت نہیں ہے کہ دنیا کے اندر بیداری کی حالت میں اس کو دیکھے۔ "الٰہ" کا معنی حیرت اور دہشت اور عقول کو بھی حیرت ہے خدا کو پہچاننے میں۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

تو "الٰہ" کا معنی حیرت اور خدا کے پہچاننے میں بھی عقول حیران ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور ایک اللہ کا معنی ہے تسکین اور دلوں کو سکون ملتا ہے اللہ کا نام لینے سے۔

کیونکہ یہ قانون ہے کہ ہر چیز اپنے مرکز سے ہٹ جائے تو بے قرار رہتی ہے پتھر کا مرکز زمین ہے اس کو آپ یہاں دھاگے سے لٹکائے تو یہ لٹکے گا یہ بے قرار ہے قرار جب ملے گا جب اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا آسمان سے بارش کا قطرہ گرتا ہے تو اس کا مرکز زمین ہے جب تک وہ اپنے مرکز تک نہیں پہنچتا تو بے چارہ رواں دواں ہے دوڑ رہا ہے جیسے زمین پر پہنچا تو دوڑ ختم ہو گئی۔

ہوا کا مرکز ہے فضائیں آپ اس ٹائر میں بند کر دیں آپ نے مرکز سے ہٹایا وہ پریشان ہے کہیں سوراخ ہو جائے تو شس کر کے یہ اس کا رونا ہے یہ ٹائر والی ہوا یہ بچہ ہے فضائی ہوا کا یہ ماں سے جدائی تھی جب اس نے راستہ پایا تو ماں سے گلے مل کر چیخا اور نکل گیا ہر شے جب اپنے مرکز سے جدا ہو تو وہ پریشان ہوتی ہے بے قرار ہوتی ہے۔

اب انسان سر سے لے کر پیر تک خدا کا عاشق آنکھ خدا کی عاشق نہیں ہے عاشق ہوتا نہیں ہے یہ سو جاتی ہیں یہ کان عاشق نہیں ہے سوتے میں یہ بہرے ہو جاتے ہیں ہاتھ پیر خدا کے عاشق نہیں ہیں کیونکہ یہ سوتے میں بے کار ہو جاتے ہیں تمام اعضاء بے کار ہو جاتے ہیں ایک عضو جو چوبیس گھنٹے پیدائش سے لے کر مرتے دم تک بے قرار رہتا ہے وہ انسان کا دل ہے یہ اس لیے بے قرار رہتا ہے کہ اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچا جو خدا ہے موت پر خدا سامنے آیا تو دل ٹھہر گیا میت کا دل نہیں ہلتا کیونکہ وہ اپنے مرکز پر پہنچ گیا ہے۔

اس لیے حضرات صوفیاء موت کا انتظار کرتے ہیں کہ ہمارا دل پریشان ہے اپنے مرکز سے جدا ہے جب موت آتی ہے تو اس کو سکون ہوتا ہے تو دنیا میں اگرچہ حرکت میں رہتا ہے لیکن اللہ اللہ کہنے سے اس کو سکون ملتا ہے اللہ کا ایک معنی معبود ہے وہ قابل عبادت ہے ایک اس کا معنی ہے پوشیدہ اللہ بھی آنکھوں سے پوشیدہ ہے ایک اس کا معنی ہے حیرت عقول بھی اس کے پہچاننے میں حیران ہیں اور اس کا معنی تسکین ہے اور اللہ کا ذکر کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔

یہ کھاتے پیتے لوگ صاحب اولاد کروفر زندگی گزارنے والے سب کچھ ہونے کے باوجود پریشان ہیں ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہیں دنیاوی لوگوں کو رات کو نیند نہیں آتی اس لیے کہ وہ اپنے مرکز سے ہٹے ہوئے ہیں تو اللہ نے اپنا نام اللہ اس لیے رکھا تا کہ ہمیں بتائے کہ اگر آپ سکون چاہتے ہیں تو میرے ساتھ تعلق رکھو۔

تیسرا لفظ "بسم اللہ" میں "الرحمن" ہے بڑا مہربان اس لیے کہ مخلوق میں ہم پر سب سے زیادہ مہربان ماں ہے لیکن اللہ ماں سے بھی بڑا مہربان ہے کیونکہ ماں تو دودھ پلاتی ہے بچہ ہونے کے بعد اور خدا بچے کو پیٹ کے اندر پالتا ہے تو پیدائش کا انتظار نہیں کرتا ماں بچے کو دودھ پلا کر بڑھا رہی ہے اور خدا بنا رہا ہے وہ ایک انچ رحم میں خدا کا ہاتھ پہنچتا ہے وہ بڑی ورکشاپ نہیں ہے وہاں روشنی کا انتظام نہیں ہے لیکن خدا کا علم بذات خود روشنی ہے خدا کی قدرت ہے اس ایک انچ رحم میں پہنچ کر ایک قطرہ منی سے آنکھ بھی بناتا ہے ہاتھ بھی پیر بھی اور سخت سے سخت ہڈی بھی آپ ریشم سے کپڑا بنا سکتے ہیں لیکن ریشم سے آپ تلوار نہیں بنا سکتے یہ خدا کا کام ہے وہ مادہ جو ریشم جیسا نرم ہے اس سے آنکھ بھی بناتا ہے اور سخت سے سخت ہڈی بھی بناتا ہے۔

اس لیے اللہ ماں سے بھی بڑا مہربان ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماں مشفق ہے لیکن اس کی شفقت کبھی غصے کی شکل اختیار کرتی ہے اگر بچے کے ہاتھ میں گلاس ہے اور اس نے اس کو توڑ دیا اب ماں کی شفقت نہیں رہے گی تھپڑ اٹھا کر مار دیتی ہے لیکن خدا کو غصہ نہیں آتا ہم خدا کے کتنے احکام توڑ رہے ہیں لیکن کبھی اللہ نے تھپڑ نہیں مارا لیکن پھر بھی کہتا ہے کھاؤ، پیو، سو اس لیے ماں سے بڑھ کر خدا بڑا مہربان ہے اس لیے الرحمٰن بڑا مہربان۔

بڑا مہربان اس لیے بھی ہے ایک احسان ہے اور ایک رحمت ہے احسان چیز دینے کو کہتے ہیں میں نے یہ ٹوپی دی یہ احسان ہے اور رحمت یہ ہے کہ ایک چیز دے شفقت کے ساتھ اللہ محسن نہیں اللہ رحمٰن ہے وہ دیتا ہے شفقت سے دیتا ہے دایا بچے کو دودھ دیتی ہے اور اپنی ماں بھی دودھ دیتی ہے لیکن دایا صرف دودھ دیتی ہے اور شفقت پیار نہیں دیتی اور ماں دودھ کے ساتھ شفقت بھی دیتی ہے اور جس احسان کے ساتھ شفقت ہو اسے رحمت کہتے ہیں اس لیے اللہ صرف محسن نہیں ہے کہ وہ دیتا ہے بلکہ اللہ رحمت والا ہے۔

عوام رحمت اور احسان کا معنی نہیں سمجھتی شکریہ میں کہتی ہے کہ آپ کا بڑا احسان

ہے یہ اصل میں گالی ہے کہ آپ نے چیز تو دی لیکن شفقت نہیں کی رحمت اس کو کہتے ہیں کہ چیز بھی دے اور شفقت کے ساتھ دے اور بلا عوض دے یہ صرف اللہ ہے باپ اولاد کے ساتھ احسان کرتا ہے شفقت کے ساتھ کرتا ہے لیکن معاوضہ لیتا ہے معاوضہ یہ ہے کہ اس بیٹے سے میرا نام زندہ ہو یہ میرا کام سنبھالے گا یہ میری جائیداد کی حفاظت کرے گا

ڈاکٹر بھی بیمار کے ساتھ احسان کرتا ہے لیکن معاوضہ میں کہ پیسے بٹور لے مزدور مالک کے ساتھ احسان کرتا ہے لیکن اس کے بدلے پیسے دے گا مالک احسان کر کے مزدور کو پیسے دیتا ہے لیکن عوض اس کے بدلے اس سے کام لے لیتا ہے ایک تبلیغی آپ کو تبلیغ کرتا ہے وہ بھی لالچ کی بنیاد پر کہ اللہ مجھے جنت دے گا یعنی عوض اس نے بھی مانگ لیا۔

بلا عوض دینے والا اللہ ہے رحمٰن کا اطلاق اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہوتا یہاں نام عبدالرحمٰن ہوتا ہے عبدا ڑا کر ہم رحمٰن کہتے ہیں یہ بالکل شرک ہے اور پھر رحمٰن کو بھی توڑ موڑ کر کے اسکا نام مانی رکھتے ہیں۔"الرحیم" چوتھا لفظ ہے "بسم اللہ" میں "رحیم" نہایت رحم والا اللہ نے خود فرمایا

"اِنَّ رحمتی غلبت علٰی غضبی ، اِنَّ رحمتی سبقت غضبی"

کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے علماء لکھتے ہیں ایک دنیاوی امور ہیں اور ایک دینی امور ہیں دنیاوی امور میں بھی خدا کی رحمت خدا کے غضب پر غالب ہے کھانا ملنا یہ رحمت ہے بھوکا رہنا یہ غضب ہے ہم زیادہ بھوکے رہتے ہیں کہ زیادہ کھاتے رہتے ہیں گویا رحمت غضب پر غالب ہے۔

تندرست رہنا یہ رحمت ہے اور بیمار ہونا یہ غضب ہے زیادہ لوگ بیمار ہیں یا زیادہ لوگ تندرست ہیں زیادہ لوگ تندرست ہیں تو تکونیات کے اندر دنیاوی امور میں بھی خدا کی رحمت خدا کے غضب پر غالب ہے اور شرعی امور میں بھی خدا کی رحمت غالب ہے میں ایک گناہ کرتا ہوں اللہ ایک لکھتا ہے لیکن جب ایک نیکی کرتا ہوں تو اللہ دس لکھتا ہے۔

نیکی کی توفیق یہ خدا کی رحمت ہے گناہ کرنا یہ خدا کا غضب ہے وہ غضب کمزور تھا اس نے ایک گناہ کو دو نہیں بنایا ایک گناہ ایک لکھا جائے گا لیکن رحمت طاقتور ہے اس نے ایک نیکی کو دس بنایا بلکہ سات سو بنایا بلکہ "یضاعف لمن یشآء" خدا کی رحمت دنیاوی امور میں خدا کے غضب پر غالب ہے حکومت میں ساٹھ سال کے بعد ریٹائرمنٹ ہو جاتی

ہے بس تنخواہ ہوتی ہے اللہ کے ہاں ریٹائرمنٹ ہے ہی نہیں یہ خدا کی رحمت ہے مرتے دم تک سجدے کرو تنخواہ ملے گی نیکی کے بعد گناہ کرو نیکی اس سے باطل نہیں ہوگی نماز پڑھ کر گناہ کرو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی لیکن نیکی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وضو کرنے سے آنکھ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں منہ کے گناہ، سر کے گناہ، ہاتھ کے گناہ، پیر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو گناہ سے نیکی باطل نہیں ہوتی اور نیکی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر اللہ نے گناہ کی معافی کے لیے ایک سلسلہ جاری کیا ہے کہ جب تک سانس نہ اکھڑے تو آپ توبہ کر سکتے ہیں اور اجتماعی توبہ کہ جب تک سورج مغرب سے واپس نہ آئے مجرم توبہ کر سکتا ہے یہ ہے "رحیم" کے معنی نہایت رحم کرنے والا۔

ہر کام کے شروع میں ہمیں حکم ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ کام کرتا ہے جس میں برکت ہو اور وہ کام نہیں کرتا جس میں نقصان ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کون ہو نفع اور نقصان کو پہچاننے والے میرے نام سے شروع کرو نقصان والے کام میں نفع ہوگا اور نفع والا کام کہ اس میں نفع بڑھے گا اس لیے ہر جائز کام کے شروع میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھو ہمیں حکم ہے کہ آپ کی تو فطرت ہے کہ نفع والے کام کرتے ہو آپ کی فطرت ہے نقصان والے کام سے بچتے ہو۔

تمہیں نفع اور نقصان کا علم نہیں ہے "عسٰی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم" تم ایک چیز کو مکروہ جانتے ہو اس میں برکت ہے "وعسٰی ان تحبوا شیأ وھو شر لکم" اور تم ایک چیز کو پسند کرتے ہو اس میں تمہارے لیے نقصان ہے لہٰذا تم اپنے علم پر اعتبار نہ کرو "بسم اللہ" کرو میرے نام سے شروع کرو اگر نقصان والا کام ہو وہاں سے بھی میں تمہیں نفع دے دوں گا۔

آگ میں جانا نقصان ہے لیکن اللہ نے ابراہیمؑ کو نقصان والی آگ سے فائدہ پہنچایا نیل میں چھلانگ لگانا نقصان ہے لیکن موسیٰؑ نے "بسم اللہ" پڑھ کر چھلانگ لگائی اللہ نے نیل سے اس کو فائدہ دیا گلے پہ چھری پھیرنی یہ نقصان والا کام ہے لیکن ابراہیمؑ نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھی اس چھری نے اسماعیلؑ کو نقصان نہیں پہنچایا۔

مچھلی کا معدہ نقصان والا ہے جو جائے اسے ہضم کر لیتا ہے لیکن یونس علیہ السلام نے

"لا الٰه الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین " چھلانگ لگا دی اللہ نے فرمایا "لولا کان من المسبّحین للبث فی بطنہ الٰی یوم یبعثون" کیونکہ اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اس لیے میں نے اس کی حفاظت کی جگہ بنا دی۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے علم پر اعتماد نہ کرو اس کام میں فائدہ ہے اسے شروع کرو اس میں نقصان ہے اس سے بچو نہیں نہیں بسم اللہ پڑھ کر کام شروع کرو اللہ نقصان سے بھی آپ کو نفع دے گا اگر اپنے علم پر اعتماد کیا تو نفع والی چیز سے نقصان ہو گا۔

دوسرا نکتہ مفسرین فرماتے ہیں کہ شروع میں بسم اللہ پڑھنا اس لیے ضروری ہے کہ انسان ہر کام سے پہلے اسباب کو دیکھتا ہے تجارت ایک کاروبار ہے تو اس سے پہلے دنیاوی لوگ اس کے اسباب تلاش کرتے ہیں پیسہ ہو تا کہ کاروبار چلے تو پیسہ سبب ہے کاروبار تجارت کا کاشت کار فصل اگانا چاہتا ہے اس سے پہلے اسباب کو دیکھتا ہے بیل ہو ہل ہو بیج ہو زمین ہو تو پھر کاشتکاری کا کام کروں گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اسباب کو دیکھتے ہو لیکن اسباب کا مسبب کون ہے مسبب الاسباب اللہ ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" جہاں آپ اسباب کو دیکھتے ہو وہاں آپ مسبب الاسباب کو بھی دیکھیں۔

دیکھو تجارت ایک کشکول ہے گھر والے کچھ ڈالیں گے تو ملنگ نکال کر کھائے گا اگر گھر والوں نے کچھ ڈالا نہیں تو پھر کچھ نہیں تو تجارت ایک کشکول ہے ہم نے اللہ کے سامنے پکڑ لیا اللہ اس میں برکت ڈالے گا "بسم اللہ" پڑھنے سے تو ہم کھا لیں گے لیکن اگر اللہ نے برکت نہیں ڈالی تو کئی تاجر اجڑ جاتے ہیں کئی کاشتکاروں کی زمین فصل نہیں اگاتی۔

تو اس لیے اللہ نے فرمایا کہ تم " بسم اللہ الرحمن الرحیم " پڑھا کرو اس سے تمہیں ہر کام میں فائدہ ہو گا لیکن "بسم اللہ الرحمن الرحیم" جائز کاموں کے ابتدا میں ہے حرام کام سے پہلے "بسم اللہ" پڑھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ اس نے اللہ کے نام کی توہین کی ہے اور خدا کے نام کی توہین یہ کفر ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۲

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"بسم اللہ"

اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر تمام عبادات کی روح اور جان ہے نماز ایک ڈھانچہ ہے ذکر اللہ اس کی جان ہے۔ اگر انسان خاموشی سے کھڑا ہو قرات نہ کرے خدا کا ذکر نہ کرے تسبیح، حمد اور قرآن نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی اس لیے تمام عبادات کی جان اور روح جو ہے وہ ذکر ہے۔ نماز کے بارے میں ہے:"وذکر اسم ربہ فصلی" (اللہ کا نام لو اور نماز پڑھو) تو نماز سے پہلے ذکر ہے۔

"وذکر اسم ربہ فصلی" اب ذکر اللہ نماز کی جان ہے اور نماز کی برکت کیا ہے۔ جب آپ دو رکعات نماز پڑھتے ہیں تو اس میں درختوں جیسا قیام آپ نے فرمایا جب نماز میں آپ رکوع کرتے ہیں تو جتنے چوپائے ہیں ان جیسا رکوع آپ نے کیا۔ جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو جتنے کیڑے مکوڑے زمین پر سر رکھ کر چلتے ہیں ان جیسا سجدہ آپ نے کیا جب آپ بیٹھتے ہیں تو آپ نے پہاڑوں جیسا قعدہ کر لیا۔ اس لیے دو رکعات نماز میں ساری مخلوقات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

درختوں کی عبادت قیام ہے اگنے سے کٹنے تک ایک پاؤں پر کھڑے ہیں چوپاؤں کی عبادت اور نماز رکوع ہے۔ پیدائش سے مرنے تک ان کی کمریں آسمان کی طرف ہیں۔ کیڑے مکوڑوں کی عبادت سجدہ ہے۔ سانپ، بچھو، چونٹیاں، کیڑے ان کا چوبیس گھنٹے سر زمین پر ہوتا ہے۔ پہاڑوں کی عبادت قعدے پر بیٹھنا ہے۔ تو جب مسلمان دو رکعات نماز پڑھتا ہے تو تمام درختوں کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جب رکوع کرتا ہے تو تمام چوپاؤں کے رکوع کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جب سجدہ کرتا تو تمام کیڑے مکوڑوں کے

سجدے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب قعدے پر بیٹھتا ہے تو تمام پہاڑوں کے لمبے قعدے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس لیے دو رکعات نماز جو دو منٹ میں ادا ہوتی ہے یہ ساری مخلوقات کی اطاعت اور عبادت کے برابر ہے۔

اس عظیم نماز کی جان ذکر اللہ ہے۔ "وذکر اسم ربه فصلی"

"وربك فكبر" روزہ ایک عبادت ہے اللہ نے فرمایا کہ روزہ صرف یہ نہیں ہے کہ انسان کھانا پینا اور ایک دو خواہش چھوڑ دے۔ "من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة من ان یدع طعامه وشرابه"

فرمایا کہ اگر زبان کو وہ سیدھا نہیں رکھتے، ذکر اللہ نہیں کرتے تو پھر تمہارے کھانے سے خدا کے خزانوں میں کمی نہیں آتی۔ تو پھر روزہ میں کھا پی بھی لیا کرو۔ روزہ تو ذکر اللہ کے لیے ہے۔

"لتکبر الله علی ما ھداکم" خدا کی بڑائی بیان کرو کہ اللہ نے اپنی طرف تمہیں راستہ بتا دیا کہ یہ نہ کھانا، نہ پینا نہ خواہش پوری کرنی یہ فرشتوں کی خصلت ہے۔

"لتکبر الله علی ما ھداکم" اس پر خدا کی بڑائی اور شکر بیان کرو تو روزہ کی مدح بھی ذکر اللہ ہے حج ایک عبادت ہے اس کی جان بھی ذکر اللہ ہے۔ "وافا افضتم من عرفاۃ فاذکروا الله کذکرکم آباءکم"

اور حج کی ابتداء بھی آپ نیت باندھ کر لبیک ذکر اللہ کرتے ہیں۔ بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہیں۔

چوتھی جہاد والی عبادت جہاد کا تو مقصد ہی ہے اللہ کا نام بلند ہو اللہ کے دین کا نام بلند ہو دین زندہ ہو۔ جہاد کا تو مقصد ہے ذکر اللہ اور کلمۃ اللہ۔ ہمارا قرآن ہے یہ بھی ذکر ہے اللہ نے فرمایا۔ "والقرآن ذی الذکر" یہ ذکر سکھاتا ہے ذکر کرواتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا جب تمام عبادات کی جان میں نے ذکر بنا دی تو تم اپنے کاروبار میں بھی ذکر اللہ کی جان ڈالو۔ "لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر الله" کہیں تمہارا کاروبار ذکر اللہ سے خالی نہ ہو ورنہ وہ ڈھانچہ ہوگا اس میں برکت نہیں ہوگی۔ "لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر الله" نہ کوئی بڑا لین دین نہ کوئی چھوٹا لین دین کہیں تمہیں خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے اس ذکر اللہ کا سبق دینے کے لیے قرآن کی ابتداء میں ہم پڑھتے ہیں۔ "بسم

اللہ الرحمن الرحیم"

"الرحمن الرحیم" کی تشریح گزر چکی ہے۔رحمٰن کی تشریح یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ چیز دینے والا ہماری ضرورت تو کھانا ہے لیکن اللہ نے ضرورت کی چیز غذا بھی ہمیں کھلا دی اور لذت کے لیے اللہ نے پھل بھی دے دیئے اگر پھل نہ ہوں تو پھر بھی گاڑی چلتی ہے کئی لوگ سوکھی روٹی کھا کر بھی زندہ رہتے ہیں۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا میں محسن نہیں رحمٰن ہوں کہ تمہاری ضرورت سے زیادہ چیز جس کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اور تمہاری بقاء اس پر موقوف نہیں ہے تمہاری ضرورت کھانا ہے وہ سوکھی روٹی سے بھی یہ ضرورت پوری ہوتی ہے۔لیکن میں نے کھانے کے ساتھ تمہیں پھل بھی دے دیئے تاکہ زبان ذرا لطف اندوز ہو۔اور فرمایا تمہاری ضرورت تو منہ کے ذریعے کھانے سے پوری ہوگی لیکن میں نے تمہاری آنکھوں کو خوش کرنے کے لیے گلاب کا پھول بھی خوبصورت بنایا کہ تمہاری آنکھ بھی خوش ہو۔اور صرف آنکھ کو خوش کر کے میں نے بس نہیں کیا اس پھول میں خوشبو بھر دی تاکہ تمہاری ناک بھی خوش ہو اور تمہارا دماغ بھی معطر ہو۔

یہ ہے رحمٰن کہ ضرورت کی چیز تو دے دیتا ہے جو کھانا ہے لیکن ضرورت سے زیادہ چیزیں بھی دے دیتا ہے۔مربے دیئے تاکہ زبان لطف اندوز ہو پھول دے دیئے تاکہ آنکھیں خوش ہوں اور اس میں خوشبو بھر دی تاکہ ناک ناراض نہ ہو دماغ ناراض نہ ہو یہ بھی معطر ہو جائے۔اور فرمایا میں نے کان کا بھی گلہ نہیں رکھا۔میں نے خوبصورت نغموں والے پرندے کو پیدا کیا تاکہ وہ بولیں تو تمہارے کان وہ خوش ہوں۔اور یقیناً اللہ ضرورت سے زیادہ چیزیں دیتا ہے۔

مناطقہ کہتے ہیں کہ جب ہم چلتے ہیں تو بس ایک دیوار کے برابر زمین پر چلتے ہیں مگر اللہ نے مشرق سے مغرب تک زمین پیدا کی ہے۔ہم پانی پیتے ہیں تو ایک پاؤ پانی پئیں گے لیکن اللہ نے تالاب بھر دیا ضرورت سے زیادہ چیز پیدا کی اسکو کہتے ہیں رحمٰن۔

اب بھی ہم مشوش ہوں کہ پتہ نہیں شام کو کھانا دے گا کہ نہیں دے گا۔یہ ایسا ہے کہ جیسے مل کا مالک ہو اور اس کی مل میں ایک کیڑا پریشان ہو اور دوسرے سے کیڑے پوچھے کیا ہوا تو وہ کیڑا کہے مل بند نہ ہو جائے میری خوراک بند نہ ہو جائے۔اتنی بے اعتمادی

خدا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہارے منہ کے لیے بھی لذت کا انتظام کیا ہے۔ پھل بنائے آنکھ کو خوش کرنے کے لیے پھول بنائے، ناک اور دماغ کو خوش کرنے کے لیے اس میں خوشبو بھری ہے۔ کان کو خوش کرنے کے لیے میں نے پرندے کے نغمے آپ کو سنائے۔ اس کو کہتے ہیں رحمٰن۔

اور اللہ نے زمین کو آسمان میں لپیٹا اور آسمان کو ایک اور آسمان میں لپیٹا اور اس کو ایک اور آسمان میں اور سات زمینوں اور سات آسمانوں کو ساتویں آسمان میں لپیٹا اور ان سات آسمانوں اور سات زمینوں کو عرش میں لپیٹا اور عرش پر تختی لکھی کہ "الرحمن علی العرش استوی" کہ میں رحمٰن ایسی ایسی تجویز کر رہا ہوں۔

"الرحمن علی العرش استوی" اور وہاں لکھا" ان رحمتی سبقت علی غضبی او غلبت علی غضبی"

یہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ضرورت سے زیادہ چیزیں تمہیں عنایت کیں۔ اور رحیم، جو نعمتیں میں نے دی ہیں تو میں نے اس کی زبان کاٹ لی ہے تاکہ وہ تمہاری شکایت نہ کرے۔ کتنے جانور تم کھاتے ہو ذبح کرتے ہو ان کی زبان ہے لیکن میں نے گونگی کر دی کہ کہیں شور نہ مچائیں کہ یہ مجھے ذبح کرتا ہے یہ ظالم ہے۔ کچھ بڑے بڑے جانور ہیں تمہارے چھوٹے بچے اس پر سوار ہوتے ہیں ان کی ناک میں نکیل ڈال کر چلاتے ہیں، سوار ہوتے ہیں میں نے ان کی زبان کاٹی کہ یہ کبھی تمہاری شکایت میرے سامنے نہ کریں۔

اتنا بڑا سورج اتنا بڑا چاند اتنے بڑے تارے تمہاری خدمت میں لگے ہیں۔ یہ سورج ہمارا باورچی ہے یہ ہماری گندم کو، پھلوں کو پکا رہا ہوتا ہے۔ یہ تو باورچی ہے وہ بے وقوف ہے جو سورج کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ یہ چاند یہ ہمارا رنگ ساز ہے ہم رات کو سوتے ہیں یہ ہمارے سیب کو سیب کا رنگ دیتا ہے۔ آم کو آم کا رنگ دیتا ہے۔ گندم کو گندم کا رنگ دیتا ہے۔ جو کو جو کا رنگ دیتا ہے۔

اب یہ مختلف رنگ نہ ہوتے ہم کھاتے سیب منہ میں پہنچتا آم تو اللہ پاک نے چاند کو رنگ ساز بنایا کہ جدا جدا رنگ بھرتا ہے تاکہ انسان کو دھوکہ نہ لگے اور فرمایا یہ بے شمار ستارے یہ میں نے اس لیے بنائے ہیں کہ یہ باورچی ہیں کہ تمہارے کھانوں میں ذائقہ بھریں۔ آم میں آم کا ذائقہ سیب میں سیب کا ذائقہ گوشت میں، گردے کا ذائقہ الگ ہے،

گوشت کا ذائقہ۔ بلکہ ایک بکرے کی کلیجی کا ذائقہ اور ہے دل کھانے کا ذائقہ الگ ہے، گوشت کھانے کا ذائقہ الگ ہے، پاؤں کھانے کا ذائقہ الگ ہے۔ سر کا ذائقہ الگ ہے اور ان تمام کی میں نے زبان کاٹ لی۔ "وسخر لکم ما فی السموت وما فی الارض" تسخیر کا معنی یہ ہے کہ جو تمہاری خدمت میں لگے ہیں میں نے ان کی زبان کاٹی کہ کبھی سورج، چاند، ستارے تمہاری شکایت نہ کریں۔ "فبای آلاء ربکما تکذبٰن" حضور ﷺ نے فرمایا:

"کل امر ذی بال لم یبدأ بسم اللہ فھو اقطع او اجزم او ابتر او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام" کہ ہر نیک کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرو۔ اسباب پر اعتماد مت کرو تمہارے اسباب ناکام بھی ہو سکتے ہیں۔ مسبب الاسباب کے نام سے شروع کرو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اپنے علم پر اعتماد نہ کرو کہ اس کام میں فائدہ ہے اور اس میں نقصان ہے۔ اللہ نے فرمایا: تم بسم اللہ پڑھو اور کام کرو اس کا نتیجہ ہمارے ذمہ یہ، نفع نقصان کا ادراک تم نہیں کر سکتے وہ ہمارا کام ہے۔

"عسی ان تحبوا شیئاً وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم"

اس لیے اپنے علم پر اعتماد کرنے کی بجائے اللہ کے مبارک نام سے شروع کرو۔ اٹھتے ہوئے بسم اللہ، بیٹھتے ہوئے بسم اللہ، کھانا کھاتے ہوئے بسم اللہ، چلتے ہوئے بسم اللہ۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۳

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"بسم اللّٰہ" میں تین اسماء حسنیٰ کا ذکر ہے اللہ، رحمٰن اور رحیم۔
مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ دنیاوی زندگی کا دارومدار ہوا پر ہے۔ ہوا ملتی ہے تو ہم سانس لیتے ہیں تو ہم زندہ ہیں۔ اگر اللہ اس کرہ سے ہوا نکال لے تو پانچ ہی منٹ کے اندر تمام جاندار دم توڑ دیں۔ تو دنیاوی زندگی کا دارومدار ہوا پر ہے اور آخرت کی زندگی کا دارومدار ذکر اللہ پر ہے اور ہوا چونکہ فانی ہے طبقہ زمہریرۃ میں پہنچ کر جم بھی جاتی ہے برف اور پانی بھی بن جاتی ہے تو زندگی ہوا سے ملتی ہے وہ زندگی فانی ہے اور آخرت کی زندگی کا دارومدار ذکر اللہ پر ہے اور اللہ دائمی ہے لہٰذا آخرت کی زندگی بھی دائمی ہے۔ جب یہ فانی زندگی حاصل کرنے کے لیے ہم فانی ہوا سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں تو ابدی زندگی کے لیے ابدی ذکر اللہ سے ضرور تعلق رکھنا چاہیے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا
"اذکر اللہ ذکرا کثیرا" ایسا نہیں ہے کہ ایک رات تو انسان جاگتا رہے ذکر اللہ کرے اور پھر ساری زندگی اللہ کا نام نہ لے۔
حدیث میں ہے کہ: "احب الاعمال الی اللہ ادومھا" بہترین عمل خواہ چھوٹا کیوں نہ ہو اللہ کو وہ پسند ہے جو ہمیشہ ادا کیا جائے۔ چھت سے اگر ایک بھی قطرہ پتھر پر گرے لوہے پر گرے لیکن تسلسل سے گرے تو ایک دن اس لوہے میں پتھر میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ پانی تو انتہائی نرم تھا اور اسکا قطرہ انتہائی ہلکا ہے اتنے مضبوط پتھر میں، لوہے میں سوراخ کیوں کیا۔ اس کے تسلسل نے کیا۔ اسی طریقہ سے اگر انسان تسلسل کے ساتھ ذکر اللہ کرے تو دل کا

دروازہ کھل جاتا ہے اور جو قطرہ نیچے گرنے سے پتھر میں سوراخ کرتا ہے اگر ان قطرات کا مجموعہ دفعتاً پتھر پر ڈال دیں تو اس میں سوراخ نہیں کرتے حالانکہ مجموعہ قطرات ایک قطرے سے زیادہ ہیں لیکن وہ بیک وقت آیا اور گیا اس میں تسلسل نہیں ہے وہ پتھر میں اثر نہیں کرتا۔اس لیے ایک رات ساری ذکر کرلیں اور باقی غفلت میں گزاریں تو اسکا دل مومنوں میں نہیں ہوگا۔

اللہ نے اس لیے فرمایا"اذکر اللہ ذکرا کثیرا" اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔

ایک آدمی کے دونوکر، ایک کام چور ایک دن آتا ہے دو دن نہیں آتا۔دو دن آتا ہے تو ایک دن غائب ہو جاتا ہے۔اور دوسرا وقت پر ڈیوٹی پر آتا ہے اور وقت پر جاتا ہے اور روز آتا ہے تو مالک کو دوسرا نوکر پسند ہوگا کہ وہ جو ڈیوٹی کی پابندی کرتا ہے اور کام چور نہیں۔اسی طریقہ سے اگر میں ایک دن ذکر کروں سال بھر غفلت کروں ڈیوٹی پر نہ جاؤں تو اللہ مجھے پسند نہیں کرے گا اور ایک آدمی پر فرض نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ، الحمد اللہ و اللہ اکبر پڑھنا ہے۔

ہر نیک کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھتا ہے یہ اس نوکر کی طرح ہے جو پوری ڈیوٹی دے اور کام چور نہ ہو وہ اللہ کو زیادہ پسند ہوگا۔اور ہمیشہ ذکر اللہ کا نام بندگی ہے اور بندگی فارسی کا لفظ ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا کے حکم کے پابند رہ کر، بندہ زندگی گزارے۔

اور اللہ نے فرمایا: میں نے انسان کو بندگی کے لیے پیدا فرمایا"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" بندے کے لیے بندگی فارسی کا لفظ ہے یعنی خدا کے حکم کے اندر بند ہو کر زندگی گزار دینا۔اور یہ صرف دین ہم سے بندگی نہیں چاہتا بلکہ دنیا کے کام بھی بندگی کے بغیر نہیں ہوتے۔

ایک دکاندار ہے وہ ایک دن دکان کھولتا ہے اور ایک ہفتہ نہیں کھولتا۔ایک دن کھولتا ہے اور ایک ماہ نہیں کھولتا وہ دکان چلتی نہیں۔جب تک وہ دکان کا بندہ نہیں رہتا یعنی اپنے آپکو دکان میں بند نہیں رکھتا کہ وقت پر آئے اور سارا دن ڈیوٹی دے کر جائے نہ تو اس کی دکان نہیں چلتی۔اسلام بھی ہم سے بندگی چاہتا ہے کہ چوبیس گھنٹے میرے احکام میں بند اور قید رہو تب زندگی کا مقصد ادا ہوگا۔جیسے دکان میں انسان اپنے آپکو بند نہیں رکھتا ایک دن کھولتا ہے اور ایک ہفتہ بند رکھتا ہے تو اگر وہ دکان کے سامنے دکان زندہ باد کے نعرے

لگائے اور دکان کھولے نہ تو کیا دکان چلے گی۔ تو زندہ باد کے نعرے سے دکان نہیں چلتی۔
یہ عالمگیر مذہب زندہ باد کے نعرے سے کیسے چلے گا۔ اس لیے اسلام زندہ باد کا نعرہ نہیں چاہتا یہ بندگی چاہتا ہے جیسے دکان میں بندرہ کر ہم دکان چلاتے ہیں اسلام کے اندر بندرہ کر ہم اسلام کو چلائیں گے۔

"زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی"

ایک مشین میں پانچ پرزے ہیں اگر ایک پرزہ خراب ہو تو وہ مشین کام نہیں کرے گی۔ کپڑوں کی مشین ہے۔ اس میں پانچ پرزے ہیں اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو جائے تو وہ سلائی کا کام نہیں کرے گی۔ اگر دو خراب ہو جائے تو مشین خراب ہو جاتی ہے، سارے پرزے ہو جائیں پھر تو کام کی توقع ہی نہیں ہے۔

اسلام کو بھی ایک مشین سمجھیں اس کے پرزے بھی پانچ ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد۔ اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو تو جنت بنانے والی مشین اسلام ہے۔ پھر جنت نہیں بنے گی جیسے مشین میں ایک پرزہ خراب ہو تو وہ اپنا سو فیصد کام کرنے میں ناکام ہے تو اگر مشین میں سارے پرزے خراب ہوں تو اسلام ایک مشین ہے اس میں اگر نہ نماز ہے، نہ روزہ، نہ حج ہے، نہ زکوۃ اور نہ جہاد کا نام ہے اور اسلام زندہ باد۔ جسطرح بغیر پرزوں کے مشین نہیں چلتی۔ تو اسی طریقہ سے بغیر اعمال کے بغیر ارکان دین کے اسلام زندہ باد سے نہیں چلے گا۔

اسلام سمجھ لو کہ ہمارے جیسا بدن ہے اس بدن میں اگر ایک آنکھ نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کانا ہے۔ کان نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کان کٹا ہے، بہرا ہے۔ صرف زبان نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ گونگا ہے۔ پاؤں نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لنگڑا ہے۔ ہاتھ نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ معذور ہے۔ اور اگر دماغ نہیں ہے پھر تو اچھا خاصا ذلیل ہوتا ہے۔ گندگی کھاتا ہے، کپڑے پھاڑ کر اپنے آپکو ننگا کرتا ہے تو جیسے جسم کے اعضاء نا تمام ہونے کی وجہ سے جسم نا تمام ہے تو اسی طرح اسلام بھی ایک جسم ہے یہ نماز اس کے ہاتھ پیر ہیں یہ علم اس کی آنکھ اور عقل ہے اگر اسلام میں یہ چیزیں نہیں ہیں تو پھر اسلام ایسے نا تمام ہے جیسے جسم کے اعضاء نا تمام ہوں تو ہم اس جسم کو ناقص سمجھتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے ذکر اللہ کے بارے میں فرمایا: "اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" اور نام بھی وہ منتخب فرمایا رحمٰن رحیم۔ رحمٰن کون ہے جو

ضرورت سے زیادہ چیزیں دیتا ہے۔ اور رحیم اسکو کہتے ہیں کہ نعمت دیتا بھی ہے اور پہنچاتا بھی ہے۔

لوگ کراچی سے مال خریدتے ہیں وہاں سیٹھ اسکو مال دیتا ہے لیکن مال پہنچاتا نہیں۔ خریدار اٹھا کر لے آتا ہے اور اگر اس نے پہنچایا تو کرایہ کاٹ لیتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے میں نعمت دیتا بھی ہوں اور پہنچاتا بھی ہوں۔ سانس کے لیے اگر میں نے ہوا دی ہے تو ہوا پہنچائی بھی ہے ہم ہوا کو لینے کے لیے کرایہ خرچ نہیں کرتے۔ اگر پانی پیاس بجھانے کے لیے اس نے دیا ہے تو پانی پہنچایا بھی ہے۔ اگر نیند دماغی سکون کے لیے اللہ نے عطا کی ہے تو نیند پہنچائی بھی ہے ہم لیٹتے ہیں نیند ہمارے پاس آجاتی ہے ہم نیند کے پاس نہیں جاتے۔

پھر رحمٰن وہ ہے جو دنیا میں ایسی نعمتیں دیتا ہے جس میں ہمارا کوئی اختیار نہ ہو۔ یہ جسم اور اسکا ایک ایک عضو یہ اللہ کی نعمت ہے۔ رحمٰن اسکو کہتے ہیں جو دنیا میں رحمت کرے دنیا میں رحمت یہ ہے کہ اس نے ہمیں جسم دیا اور بغیر ہمارے اختیار کے دیا۔ جسمانی اعضاء اس میں لگائے۔ "هو الذي اخرجكم من بطون امهاتكم لا تعلمون شيئاً وجعل لكم السمع والابصار والأفئدة قليلا ما تشكرون" تو یہ جسم رحمٰن کی نعمت ہے اس کا ایک ایک عضو رحمٰن کی نعمت ہے۔ سانس کے لیے ہوا رحمٰن کی نعمت ہے۔ پیاس بجھانے کے لیے پانی رحمٰن کی نعمت ہے۔ بھوک دور کرنے کے لیے غذا یہ رحمٰن کی نعمت ہے۔ اور ان نعمتوں میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بعض چیزوں میں ہمارا اختیار ہے لیکن وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔

ہم نے زراعت کی اپنے اختیار سے ہم نے ہل چلایا لیکن ہل جن بیلوں کے ذریعے چلایا وہ بیل کس نے پیدا کیے۔ جو بیج ڈالا ہے زمین میں وہ بیج کس نے پیدا کیا وہ زمین جس میں بیج ڈالا ہے وہ زمین کس نے دی جس پانی سے فصل سیراب کرتے ہیں وہ پانی کس نے دیا جس ہوا نے فصل کو ہلایا ہے اور بڑھایا ہے وہ کس نے دی۔

"افرأيتم ما تحرثون ءأنتم تزرعونه ام نحن الزارعون" فرمایا کہ ہر بھاری چیز کی فطرت کہ وہ اوپر سے نیچے گرتی ہے۔ پانی کو اوپر پھینکو تو وہ نیچے گرے گا۔ پتھر کو اوپر رکھو تو وہ نیچے گرے گا۔ اس پنکھے کی کنڈی کا سہارا ہٹا لو تو وہ نیچے گرے گا لیکن اتنا بڑا درخت اتنا باریک لیکن اللہ اسکو اوپر اٹھا لیتا ہے یہ تمہارے لیے تاکہ آپ کو پھل لینے میں

غلہ لینے میں دشواری نہ ہو یہ اللہ ہے جن چیزوں میں تمہارا فائدہ ہے ان کو نیچے کی بجائے اوپر اٹھا رہا ہے۔

سائنسدان اس میں حیران ہیں کہ اثقال کا میلان اپنے مرکز کی طرف ہوتا ہے اور درخت اور اس کا یہ پھل یہ بوجھل چیزیں ہیں لیکن یہ زمین کو چیر پھاڑ کر نیچے کی بجائے اوپر کو چلے آتے ہیں۔ یہ آپکے لیے اللہ بھیجتا ہے۔

"افرأیتم ما تحرثون أنتم تزرعونه ام نحن الزارعون" زیادہ سے زیادہ تم کہہ سکتے ہو کہ میں لوہار ہوں میں نے ہل تو بنایا تو بھائی ہل جس لکڑی سے بنایا وہ لکڑی کس نے پیدا کی اللہ نے پیدا کی۔

یہ سائنسدان پاگل ہیں اپنے آپ کو خدا مانتے ہیں حالانکہ مفسرین لکھتے ہیں کہ سائنسدان کی حیثیت ایک کمہار سے زیادہ نہیں ہے۔ کمہار کیا کرتا ہے خدا کی مٹی کو گارا بنا کر خدا کا پانی اس میں ڈال کر خدا کی آگ سے پکا کر جگ بنا دیتا ہے۔ اب اگر کمہار کہے کہ میں خالق ہوں میں نے جگ پیدا کیا یہ اس کی حماقت ہے اس جگ کی مٹی اللہ نے پیدا کی تھی اس میں جو پانی ملایا وہ اللہ نے بنایا تھا اسی طریقہ سے سائنسدان نے فولاد کو لیا اور وہ خدا نے پیدا کیا تھا اس میں تیل ڈالا اور وہ بھی خدا نے پیدا کیا تھا اور اس میں پائیلٹ بٹھایا وہ خدا نے بنایا تھا اگر اس کے باوجود سائنسدان کہتے ہیں کہ میں نے سوچ بچار سے کام لیا تو سوچنے کے لیے جو عقل سائنسدان نے استعمال کی وہ عقل کس نے دی اللہ نے دی۔

اس لیے اگر انسان دیکھے تو بس کائنات تین چیزوں کا نام ہے۔ ایک انعام کرنے والا وہ اللہ ہے اور ایک وہ جس پر انعام ہوا ہے وہ انسان ہے اور ان دو کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں وہ نعمتیں ہیں جو خدا انسان کو دیتا ہے۔

"وما بکم من نعمة فمن الله"

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اس لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اسماء حسنٰی میں سے تین کا انتخاب کیا گیا۔ اللہ، الرحمٰن، الرحیم اور اس کے بارے میں ہے۔

"اذکر الله ذکرا کثیرا" خدا کو یاد کرو اور کثرت سے یاد کرو۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۴

# تسمیہ

## اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
## بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیظ وغضب انسان کے اندر ایک غصہ ہے جس سے اپنا دفاع کرتا ہے۔
ایک ہے انسان اور ایک ہے انسان میں محبت۔ فطری غصہ اللہ نے اس لیے دیا ہے کہ وہ اپنا دفاع کر سکے اور یہ دفاع اور جنگ اللہ نے ہر جاندار کی فطرت میں پیدا فرمایا۔ انسان کو دفاع کے لیے غصہ دیا، بچھو کو دفاع کے لیے ڈنگ دے دیا، سانپ کو اپنے دفاع کے لیے زہر دے دیا، بیل کو اپنے دفاع کے لیے دو سینگ دے دیئے، درندوں کو اپنے دفاع کے لیے دو دانت دے دیئے۔ یہ ہر جاندار کا دفاع اسکا فطری حق ہے یہ حق ادا کرنے کے لیے اللہ نے ہر جاندار کو مسلح کیا جس آدمی میں دفاع کے لیے غصہ نہ ہو تو وہ انسان نہیں بلکہ جانوروں سے بھی خارج ہے۔
بیل کو تو اللہ نے قوت دفاع کے لیے سینگ دے دیئے، بچھو کو ڈنگ دیا، سانپ کو زہر دے دیا، درندے کو دو دانت دیئے، بلی کو پنجے دیئے تا کہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ انسان کو اللہ تعالی نے قوتِ غضب دے دی کہ اگر خدانخواستہ آپ کی جان، مال، عزت و آبرو پر کوئی حملہ کرے تو آپ اس وقت غصے کا استعمال کریں۔ تمہارا دفاع ہوگا جان بچے گی۔ اب مردے کے اندر غضب نہیں ہے تو اسکا سارا سامان کوئی اٹھا لے اسکو پتہ ہی نہیں۔
تو اللہ نے انسان میں ایک غضب رکھا ہے تا کہ اس سے اپنا دفاع کر کے دفع مضرت کرے یعنی اپنی جان، مال، عزت و آبرو کو محفوظ کرے۔ اور ایک اللہ نے انسان کو محبت دی ہے تا کہ انسان اس سے منافع حاصل کرے۔ کھانے کی محبت ہوگی تو کھانا کھائے

گا۔ پانی کی محبت ہوگی تو پانی پیے گا۔ شادی کی محبت ہوگی تو شادی کرے گا۔ تو ایک قوت محبت دی تا کہ یہ اپنا منافع حاصل کرے منافع کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور غصہ دے دیا تا کہ یہ اپنا دفاع کرے اور دفع مضرت کرے۔ اب اپنے غصے اور غضب سے یہ دشمن کا مقابلہ کرے گا تو اللہ نے فرمایا کہ سب سے بڑا دشمن تو شیطان ہے۔

"ان الشیطٰن لکم عدو مبین" تو آپ غضب کا اظہار شیطان پر کریں پھر شیطان کے ٹولے پر کرو اور وہ لوگ جو شیطان کے پیروکار ہیں ان پر غصے کا اظہار کرو اور پھر شیطانی اعمال پر کرو جتنے گناہ ہیں ان پر غضب کا اظہار کرو اس غضب کے اظہار کے لیے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم یہ اظہار غضب ہے۔ غصے کا اظہار ہے شیطان پر۔ نفرت کا اظہار ہے کہ شیطان سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ شیطانی ٹولے سے شیطانی اعمال سے اس لیے اعوذ باللہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اپنی قوت غضب کو باپ پر ظاہر نہ کرو۔ مسلمان پر اسکا اظہار نہ کرو۔ بیوی بچوں پر اسکا اظہار مت کرو۔ جو دشمن ہے اسکو پہچانو وہ شیطان ہے "اعوذ باللہ" پڑھو کیونکہ سب سے بڑا دشمن شیطان ہے اس کا ٹولا ہے اور اسکے بتائے ہوئے اعمال ہیں تو اعوذ میں خدا کی پناہ ہے خدا کو ہم نے سہارا بنایا ہے شیطان سے اسکے ٹولے اور اسکے اعمال سے مقابلہ کے لیے۔

پھر انسان کے اندر ایک محبت بھی ہے فطری طور پر اور انسان کی محبت کے اسباب تین ہیں۔

☆ جب کوئی اس کے ساتھ احسان کرتا ہے تو انسان کو محسن کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔

☆ جب انسان کسی کا کمال دیکھتا ہے تو اس کمال کے ساتھ اسے محبت ہو جاتی ہے۔

☆ جب انسان کہیں حسن و جمال دیکھتا ہے تو انسان کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

تو اسباب محبت تین ہیں۔

☆ احسان: جیسے ماں باپ سے محبت ہے اس لیے کہ انھوں نے ہمیں پالا پوسا احسان کیا ہے۔

☆ کمال: جیسے انبیاء علیھم السلام، صحابہ کرامؓ، اہل اللہ و علماء کے ساتھ ہماری محبت ہے اس میں ایک علمی کمال موجود ہے اگرچہ بظاہر انہوں نے ہمیں ایک پیسہ بھی نہیں دیا لیکن کمال کی

وجہ سے ان کے ساتھ محبت ہے۔

☆ جمال اور حسن خوشبو سے آپکو محبت ہے اس میں جمال ہے پھول سے آپکو محبت ہے اس میں جمال ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ جب تمہارے اندر محبت کا جذبہ فطرتاً موجود ہے اور اس محبت کے اسباب تین ہیں۔ احسان، جمال اور کمال۔

تو مجھ سے بڑھ کر احسان کرنے والا تم پر کون ہے مجھ سے بڑھ کر باکمال کون ہے۔ مجھ سے بڑھ کر جمیل اور حسین کون ہے۔ تو اگر آپ محبت کا اظہار کرتے ہو تو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھو۔

تو اعوذ نے ہمیں غضب کا مرکز بتایا کہ شیطان ہے اور بسم اللہ نے ہمیں محبت کا ٹھکانہ بتایا کہ وہ اللہ ہے۔ اور اللہ کے متعلقات ہیں۔ رسول، قرآن، دین، اہل علم، اہل اللہ اور اولیاء کرام، اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللهم انی اسئلك حبك وحب من يحبك وحب عمل يقربني الى حبك" تین چیزیں ہیں۔ خدا ہے خدا کے متعلقین کا ٹولا ہے اور نیک اعمال ہیں۔ ان تینوں کی محبت کا دعوی حضور ﷺ نے فرمایا "اللهم انی اسئلك حبك" یا اللہ اپنے آپکو میرا محبوب بنادے "وحب من يحب" اور جو آپکے محبین ہیں وہ میرے محبوب بنادو "وحب عمل يقربني الى حبك" اور ان اعمال کی محبت میرے دل میں ڈال دو جو مجھے آپ کی محبت تک قریب لے آئیں۔

اب اللہ کا احسان بھی ہے آپ نے پڑھا ہے رحمٰن اور رحیم اور اللہ کا کمال بھی ہے۔ کمال ایسا ہے کہ ہم مادہ کے بغیر کوئی چیز نہیں بنا سکتے یہ کرسی ہم نے بنائی ہے تو پہلے لکڑی کا مادہ موجود تھا تو ہم نے یہ بنائی۔ یہ لاؤڈ سپیکر ہم نے بنایا ہے تو اسکا مادہ لوہا پہلے موجود تھا تو ہم نے اسکو بنا دیا۔ یہ عمارت کا مادہ اینٹ، سیمنٹ پہلے موجود تھا تو ہم نے عمارت بنائی بغیر مادہ کے چیز بنانا یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اللہ ایسا کامل ہے کہ اس نے مادہ کے بغیر مادہ کو بنا دیا۔ اس نے ہوا بنائی ہے مادہ کے بغیر، پانی بنایا ہے پانی کے بغیر، آگ بنائی ہے

آگ کے بغیر، مٹی کو بنایا ہے مٹی کے بغیر۔ "بدیع السموت والارض" اس لیے خدائی مصنوعات بنانے کی طاقت انسان میں نہیں ہے ہم ریل کا انجن بنا سکتے ہیں لیکن چیونٹی نہیں بنا سکتے جو اللہ نے بنائی۔ آپ بلب بنا سکتے ہیں لیکن جگنو نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ خدا کا بنایا ہوا ہے آپ اتنا بڑا کیک بنا سکتے ہیں لیکن گندم کا دانا نہیں بنا سکتے۔

"بدیع السموت والارض" اور ہم جو چیز بناتے ہیں اس کا نمونہ سامنے رکھتے ہیں تو پھر بنا دیتے ہیں۔ لیکن اللہ نے آسمان کو بنایا اور آسمان کا ماڈل نہیں تھا، سورج بنایا تو سورج کا ماڈل نہیں تھا زمین بنائی تو زمین کا نمونہ نہیں تھا۔ پہاڑ بنائے تو پہاڑ کا نمونہ نہیں تھا، بغیر مادہ اور بغیر ماڈل کے بنانے والا خدا ہے۔ "بدیع السموت والارض"

تو نفرتوں کا اور غصے کا مرکز شیطان ہے۔ اور محبت کا مرکز اللہ ہے۔ آج لوگوں نے الٹ کیا ہے اللہ کو مخالفتوں اور نفرت کا مرکز بنایا اور شیطان کو سینے سے لگاتے ہیں اور اس کو محبت کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ تو اللہ نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں ہمیں یہ سبق دیا کہ تمہارے اندر جو غضب ہے اسکا مرکز اور مستحق شیطان ہے۔

"انہ لکم عدو مبین" اس لیے شیطان سے دور رہو اور تمہارے اندر جو محبت ہے اس محبت کا مرکز اللہ ہے کیونکہ جس محبت کے تین اسباب ہیں وہ اللہ تعالیٰ میں "علی وجہ الاتم" موجود ہیں۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ ہر کام میں خدا پر اعتماد کر کے بسم اللہ سے شروع کرو۔ اسباب کو مت دیکھو۔

اسباب کو اللہ نے ضرور پیدا فرمایا ہے لیکن اسباب پیدا کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسباب موثر ہیں۔ موثر اللہ کی ذات ہے۔ اسباب تو اللہ نے پیدا فرمایا کہ تم کو غلہ تب ملے گا کہ آپ زراعت کرو آپ کو پیسہ تب ملے گا کہ آپ ملازمت کرو۔ آپ صنعت کریں آپ تجارت کریں۔ یہ اسباب جو اللہ نے پیدا فرمائے ہیں اللہ رزق اور پیسہ دینے میں ان اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن اللہ نے یہ اسباب اس لیے پیدا فرمائے کہ لوگ نکمے نہ بن جائیں۔ اللہ بغیر تجارت، بغیر صنعت، بغیر زراعت، بغیر ملازمت کے رزق دے سکتا تھا۔

لیکن اگر دینے لگ جائے تو یہ تمام سست بن جائیں گے کہ پکا پکایا بنی اسرائیل کی طرح ملتا ہے تو محنت کی کیا ضرورت ہے۔اور سست آدمی کمینہ ہوتا ہے۔

آج عرب بزدل کیوں بن گئے ان کا ملک تقسیم ہوگیا کیوں۔ کیونکہ ان کے ملک میں تیل نکلا اور بغیر محنت کے ہر سہولت میسر ہوئی فرانس سے ذبح شدہ مرغی ان کے پاس آتی ہے۔ان کے پاس ایک قصائی نہیں ہے کہ ایک بکرے کو ذبح کرے فرانس کے جھٹکے سے مردار بکرے ان کے پاس آجاتے ہیں۔ وہاں سے خوبصورت خوشبو ان کے پاس آتی ہے۔ لمبی گاڑیاں ان کے پاس آتی ہیں تو وہ اسرائیل سے لڑائی کب لڑ سکتے ہیں۔

اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ کافر اقوام ایک دوسرے کو آواز دیں گے کہ آؤ مسلمانوں کو ہڑپ کریں تو صحابہ نے پوچھا "امن قلة یومئذ" اے رسول اللہ ﷺ کیا اس دن مسلمان کم ہوں گے تو فرمایا نہیں۔ "حب الدنیا و کراهیة الموت" تمہارے اندر دو نقصان آئیں گے ایک دنیا سے محبت ہوگی اور ایک راہ خدا میں شہادت سے نفرت کرو گے۔آج یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔

آج یہاں کا سرمایہ دار جہاد میں نہیں جا سکتا۔ وہ فریج کے کھانے کون کھائے گا اس میں لگی ہوئی بوتلیں کون پیے گا اس میں جو گوشت پڑا ہوا ہے اسے بھون کر کون کھائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "حب الدنیا" تمہارے اندر دنیا کی محبت آئے گی "و کراهیة الموت" اور راہ خدا کی شہادت مکروہ جانو گے۔اس لیے اللہ نے اسباب پیدا فرمائے۔ کہ یہ لوگ اسباب میں لگیں، تجارت کریں، زراعت کریں، صنعت کریں تا کہ بزدلی سے نکل جائیں۔ مرد بنیں سست نہ ہوں اس سستی کو دور کرنے کے لیے اللہ نے ان اسباب کو پیدا فرمایا ہے ورنہ رزق دینے والا اللہ ہے تجارت نہیں ہے، نہ صنعت ہے نہ زراعت۔ اور اسباب اس لیے بھی پیدا فرمائے ہیں کہ اللہ تو پوشیدہ ہے تو اگر اسباب کے بغیر رزق دیتا تو رزق کے راستے بھی پوشیدہ ہوتے پھر انسان پریشان ہو جاتا کہ کہاں سے کھاؤں گا کہاں سے پیوؤں گا۔تو اللہ تعالی نے بتا دیا کہ جاؤ تمہارا راستہ تجارت ہے وہاں

آپ کو روٹی مل جائے گی جاؤ تمہارا راستہ ملازمت ہے ملازمت کے راستے آپکو روٹی مل جائے گی۔ صنعت کے راستے تمہیں روٹی مل جائے گی زراعت کے راستے تمہیں روٹی مل جائے گی۔ یہ لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے ہے۔

اس لیے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہا یک بزرگ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ موت تک میرا جو رزق تیرے پاس ہے وہ بیک وقت بھیج دے تا کہ میرے گھر میں سٹاک ہو اور میں تھوڑا تھوڑا کھاؤں تو اللہ نے فرمایا کیا میرے اوپر اعتماد نہیں ہے بروقت نہیں بھیج رہا۔ تو فرمایا اعتماد ہے لیکن شیطان تنگ کرتا ہے۔ تو یہاں بیٹھے اللہ اللہ کرتا ہے اگلے سال کیا ہوگا بچوں کا کیا ہوگا تو سارا سٹاک بھیج دے تا کہ میں شیطان کو جواب دے سکوں کہ پڑا ہوا ہے۔ تو یہ اللہ نے جو اسباب پیدا فرمائے ہیں اس لیے نہیں ہیں کہ اللہ اسباب کا محتاج ہے۔ اللہ جب دینے پر آئے تو کاروبار کے بغیر پیسہ دے اور پیسے کے بغیر رزق دے سکتا ہے اور رزق کے بغیر زندگی دے سکتا ہے۔ رزق دینے میں مال کا محتاج نہیں ہے اور مال دینے میں اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

تو اعوذباللہ نے ہمیں سبق دیا کہ شیطان سے دور رہو اور بسم اللہ نے ہمیں سبق دیا کہ تمہاری محبتوں کا مرکز اللہ ہے اسی کو محبوب بناؤ اسکے متعلقین کو محبوب بناؤ اسکے احکامات کو محبوب بناؤ اور اسباب پر نظر نہ رکھو مسبب الاسباب پر نظر رکھو۔

"لا تجعل الاسباب اربابا" اسباب کو موثرات مت سمجھو۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۵

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اعوذ باللہ" ہمیں ایک سبق دیتا ہے اور "بسم اللہ "ہمیں دوسرا سبق دیتا ہے۔

ایک ملک جب دوسرے ملک سے لڑتا ہے یعنی پاکستان ہندوستان سے لڑتا ہے تو لڑائی کے لیے پاکستان کو دو پالیسیاں بنانی چاہئیں۔

ایک داخلہ پالیسی اور دوسری خارجہ پالیسی

داخلی پالیسی یہ ہے کہ اسکی بری، بحری، فضائی فوج ہو اور وہ مسلح ہو یہ داخلی پالیسی ہے۔ جس حکومت کی بری فوج نہ ہو بحری نہ ہو فضائی نہ ہو وہ ملک نہیں لڑسکتا تو لڑائی کے لیے داخلی پالیسی ضروری ہے کہ فوج ہو اور تینوں قسم کی فوج ہو بری، بحری، فضائی اور وہ اسلحہ سے لیس ہو یہ داخلی پالیسی ہے۔

خارجی پالیسی اس کی یہ ہے کہ بیرون طاقتوں کے ساتھ اس کے تعلقات ہوں چائنہ کے ساتھ دوستی ہو ایران کے ساتھ دوستی ہو، افغانستان اسکا دوست ہو عرب امارات کے ساتھ تعلقات درست ہوں۔ تو جب اسکی دونوں پالیسیاں مضبوط ہوں گی۔ اب یہ ہندوستان سے لڑنے کے قابل ہے اگر داخلی پالیسی نہ ہو تو یہ لڑنے کے قابل نہیں ہے داخلہ پالیسی ہے لیکن بیرون ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات خراب ہیں تو وہ اس کا تعاون نہیں کریں گے بلکہ پیچھے سے خطرہ ہے کہ ایران حملہ کرے گا، افغانستان، چائنہ حملہ کرے گا یہ پھر بھی نہیں لڑسکتا۔ اسلئے لڑنے والے کو ملک کے لیے پہلے دونوں پالیسیاں بنانی پڑتی ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ پر غزوۂ خندق میں احد میں حملہ ہوا تو آپ ﷺ نے یہ دو

پالیسیاں مضبوط بنائی تھیں اندرون صحابہ کرامؓ کو لیس کر دیا اسلحہ سے اور بیرونی طاقتیں یہود کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے معاہدہ کیا کہ بعد میں دیکھی جائے گی کہ اسوقت بیرون حملے کا دفاع کرنا ہے۔ یہود سے بھی اتحاد کرو تو آپ ﷺ نے خندق میں بھی فتح پائی اور احد میں بھی فتح پائی۔

اعوذ باللہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تمہاری چوبیس گھنٹے لڑائی شیطان کے ساتھ ہے اس لڑائی کے لیے تم اندرونی پالیسی بھی مضبوط کرو اور بیرونی پالیسی بھی مضبوط کرو۔ داخلی پالیسی بھی مضبوط کرو۔ تمہاری بری، بحری اور فضائی فوج ہے وہ دل ہے دماغ ہے اور روح ہے ان تین افواج کو مستحکم کرو مضبوط کرو۔ دل میں مقابلہ کی قوت پیدا کرو غیر اللہ کا خوف اس سے نکالو یہ اسلحہ ہے دل کا، خدا کا خوف دل میں اتارو یہ اسلحہ ہے دل کا غیر اللہ کی محبت نکالو اور خدا کی محبت دلوں میں اتارو۔ دل، دماغ، روح یہ افواج مسلح کرو خدا کی محبت رسول کی محبت اللہ کے خوف سے تمہارے اندر مقابلہ کی قوت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت عمرؓ اس لیے فرماتے تھے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں پہاڑ سے ٹکر لیتے ہیں سمندر سے ٹکر لیتے ہیں عراق سے ٹکر لیتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے تقدیر آجاتی ہے تو بے بس ہو جاتے ہیں ہتھیار ڈال دیتے ہیں لیکن فرمایا خدا کی قسم میں تقدیر سے نہیں ڈرتا۔

"انازع القدر بالقدر للقدر" میں تقدیر کے ساتھ لڑتا ہوں تقدیر کے ذریعہ خدا کی رضا کے لیے۔ فرمایا بھوک تقدیری فیصلہ ہے لیکن میں کھانے کے ذریعہ بھوک سے لڑ کر اسے دور کرتا ہوں اور تقدیر کو شکست دیتا ہوں۔ پیاس تقدیر کا فیصلہ ہے لیکن پانی لے کر اندر اتارتا ہوں اس پیاس کی تقدیر کو بھگاتا ہوں۔ گھر میں آگ لگتی ہے یہ تقدیر کا معاملہ ہے لیکن میں پانی لے کر اس تقدیر پر ڈالتا ہوں اسکو بجھا دیتا ہوں۔ بیمار ہوتا ہوں یہ تقدیر کا فیصلہ ہے لیکن دوائی لے کر پی لیتا ہوں وہ بیماری جو تقدیر ہے اسے بھگا دیتا ہوں۔

"انازع القدر بالقدر للقدر" یہاں تک کہ جب دل میں خدا کی محبت ہو تو محبوب کی خاطر انسان اپنی جان بھی قربان کرتا ہے تو دشمن کو نہیں کاٹے گا اور جب غیر اللہ کا خوف نکلے تو اسمیں ساری دنیا جو کفر ہے اسکا خوف نکلے گا اور جب نکلے گا تو ذرہ برابر اسکو

خوف نہیں ہوگا۔

تو شیطان سے لڑنے کے لیے داخلہ پالیسی بنانی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے دل، دماغ اور روح کو اللہ کے خوف سے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے لیس کریں۔اب خارجی پالیسی کیا ہے پاکستان کی خارجہ پالیسی یہ ہے کہ باہر ممالک سے تعلقات درست ہوں اور انسان کی خارجہ پالیسی یہ ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق درست ہو۔

اس خارجہ پالیسی کے لیے فرمایا:"اعوذ باللہ" یا اللہ تیری مدد چاہتے ہیں شیطان رجیم کے مقابلے میں یہ خارجہ پالیسی ہے۔

روح کو اور قلب کو اور دماغ کو خدا کی محبت سے مضبوط کر دیا داخلہ پالیسی ٹھیک ہو گئی اب خارجہ پالیسی کہ اپنے سے بیرون طاقت کے ساتھ اپنا تعلق استوار کریں اور بیرونی طاقت انسان سے خدا کی ذات ہے اس لیے اللہ کو پکارا۔"اعوذ باللہ" یا اللہ تیرا سہارا تیری پناہ تیری مدد کی ضرورت ہے ملعون شیطان کے مقابلے میں۔

مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ شیطان بہت بڑی طاقت ہے لیکن "اعوذ باللہ" معمولی طاقت نہیں ہے کیونکہ شیطان نے جب سنا۔"اعوذ باللہ" اس نے خدا کو پکارا میرے مقابلے میں اور اسکو معلوم ہوا کہ خدا نے اس کی پکار کو سن لیا اور شیطان کو معلوم ہے کہ جس خدا کو پکارا ہے وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے تو وہ محاذ چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔لیکن یہ ہے کہ ہمیں "اعوذ باللہ" کا پتہ بھی چلے لیکن اگر "اعوذ باللہ" ایسے ہی طوطے کی طرح پڑھی تو فائدہ نہیں اس کے لیے نفس مارنا پڑتا ہے جب تک نفس زندہ ہے وہ اندرون فوج کو مسلح نہیں ہونے دیتا وہ خدا کے پاس ہمیں جانے نہیں دیتا۔اس لیے نفس کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کی زیارت خواب میں ہوئی میں نے کہا یا اللہ شارٹ کٹ راستہ بتا دے میں آنا چاہتا ہوں لیکن لمبا راستہ ہے تہجد پڑھو نماز پڑھو روزہ رکھو جہاد کرو علم حاصل کرو عمل کرو بڑا لمبا راستہ ہے شارٹ کٹ راستہ کیا ہے۔تو اللہ نے فرمایا"دع نفسك وتعال" ایک قدم نفس پر رکھو دوسرا میری گود میں یہ ایک قدم میں

ملے ہے۔"دع نفسك وتعال" یہ شارٹ کٹ راستہ ہے کہ انسان نفس اور خواہشات نفس کو مار دے اس کی فنا میں بقا ہے۔

مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ ایک تاجر نے طوطا رکھا تھا پنجرہ میں سالہا سال سے وہ قید تھا وہ پنجرے کے اندر دانہ پھینکتا تھا وہ کھاتا تھا اس کے اندر پانی رکھتا تھا وہ پیتا تھا یہ ایران کا واقعہ ہے۔ فرمایا وہ تاجر ہندوستان گیا کاروباری سلسلے میں تو طوطے نے اسے کہا ہندوستان میں میری برادری ہے طوطے ہیں انکو میرا سلام کہو اور انکو کہو کہ آپکا ایک بھائی پنجرہ کے اندر قید بند ہے اسکے لیے دعا کرو۔ اب سوداگر ہندوستان پہنچا ایک باغ پر سے گزرا اس نے دیکھا بڑے طوطے ہیں اس نے طوطوں سے کہا کہ میرے پنجرے میں طوطا ہے اس نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور حسرت سے کہا ہے کہ میں نو سال سے پنجرہ کی جیل میں ہوں میرے لیے دعا کرو جب اس نے یہ کہا تو تمام طوطے مر کر نیچے گر گئے اب وہ تاجر بڑا پریشان ہوا اس نے اپنا سودا وغیرہ خریدا ایران واپس آیا اور اپنے طوطے کو کہا کہ میں نے تو آپکی برادری کو آپ کا سلام پہنچایا اور آپکی جیل کا پیغام بھی پہنچایا وہ تو ساری برادری مر گئی۔ تو وہ طوطا وہاں تڑپ کر مر گیا جب مرا تو تاجر نے اسکو نکال کر باہر کیا جب باہر کیا تو وہ اڑ گیا اور کہا کہ یہ مجھے اپنی برادری نے سبق بتایا ہے کہ اپنے آپکو مارو گے تو بقا ہے۔ وہ بھی مرے نہیں تھے انہوں نے مجھے سبق دیا تھا کہ اپنے آپ کو فنا کرو آپ دانے کے چکر میں ہیں۔ ہم بھی کھانے پینے کے چکر میں ہیں کب نفس ہمیں اس طرف آنے دیتا ہے۔

مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ ان طوطوں نے اپنے بھائی کو سبق دیا کہ اپنے نفس کو مارو اس پنجرہ کے مفت دانوں سے اور پانی سے دل کو مطمئن کرو صبر مل جائیگا۔ جب آپ اپنے آپکو فنا کرو گے اسمیں تمہاری بقا ہے۔

اس لیے ایک تو یہ ہم اپنی اندرونی پالیسی کو مضبوط کریں۔ دل، دماغ اور روح کو نفس کے پنجرے سے نکال دیں اور دوسرا یہ کہ بیرونی طاقت کا سہارا لیں جب ہم کہیں "اعوذ باللہ" یا اللہ تیری مدد چاہتے ہیں تیرا سہارا چاہتے ہیں شیطان کے مقابلے

سے تو شیطان کو علم ہوا کہ اس نے خدا کو پکارا یہ بھی شیطان جانتا ہے کہ اس نے اس کی پکار کو سن لیا اور یہ بھی شیطان جانتا ہے کہ وہ پکار قبول کرتا ہے کیونکہ خدا کا وعدہ ہے۔ "ادعونی استجب لکم" پیروں کی وساطت سے مجھے نہ پکارو وسائل کے ذریعہ سے مجھے مت پکارو، ڈائیرکٹ مجھ سے رابطہ کرو میں سن لیتا ہوں۔

تھانے دار کو درخواست دیتے ہیں تو کھڑا ہونا پڑتا ہے بیٹھ کر دے دیں تو وہ نہیں لیتا تم نے بے ادبی کی لیکن اللہ تعالی نے فرمایا: "قیاما وقعودا وعلی جنوبھم" کھڑے ہو کر مجھے درخواست کرو بیٹھ کر اگر بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ کر "استجب لکم" میں تمہاری پکار کو خود سنوں گا جب شیطان کو علم تھا کہ اس نے خدا کو پکارا علم تھا کہ اس نے پکار کو سنا علم تھا کہ وہ قبول کرتا ہے علم تھا کہ وہ مجھ سے طاقتور ہے تو وہ بھاگ جائیگا۔

یہ اللہ نے خارجہ پالیسی مستحکم بنانے کے لیے ہمیں "اعوذ باللہ" دی ہے۔ اب جنگ کے بعد فلاح، فتح نعمتیں، مال غنیمت ملتا ہے مال غنیمت دنیا ہے اور آخرت ہے تو دنیا کے لیے فرمایا "الرحمن" اور آخرت کے لیے "الرحیم"۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" نعمتیں لوٹو رحمٰن اور رحیم سے رحمٰن جو دنیا میں رحمت کرنے والا رحیم جو آخرت کا رحم کرنے والا ہو اور چونکہ دنیا آخرت سے مقدم ہے اس لیے رحمٰن کا ذکر رحیم سے مقدم ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۶

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کے پاس دو خزانے ہیں ایک خزانے کا نام ایمان ہے دوسرے کا نام اعمالِ صالحہ ہے شیطان دونوں خزانوں کا ڈاکو ہے ایمان لوٹتا ہے شبہات کے ذریعے اور اعمال لوٹتا ہے خواہشات کے ذریعے مثلاً معراج کا مسئلہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی راہوں سے آسمانوں پر گیا سدرۃ المنتہیٰ سے ہوتا ہوا لامکاں تک پہنچا پھر حضرات انبیاءؑ کے ارواح مقدسہ سے آسمانوں پر ملاقاتیں بھی کیں واپس آیا تو اٹھتے ہوئے جو بستر گرم چھوڑ چکا تھا وہ ابھی گرم تھا۔ نکلتے ہوئے جو دروازے کی کنڈی حرکت کر رہی تھی وہ اسی طرح حرکت میں تھی۔

ہمارا ایمان ہے یہ سب درست ہے اللہ نے اس وقت کائنات کی گاڑی روک رکھی تھی رات کو آگے جانے سے روکا تھا جس لمحہ میں گئے جدھر گاڑی رکی تھی اسی لمحہ میں آپ ﷺ واپس آ گئے۔ لیکن شیطان شکوک و شبہات ڈالتا ہے کہ آپکا بھاری جسم ہے اور اثقال کا میلان مرکز نیچے کی طرف ہے۔ آپ اوپر کیسے چلے گئے پھر شبہ ڈالتا ہے کہ اتنے سیکنڈ میں کیسے گئے اور واپس آئے۔

لیکن اثقال کا میلان جو مرکز کی طرف ہے وہ بھی خدا کے حکم سے ہے ورنہ درخت کتنا بھاری اور ثقیل ہے لیکن وہ کونپل نکلنے کے بعد نیچے جانے کی بجائے اوپر کی طرف چلا جاتا ہے اللہ کا حکم ہے پھل کے باوجود وہ نیچے کو نہیں اوپر کو جاتا ہے تاکہ انسان کو پھل دے سکے۔ گندم نیچے جانے کی بجائے اسکا بوٹا اوپر کی طرف چلا جاتا ہے یہ اللہ کا احسان ہے اور

پھر اللہ اگر گندم کو آم جیسا درخت دے دے تو پرندے چن چن کے اسکو کھا جائیں۔ تو اللہ نے اسکو ایسا معمولی تنکا دیا کہ اگر چڑیا بھی اس پر بیٹھ جائے تو اسکو بیٹھنے نہیں دیتا وہ ہلتا ہے اس لئے کہ انسان کے لئے یہ دانہ محفوظ ہو جائے۔

تو یہ اثقال کا میلان مرکز کی طرف ذاتی نہیں ہے یہ اللہ کے حکم سے ہے جیسے درخت بھاری ہونے کے باوجود نیچے کی بجائے اوپر کو جاتا ہے۔ شیطان کا یہ شبہ غلط ہے رہا یہ شبہ کہ ایک لحہ میں گئے اور واپس آئے ہمارے لیے تو یہ مشکل ہے خدا کے لیے تو مشکل نہیں ہے۔ سورج کروڑوں میل ہم سے دور ہے۔ بارہ کروڑ بیس لاکھ میل ہم سے دور ہے لیکن ایک سیکنڈ میں اسکی روشنی زمین پر پہنچ جاتی ہے تو سورج کی کیا طاقت ہے جناب نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں، اگر کروڑوں میل دور سے سورج کی روشنی ہم تک پہنچ سکتی ہے تو کیا آپ ﷺ ایک لحہ میں لامکاں سے یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔؟

ہم یہ کام نہیں کر سکتے اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا بھی نہیں کر سکتا۔ اگر میں چیونٹیوں میں تقریر کروں کہ ہاتھی بیس من کا بوجھ اٹھا لیتا ہے اب چیونٹی اجلاس بلائے اور پارلیمنٹ میں تقریر کرے کہ بیس من کا بوجھ ہم نہیں اٹھا سکتے تو ہاتھی بھی نہیں اٹھا سکتا یہ چیونٹیوں کی بیوقوفی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اللہ چاہے تو ہاتھی کو ایک ذرے میں جمع کرے۔ دیکھو ہاتھی کے پاس جتنے اعضاء ہیں وہ مچھر میں ہیں۔ بلکہ دو پر مزید اللہ نے لگائے ہیں ہاتھی کے پر نہیں ہیں مچھر میں پر بھی ہیں۔ کس کی طاقت زیادہ ہے تو اللہ کے لئے مشکل نہیں ہے۔ تو جو کام ہم نہیں کر سکتے کہ آسمان پر نہیں جا سکتے اور واپس جلدی نہیں آ سکتے تو اسکا معنٰی یہ نہیں ہے کہ خدا نہیں لے جا سکتا۔

اور ہمارے اعمال کو شیطان لوٹتا ہے شہوات کے ذریعے اب ہاتھ میں تسبیح ہے زبان پر اللہ، اللہ ہے شیطان نے نامحرم عورت کو سامنے سے گزارا اور ہمارے ہاتھ سے تسبیح گرا دی۔ خواہشات پیش کر کے ہمارے اعمال کو اس نے لوٹ لیا۔ اس لئے اسلام نے

خواہشات پر پابندی لگائی کہ عورت کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو۔

دیکھو دودھ کی خواہش بلی میں موجود ہے بلی کے دل میں خواہش ہے کہ میں دودھ پیوں دودھ میں خواہش نہیں ہے کہ مجھے بلی پیے تو ہم دودھ پر ڈھکنا رکھتے ہیں کہ کہیں بلی پی نہ جائے تو مرد اور عورت میں تو خواہش دونوں طرف ہوتی ہے تو عورت کو ڈھکنا نہیں چاہیے تو جیسے بلی میں صرف خواہش ہے دودھ پینے کی دودھ میں خواہش نہیں ہے کہ مجھے بلی پیے تو ہم دودھ پر ڈھکنا رکھتے ہیں اور پھر پتھر رکھتے ہیں کہ کہیں بلی ڈھکنا ہٹا کر پی نہ جائے۔ تو مرد اور عورت میں تو خواہش دونوں جانب سے موجود ہے تو کیا عورت کو ڈھکنا نہیں چاہیے۔

تو ہمارے اعمال کو وہ لوٹتا ہے خواہشات کے ذریعے تو اللہ نے سبق دیا "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" یا اللہ ہم تیری پناہ میں آتے ہیں مرجوم، ملعون شیطان سے کہ کہیں شبہات سے ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈالے اور خواہشات سے ہمارے اعمال پر ڈاکہ نہ ڈالے۔ یہ "اعوذ باللہ" میں سبق ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" میں اللہ نے سارا قرآن بند کر دیا۔ حدیث میں ہے کہ سورۃ فاتحہ انجیل کے برابر ہے اور سورۃ مائدہ تورات کے برابر ہے اور سورۃ آلِ عمران زبور کے برابر ہے اور فرمایا کہ یہ ابوبکرؓ میری امت کے ابراہیم ہیں اور یہ عمرؓ میری امت کا موسیٰ اور یہ ابوذرؓ میری امت کا عیسیٰ ہے۔ تو ساری کتابیں قرآن میں ہیں قرآن ان کی ماں ہے اور سارا قرآن سورۃ فاتحہ میں ہے سورۃ فاتحہ قرآن کی ماں ہے اور ساری سورۃ فاتحہ بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ قرآن کی نانی ہے۔

اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ تیس پارے بسم اللہ میں کیسے جمع ہو گئے آم کے ایک درخت میں ہزاروں پتے، سینکڑوں شاخیں، بہت زیادہ پھل یہ سب کچھ اللہ گٹھلی میں رکھتا ہے کہ نہیں۔ تو جو اللہ اتنے بڑے درخت کو چھوٹی سی گٹھلی میں لپیٹ سکتا ہے تو قرآن کو بسم اللہ میں نہیں رکھ سکتا۔ یہ آپکی آنکھ کی پتلی چھوٹی سی ہے لیکن اگر آپ اوپر دیکھیں تو ساری چھت اس میں سما جاتی ہے۔ اور اگر کھلی فضاء میں دیکھیں تو سارا آسمان اس میں اتر آتا

ہے۔ بقول اقبال:

خودی کا نشیمن تیرے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دے آپ کا اتنا سا دماغ ہے لیکن آپ نے جو ملک دیکھا ہے شہر کی جو گلی دیکھی اس چھوٹے سے دماغ میں ہے یہ تو ایک گز بھی نہیں ہے لیکن دو سو میل کی سڑک اس کے اندر موجود ہے۔

"لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد"

تو ساری آسمانی کتابیں قرآن میں ہیں اور سارا قرآن سورۃ فاتحہ میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہمارا وجود ہے ایک ہماری دنیاوی ضرورتیں ہیں ایک ہماری آخرت کی ضرورت ہے یہ تین چیزیں ہیں۔

وجود "بسم اللہ" میں اللہ نے دیا دنیاوی نعمتیں رحمٰن نے دیں اور اخروی نعمتیں رحیم نے دیں۔

قرآن نے اول تا آخر جنت دوزخ تک تمام راستہ بیان کیا ہے اور سارا جہان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" میں ہے۔ آپ کو وجود کی ضرورت ہے وہ کس نے دیا ہے اللہ نے تو یہاں بسم اللہ ہے موت تک آپکو بے شمار چیزوں کی ضرورت ہے رحمٰن کسے کہتے ہیں جو دنیاوی ضرورتیں پوری کرے تو دنیا اس میں آ گئی اور رحیم کسے کہتے ہیں جو آخرت کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اسی وجہ سے اللہ کی بڑی طاقت ہے۔ اور بسم اللہ میں اللہ موجود ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ایک صحابی حضرت زیدؓ پچاس ہزار کا تھیلہ لے کر روم جا رہے تھے تجارت کے لئے سفر میں چوروں نے پکڑا وہ تھیلہ چھین لیا ہاتھ پیر باندھ دیئے جیب سے چھری نکالی اسے ذبح کرنے کے لیے۔ اس نے کہا پیسے لے لو مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔ اس نے کہا آپ بعد میں لوگوں کو بتائیں گے اس نے کہا اچھا اس نے ایک بار کہا "اللہ"

پھر کہا "اللہ" اتنے میں ایک شاہسوار تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے آکر ان تینوں چوروں کو مار ڈالا۔ حضرت زیدؓ کے ہاتھ پیر کھول کر گھوڑے پر بٹھا کر مدینہ واپس کر دیا۔

آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے حضرت زیدؓ وہاں پر پہنچے تو حضرت محمد ﷺ نے دور سے فرمایا زید کون تھا وہ شاہسوار جو تیری مدد کے لیے آیا۔ حضرت زیدؓ نے واقعہ بیان کیا فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا جب آپ نے پہلی دفعہ اللہ کہا تو یہ فرشتہ ساتویں آسمان پر تھا دوسری بار اللہ کہا تو یہ آسمانوں سے اتر چکا تھا تیسری بار اللہ آپکی زبان پر تھا کہ اس نے چوروں کو مار بھی ڈالا اور آپکو کھول بھی دیا اور گھوڑے پر بٹھا بھی دیا۔

آج تو کلاشنکوف کا زمانہ ہے مولویوں کے ساتھ بھی کئی کلاشنکوفیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک عیاشی ہے حدیث شریف میں ہے کہ صبح تین مرتبہ پڑھو

"بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم" بسم اللہ میں اللہ کا نام ہے "الذی لا یضر مع اسمہ شیء" کہ اسکے ہوتے ہوئے کوئی چیز آسمان و زمین میں ضرر نہیں دے سکتی۔ شام تک ستر ہزار فرشتے آپکی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر شام کو تین مرتبہ پڑھیں تو ساری رات فرشتے آپکی حفاظت کرتے ہیں۔

یہ ایک فیشن بنا ہوا ہے گاڑی کے پیچھے گن مین جا رہے ہیں اکثر وہی گن مین اسے اڑا دیتے ہیں حفاظت اللہ ہی کرتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپسی پر ایک کیکر کے درخت کے نیچے دوپہر کے وقت لیٹے تلوار لٹکائی ایک کافر نے سوتے میں تلوار پر قبضہ کیا آپ کی آنکھ مبارک کھلی کافر نے للکارا کون بچائے گا۔

آپؐ نے فرمایا "اللہ" یہ نہیں فرمایا کہ علی ہجویری آپ لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں ۔داتا کا مطلب دینے والا۔ دینے والا صرف اللہ ہے۔ عزت وہ دیتا ہے، دولت وہ دیتا ہے ،سلطنت وہ دیتا ہے، اولاد وہ دیتا ہے۔

" قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک

ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء" آپ نے فرمایا اس کے ہاتھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور تلوار گر گئی۔ آپ صدیق اکبرؓ کو لے کر غار ثور میں آرام فرما رہے تھے کفار غار کے دہانے پر پہنچے۔ صدیق اکبرؓ نے کہا حضرت اگر یہ جھک کر دیکھیں تو ہم صاف دکھائی دیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا" ما ظنك باثنين الله ثالثهما " ابوبکر آپکو معلوم نہیں ہے ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔" لو جاؤوا من ھٰھنا لخرجنا من ھٰھنا" اگر یہ غار کے دہانے داخل ہو گئے ہم اس طرف جائیں گے ابوبکرؓ نے کہا میں نے دیکھا حضورؐ نے پہاڑ کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا وہ پھٹ گیا۔ آگے صحرا تھا دریا تھا دریا کے کنارے کشتی کھڑی تھی اور ملاح ہماری طرف دیکھ رہا تھا کہ یہ دو مسافر کب آئیں کہ انکو بٹھا کر پار لے جاؤں۔

" ما ظنك باثنين الله ثالثهما " آپ ان دو آدمیوں کو کمزور مت سمجھنا کیونکہ انکے ساتھ تیسرا خدا ہے تو اس میں تین نام ہیں اللہ اس نے ہمیں وجود دیا اور یہ وجود ایسے ہی نہیں دیا حدیث مبارک میں ہے کہ جب عورت کے رحم میں نطفہ پہنچتا ہے تو اللہ چار سو فرشتے رحم میں بھیجتا ہے۔ ایک فرشتہ اس نطفے کے ایک ذرے سے آنکھ بناتا ہے دوسرا کان بناتا ہے۔ تیسرا زبان بناتا ہے چوتھا ہاتھ بناتا ہے پانچواں پیر بناتا ہے چھٹا ایک ایک انگلی بناتا ہے اندر کا انتظام بنا رہے ہیں اور یہ خدا کی قدرت ہے کہ ہم ریشم سے کپڑا بنا سکتے ہیں لیکن تلوار نہیں بنا سکتے اللہ کے حکم سے وہ نرم قطرے سے آنکھ جیسا نرم عضو بھی بنتا ہے اور لوہے جیسی مضبوط ہڈی بھی بنتی ہے یہ اللہ کا کام ہے۔

بیج جو زمین میں بویا جاتا ہے ایک ایک دانے کو ہاتھ میں لیتے ہیں کہ کیڑا نہ لگے کونپل نکلنے تک یہ سڑ نہ جائے اور پھر کونپل کا رخ اوپر کرتا ہے یہ تمام کاروائی اللہ کی ہے۔ کہ وہ فرشتے کے ہاتھ میں ہے یہ تربوز جو آپ لوگ کھاتے ہیں کتنا ہوتا ہے پنجاب کے اتنے بڑے تربوز ہیں اگر آپ اس کی شاخیں دیکھیں کیا اس کے برابر ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ اسکے اندر مشین لگاتا ہے کہ وہ زمین کا سفید پانی لال بنا کر تربوز میں

پہنچائے۔ پھیکا پانی میٹھا بنا کر اس میں پہنچائے گندا پانی مشینوں سے گزار کر پاکیزہ بنا دے۔ اور اللہ ہمارے جیسا حکیم نہیں ہے ہمارے حکیم کنجوس ہوتے ہیں آپکو دوائی دیں گے کشتہ دیں گے فارمولہ نہیں بتائیں گے کہ کہیں یہ دکان نہ کھول لیں۔ لیکن اس نے تربوز میں اتنے بیج رکھ لیے کہ اگر یہ آپکو پسند آئے تو اگلے سال بیج بو کو پورا باغ بنالو اور کھاؤ۔ یہ اللہ ہے۔

آپ کلاشنکوف کے پیچھے چلے جاتے ہیں اللہ کو بھول گئے تو انسانی وجود کا سارا انتظام اللہ نے کیا اللہ ایک خالق ہے اب آپکو دنیا میں نعمت پہنچانے کی ضرورت تھی تو رحمٰن کا ذکر آیا رحمٰن جو دنیا میں رحمت دینے والا ہے آپکو پانی دیا، آپکو ہوا دی آپکو اولاد دی آپکو مکان دیا آپکو حکومت دی یہ رحمٰن کی رحمت ہے لیکن ہمارا پیٹ بھرتا نہیں ہے تو مرنے کے بعد بھی جنت کے محتاج ہیں نجات کے محتاج ہیں تکلیف نہیں برداشت کر سکتے تو الرحیم کا ذکر آیا۔

اب یہ بتاؤ جب وجود اللہ نے دیا ضروریات اللہ نے پوری فرمائیں رحمٰن نے دنیا میں پہنچادیں رحیم نے آخرت میں پہنچائیں آخرت کے بعد بھی کوئی جہان ہے کہ ہم پیر دستگیر کو پکاریں کہ وہ ہماری مدد کرے۔

تو" اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم " نے ہمیں سبق دیا کہ شیطان ڈاکو ہے ایمان کو لوٹتا ہے شبہات سے اور اعمال کو لوٹتا ہے خواہشات سے۔ تم "اعوذ باللہ" پڑھو۔ لیکن ہم "اعوذ باللہ" نہیں پڑھتے ہم تو شیطان کو گلے لگاتے ہیں۔

اور "بسم اللہ" نے ہمیں سبق دیا کہ آپکو آخر تک جس چیز کی ضرورت ہے دنیا میں جو اشیاء چاہییں تو میں اللہ ہوں مجھ سے مانگو۔ موت تک جس چیز کی ضرورت ہے میں رحمٰن ہوں پہنچا دیتا ہوں اور مرنے کے بعد لامحدود زندگی ہے اس میں جو ضرورتیں ہیں تو میں الرحیم ہوں۔

اور قرآن اسی کے لیے آیا ہے کہ ہمارے وجود کی اصلاح کرے ہمیں دنیا کی نعمتوں کے لیے راستہ دکھائے اور آخرت کی نعمتوں کا راستہ دکھائے۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۷

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"بسم اللہ" میں اللہ کی دو صفات ہیں ایک رحمٰن اور ایک رحیم یہ دونوں رحمت سے مشتق ہیں البتہ رحمٰن کی رحمت کا تعلق دنیا سے ہے اور رحیم کی رحمت کا تعلق آخرت سے ہے اسی وجہ سے کہ رحمٰن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اور رحیم کا آخرت کے ساتھ ہے کیونکہ دنیا آخرت سے مقدم ہے تو بسم اللہ میں رحمٰن کو رحیم پر مقدم رکھا گیا

اب رحمٰن کی رحمت کا تعلق دنیا سے ہے اور رحیم کی رحمت کا تعلق آخرت سے ہے اور آخرت دنیا کی نسبت وسیع ہے اور رحیم کی رحمت رحمٰن کی رحمت سے وسیع ہے رحیم کی رحمت رحمٰن کی رحمت سے وسیع اس لئے ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ کی رحمت کے ایک سو حصے ہیں ایک سو میں سے ایک حصہ اللہ نے دنیا میں بھیجا جس کی برکت سے فرش سے لے کر عرش تک یہ کائنات موجود ہے اور ہمیں نعمتیں میسر ہیں۔

ماں جو اولاد پر رحمت شفقت کرتی ہے یہ اس ایک حصہ رحمت کی چمک ہے کیونکہ جب رحمٰن کی رحمت ساری دنیا پر تقسیم ہوتی ہے تو ایک ماں کے حصے میں ایک ذرہ رحمت آتی ہے جس وجہ سے اولاد پر شفقت کرتی ہے اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ دنیا بھر کی ماؤں کی شفقت کو جمع کر لو تو رحمٰن کی رحمت کے برابر نہیں ہے کیونکہ رحمٰن کی رحمت اس ایک حصے کا نام ہے اور ہر ماں کو اس حصے میں سے ذرہ ذرہ ملا ہے اب علماء نے اس میں سے ایک مسئلہ نکالا ہے کہ رحمٰن کی رحمت رحیم کی رحمت سے چھوٹی ہے اور اس چھوٹی رحمت میں اللہ نے ہمیں کتنا بڑا حصہ دیا ہے ان میں سے ایک ایمان ہے یہ رحمٰن کی رحمت ہے۔ اور ایمان دنیا سے زیادہ قیمتی ہے قرآن نے جب کہا "جنۃ عرضھا کعرض السمآء والارض" کہ جنت کی لمبائی چوڑائی زمین آسمان سے زیادہ ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے

کہ دس دنیاؤں کو بچھو رقم اکٹھی کرو اور جنت کی ایک بالشت زمین خرید نا چاہو تو نہیں خرید سکو گے کتنی قیمتی ہے وہ جنت۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کہا میں نے ایمان کے پیمانے سے جنت کو ناپا جنت چھوٹی نکلی میرا ایمان اس سے بڑا نکلا۔ رحمٰن کی رحمت سو میں سے ایک حصہ ہے اس ایک حصے میں ہمیں ایمان کی دولت اللہ نے عنایت فرمائی ہم قدر کریں یا نہ کریں لیکن ایمان سے بڑی دولت اور کوئی نہیں ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب اس ایک حصے میں ہمیں ایمان جیسی دولت نصیب ہوگئی تو ننانوے حصے تو رحیم کے ہیں تو آخرت میں ننانوے میں سے ہمیں حصہ نہیں دے گا بلکہ آخرت میں ننانوے کے ساتھ یہ ایک حصہ بھی ملایا جائیگا تو پورے سو ہونگے۔

" لا تیئسوا من روح الله فانه لا ییئس من روح الله الا القوم الکفرون " جب میں نے ایک حصہ رحمت میں تمہیں اتنی بڑی دولت دی آسمان زمین چاند سورج ستارے ماں باپ رزق زندگی وجود روح جب ایک حصے میں تقسیم کر کے ہمارے حصے میں یہ آیا تو جب ننانوے کے ساتھ یہ ایک حصہ ملا کر سو حصے آخرت میں جمع ہو جائیں گے تو پھر سو حصوں میں سے ضرور ہم کو دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رحمٰن کی رحمت چھوٹی ہے اور رحیم کی رحمت بڑی ہے کیونکہ رحمت کے سو حصے تھے ایک حصہ دنیا میں بھیجا جو رحمٰن کی رحمت ہے اور ننانوے حصے جو رحیم کے ہیں وہ اللہ نے آخرت کے لئے رکھے ہیں اب دیکھو ایک حصہ رحمت کا جو تمام ماؤں میں تقسیم ہوا تو کیا ماں اپنے بیٹے کو جہنم کی آگ میں ڈال سکتی ہے تو جب رحیم کے پاس سو حصے ہیں اگر ہم خود جنت جانے سے انکار نہ کریں تو اللہ ہمیں نہیں روکے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رحیم کی رحمت اور آخرت کی رحمت دنیا اور رحمٰن کی رحمت سے بہت بڑی ہے۔

دوسری وجہ کہ آخرت دنیا کی نسبت بڑی ہے رحیم کی رحمت رحمٰن کی رحمت سے بڑی ہے وہ قرآن نے بتایا ہے کہ رحمٰن کی رحمت نے دنیا پیدا کی اور رحیم کی رحمت نے جنت پیدا کی اور دنیا کا حال کیا ہے " ما عندکم ینفد " یہ دنیا ختم ہونیوالی ہے اندرا گاندھی ایک منٹ پہلے شاہی محل میں اور اس ایک منٹ کے آخر میں جہنم میں کود گئی " ما عندکم ینفد " رحمٰن کی رحمت نے تمہیں دنیا دی ہے اور دنیا " ینفد " عنقریب ختم ہونے والی ہے اور رحیم کی رحمت جو آپ کو جنت میں پہنچائے گی تو " ما عندالله باق " وہ جنت جو خدا کے

پاس ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ آخرت کی رحمت دنیا کی رحمت سے بڑی ہے اس رحمت نے ہمیں جو کچھ دیا ہے وہ " ینفد "عنقریب ختم ہو جاتا ہے اور رحمت کی ہمیں جو کچھ دے گی وہ "باق " ہمیشہ رہے گی۔

تو آخرت بڑی ہوگئی دنیا سے اور رحیم کی رحمت بڑی ہوگئی رحمٰن کی رحمت سے۔ یہ ہے الرحمٰن اور الرحیم اس سے علماء نے ایک اور مسئلہ بھی نکالا ہے کہ جب رحمٰن کی رحمت نے دنیا دی ہے دنیا ختم ہونیوالی ہے تو وہ دنیا چھوٹی ہوگئی اور رحیم کی رحمت نے ہمیں آخرت دی ہے اور آخرت کی کوئی انتہاء نہیں اتنی لمبی چوڑی ہے اب یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مولوی تنگ نظر ہیں تو تنگ نظر مولوی نہیں ہیں مسٹر ہیں۔ مسٹر کی نظر دنیا پر ہے اور دنیا چھوٹی ہے اور مولوی کی نظر آخرت پر ہے اور آخرت بڑی ہے تو بڑی نظر والے کون بنے وہ مولوی ہیں اور تنگ نظر کون بنے وہ مسٹر ہیں اصل میں یہ کنویں کے مینڈک ہیں انہیں شراب ہی نظر آتی ہے ان کو ناچ گانا ہی نظر آتا ہے ان کو زنا ہی نظر آتا ہے اور جب ہم یہ چھڑانا چاہیں تو کہتے ہیں مولوی تنگ نظر ہیں حالانکہ تنگ نظری ان کی ہے دیکھو اللہ نے ہزار قسم کی مشروبات کو حلال کیا ہے پانی پیو ، دودھ پیو، لسی پیو، پیپسی پیو، سیون اپ پیو، فانٹا پیو لامحدود مشروبات ہیں صرف ایک شراب حرام ہے اب مسٹر کہتے ہیں اسلام اور مولوی تنگ نظر ہیں یار تنگ نظر تو ہے کہ تجھ کو ایک شراب ہی نظر آتی ہے ہزار قسم کے مشروبات جو اسلام نے جائز کر دیے ہیں وہ آپ کے ذہن میں نہیں اسلام نے آپ کو ہر ملبوس کی اجازت دی ہے جس قسم کا لباس آپ پہننا چاہتے ہو پہنو صرف ایک ریشم نہ پہنو مرد نہیں پہن سکتے یہ کہتے ہیں مولوی تنگ نظر ہیں یار تنگ نظر آپ ہو سونا چھوڑ کر ریشم چھوڑ کر ہر قسم کے ملبوسات آپ کے لئے ہیں۔

گائے، بھینس، پرندے جنگل کے شکاری جانور ہیں ان لاکھوں قسم کا گوشت اللہ نے حلال کیا صرف سور کو حرام کیا ہے لیکن مسٹر کی گود میں خنزیر ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام تنگ نظر ہے کیونکہ خنزیر کو اس نے حرام قرار دیا۔ ابے الو! ایک خنزیر کو چھوڑ کر ہزاروں قسم کے جانوروں کے گوشت کو اس نے حلال کیا ہے تو تنگ نظر اسلام ہوا کہ مسٹر اسلام کی نظر آخرت پر ہے اور آخرت وسیع ہے تو اسلام وسیع النظر ہے مولوی بھی وسیع النظر ہے اور مسٹر کی نظر دنیا پر ہے اور دنیا تنگ ہے تو مسٹر تنگ نظر ہوا اور پھر اللہ نے فرمایا "ما عند کم ینفد" یہ دنیا ختم ہونیوالی ہے وہاں سے آخرت شروع ہوگی تو مسٹر کی دنیا پر انتہا ہوتی ہے وہاں سے

مولوی کی آخرت کی ابتداء ہوتی ہے اب بتاؤ ترقی یافتہ کون ہے؟ مولوی یا مسٹر۔ یہ تو پاگل ہے لیکن جس کی لاٹھی اس کی بھینس ان کے لئے سخت گیر حاکم چاہئیں شریف آدمی کی کون سنتا ہے۔

محمد بن قاسمؒ نے ملتان میں ایک لاٹھی اٹھائی تو خیبر تک لوگوں نے کہا" لا الہ الاالله محمد رسول الله" اور ہم پچاس سال سے تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں لوگ ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ سچ بات ہے اگر صاف صاف بات کی جائے تو مولوی کا راستہ الگ ہے اور دنیادار کا راستہ الگ ہے ہم بھی گول مول بات کرتے ہیں سرمایہ دار سے کچھ پیسہ ملتا ہے ہم کہتے ہیں کہ صاحب ناراض نہ ہو جائیں لعنت بھیجو اس پر جو اسلام کے خلاف ہے۔

تو دیکھو دنیا کی انتہا جہاں ہوگی وہاں سے آخرت کی ابتداء ہوگی تو مسٹروں کی انتہا ہے ہماری ابتدا ہے ہماری تو انتہا ہے ہی نہیں اور اللہ نے ایک اور بھی ارشاد فرمایا یہ زمینیں اور یہ ہوا یہ آگ یہ آسمان سب کے اوپر عرش ہے اور عرش کے اوپر ہے"الرحمن علی العرش استوی" اس کا مطلب یہ دنیا رحمٰن چلا رہا ہے تو اصل چیز آخرت ہے تو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ نیک اعمال ہیں اور رحیم کی رحمت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرمایا"

قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا هوخير مما يجمعون "

علماء لکھتے ہیں کہ رحمٰن بھی رحمت سے ہے اور رحیم بھی رحمت سے ہے اور رحمت کا مقابل لعنت ہے لعنت کا معنی رحمت سے محروم ہے اس لعنت کے کچھ اسباب قرآن اور حدیث نے بیان کئے ہیں کہ جو آدمی رحمٰن کی رحمت میں اور رحیم کی رحمت میں آنا چاہتے ہیں تو وہ اسباب لعنت سے اپنے آپ کو بچائیں لعنت کا ایک سبب ظلم ہے" لعنت الله على الظلمين " لیکن مسٹر لوگ ظالم ہیں کسی کا مال دبایا کسی کی زمین دبائی کسی کی عزت لوٹی کسی کو قتل کیا ثابت ہوا کہ مسٹر آدمی ظالم ہے قرآن نے بتایا" لعنت الله على الظلمين " اگر انسان رحمت کے سائے میں آنا چاہتے ہیں تو لعنت کے اسباب سے اپنے آپ کو بچائیں اور لعنت کا ایک سبب ظلم ہے لعنت کا دوسرا سبب سود کھانا اور کھلانا ہے

" لعن رسول اللهؐ اكل الربوا وموكله " کہ سود کھانے والے اور کھلانے والے پر خدا کی لعنت ہے مولوی نے کبھی سود نہیں کھایا مسٹر کھاتے ہیں یہ انعامی بانڈ یہ انشورنس یہ بیمے یہ لاٹریاں اور یہ بینکاری یہ سارا سود ہے۔

لعنت کا ایک سبب رشوت لینا اور دینا ہے "لعن رسول اللہ الراشی والمرتشی" یہ رشوت کا لین دین کون لوگ کرتے ہیں دنیا دار۔ یہ انگریزی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے جب پولیس میں بھرتی ہوتے ہیں تو لاکھوں رشوت دے کر بھرتی ہوتے ہیں آپ نے کبھی امام وخطیب کو دیکھا ہے جس نے مسجد کے صدر کو کہا ہو کہ یہ رشوت لے لو اور مجھے امام وخطیب بنا دو عزت سے امامت کا منصب دے تو بہتر نہ دے تو کوئی بات نہیں دفعہ کرو۔

اورنگ زیبؒ نے کالج کے طالب علموں کو بلایا اور کہنے لگا اس تلاب میں کتنے پیالے پانی ہے ایک مسٹر نے کہا سو پیالے اس نے کہا نہیں دوسرے نے کہا ہزار پیالے تیسرے نے کہا ایک لاکھ پیالے۔ دینی مدرسے کے ایک طالب علم کو بلایا اور کہا تلاب میں کتنا پانی ہے اس نے کہا پیالا اگر تلاب کے برابر ہو تو ایک پیالا اگر تلاب کا آدھا ہے تو دو پیالے اور اگر چوتھائی ہے تو چار پیالے یہ آسان مسئلہ ہے۔ مدرسے کا طالب علم سبقت لے گیا نہ کہ مسٹر۔

تو لعنت کے اسباب میں ہے ظلم "لعنت اللہ علی الظلمین" قرآن میں ہے لعنت کا سبب ہے رشوت لینی اور دینی جو مسٹر لوگ کرتے ہیں اور لعنت کا سبب ہے سود کھانا اور کھلانا لعن رسول اللہؐ۔

لعنت کا سبب ہے زنا کرنا خواہ وہ زنا آنکھوں کا ہو نامحرموں کو دیکھ کر، کان کا ہونا محرموں کا گانا سن کر، زبان کا ہونا محرموں کے ساتھ خواہشات ابھارنے والی باتیں کر کے ،زنا ہاتھ کا ہونا محرموں کے ساتھ ہاتھ ملائے تنہائی میں جائے یہ تمام زنا کے شعبے ہیں یہ لعنت کے اسباب ہیں۔

اس لعنت سے بچنے کے لئے اسلام نے پردے کا اہتمام کیا دیکھو دودھ اور بلی میں عشق یکطرفہ ہے بلی دودھ پر عاشق ہے دودھ بلی پر عاشق نہیں ہے صرف ایک طرف سے عشق ہے تو ہم ملنے نہیں دیتے یا تو بلی کو باندھ لیتے ہیں تاکہ وہ دودھ کے قریب نہ جائے اور اگر ایسا نہیں ہے کہ بلی باندھنے سے یا پکڑنے سے قاصر ہیں تو دودھ پر ڈھکنا رکھتے ہیں لیکن مرد وزن میں عشق دوطرفہ ہے مرد عورت کو چاہتا ہے اور عورت مرد کو چاہتی ہے دونوں طرف سے چاہت فطری ہے اب دو صورتیں ہیں کہ یا تو مسٹر کو باندھو اور عورتوں کو کھلا

چھوڑ دو زنا سے بچ جائیں گے اور اگر مسٹر قابو میں نہیں آتے تو یہ بد بخت اربوں کھربوں ہیں تو پھر چاہیے کہ عورت پر ڈھکنا رکھیں اور ان کا ڈھکنا پردہ ہے انہوں نے بلیوں کو بھی کھلا چھوڑ دیا اور دودھ کو بھی ان کے سامنے رکھ دیا اور پھر کہتے ہیں مت پیو۔

اگر آپ قصاب سے گوشت لو اور ہاتھ پر رکھو اوپر سے چیل دیکھے تو اٹھا لے گی۔ عورت مارکیٹ کا گوشت ہے کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی اغواء ہوگئی کیوں نہ ہوتی آپ نے ہتھیلی پر گوشت رکھا ہے اور چیل پھر رہی ہے وہ اٹھائے گی نہیں تو کیا کرے گی۔

یہ تمام لعنت کے اسباب ہیں اس لیے قرآن کی ابتداء میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" آیا کہ اگر دنیا میں خوشحال اور صحت مند زندگی چاہتے ہو تو قرآن کے سائے میں آجاؤ "لنحیینہ حیٰوۃ طیبہ" اور اگر اس کے سائے میں نہ آئے تو لعنت کے لپیٹ میں آجاؤ گے "من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمیٰ" اس لیے ہم رحمٰن کی رحمت اور رحیم کی رحمت سے فائدہ اٹھا کر حدود کو نہ توڑیں حدود کے اندر رہیں حلال کام کریں حرام سے بچیں جھوٹی بات سے بچیں اور جھوٹی بات کے سننے سے بچیں بدنظری سے بچیں یہ ہے رحمت کے سائے کے نیچے زندگی گزارنا۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۸

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ نے انسان کو دو چیزوں سے بنایا ایک جسم اور ایک روح مگر ان دونوں میں قیمتی روح ہے جسم نہیں ہے۔

جسم کی کوئی قیمت مخلوق میں نہیں ہے یہ جسم جس گوشت سے بنا ہے وہ ایک پیسہ کلو خریدنے کو کوئی تیار نہیں تو گوشت کے اعتبار سے انسان بیل سے بھی گیا گزرا ہے وہ تو ایک سو بیس روپے کلو بک جاتا ہے انسان کا گوشت بیس پیسے کلو نہیں بکتا انسانی جسم کے بال کارآمد نہیں ہیں جانوروں کے جسم کے بالوں سے کمبل چادریں بنتی ہیں انسانی جسم کا چمڑا بھی بے کار ہے اس سے تو جانور کا چمڑا اچھا ہے اس سے جوتا بنتا ہے انسانی جسم کی ہڈی بھی بے کار دوسرے جانور مر بھی جائیں تو ان کی ہڈی کارآمد ہوتی ہے تو جسمانی لحاظ سے انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اس سے تو جانور اچھا ہے اس کا گوشت کارآمد ہے بال کارآمد ہیں چمڑا کارآمد ہے ہڈی کارآمد ہے چربی کارآمد ہے انسان میں ایک بھی چیز قابل استعمال نہیں ہے۔

اس لئے انسانی جسم کی مخلوق قدر نہیں کرتی مخلوق اگر جانتی ہے پہچانتی ہے قدر کرتی ہے تو وہ انسانی روح کی کرتی ہے بلکہ جب تک آپ کے جسم میں روح موجود ہے تو زمین آپکو پہچانتی ہے آپ شام تک زمین پر سوئے رہیں زمین آپ کو کھائے گی نہیں اس کو پتہ ہے کہ قیمتی چیز اندر موجود ہے ہوا آپ کے جسم پر اثر انداز نہیں ہوگی آپ کا جسم ہوا کے اثر سے پھولے گا نہیں ہوا کو بھی پتہ ہے کہ اندر انسان موجود ہے کیڑے مکوڑے بھی آپ کے جسم پر حملہ آور نہیں ہوں گے آپ کے جسم کو نہیں کھائیں گے معلوم ہوا کہ ان کیڑوں کو بھی پتہ ہے کہ اصل انسان جو روح ہے وہ اندر موجود ہے۔

تو زمین اس سے ڈرتی ہے ہوا اس سے ڈرتی ہے کیڑے مکوڑے اس سے ڈرتے ہیں اور یہ روح نکلنے کی دیر ہے جب یہ جسم یتیم ہو جاتا ہے زمین کو کس نے فون کیا ہے کہ وہ پہچان جاتی ہے کہ اب وہ انسان نہیں ہے اور اس کو کھانا شروع کر دیتی ہے۔

میت کے جسم کو چار ماہ کے اندر زمین کھا جاتی ہے ہوا بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے ہوا سے وہ جسم پھول جاتا ہے کیڑے بھی حملہ آور ہوتے ہیں مردے کو کاٹتے ہیں اس لئے حکم ہے کہ مردے کو خوشبو لگاؤ خوشبو سے قبر کے کیڑے بھاگ جاتے ہیں۔ تو اب دیکھو جب تک روح اندر موجود تھی زمین قدر کرتی تھی ہوا قدر کرتی تھی جانور قدر کرتے تھے روح نکلنے کی دیر ہے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انسان اس جسم کا نام نہیں ہے انسان روح کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوت شدہ انسان کا جسم رشتے داروں کے اندر چار پائی پر پڑا ہے اور رشتے دار رو رہے ہیں اگر تمہارا رشتہ دار جسم کا ہے تو جسم تو موجود ہے تم کیوں رو رہے ہو ان کے اس طرح رونے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نکل چکا ہے آسمانوں پر جا چکا ہے۔

تو انسان کے اندر ایک جسم ہے ایک روح ہے جسم سے زیادہ قیمتی روح ہے یہ سمجھیں کہ آپ کا جسم پھول ہے اور روح اس کے اندر خوشبو ہے پھول کی قدر اس کی خوشبو کی وجہ سے ہے آپ پھول کو ہاتھ میں لیتے ہیں ناک کے ساتھ لگاتے ہیں اور دماغ کو معطر کرتے ہیں اگر پھول میں خوشبو نہ ہو تو وہ پلاسٹک والا پھول ہوتا ہے اس کو کوئی ہاتھ لگاتا ہے نہ ناک کے ساتھ لگاتا ہے نہ اس میں وہ قوت ہے کہ آپ کے ذہن کو معطر کرے تو جیسے پھول کے جسم سے زیادہ اس کی خوشبو قیمتی ہے اسی طرح انسانی جسم سے زیادہ انسانی روح قیمتی ہے۔

یہ آپ کا جسم تو بادام کا چھلکا ہے اور اندر جو روح ہے وہ بادام کی گری ہے بادام میں گری وہ زیادہ قیمتی چیز ہے چھلکا نہیں ہے اگر آپ دکاندار سے دو سو روپے دے کر ایک کلو بادام خریدتے ہیں اور گری نکال کر کہیں میرے پیسے واپس کر دو یہ چھلکے لے لو یہ نہیں ہوگا وہ کہے گا بادام اس چیز کا نام نہیں ہے بادام تو آپ کھا گئے۔

اس لئے علماء ان مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان بدن کا نام نہیں ہے انسان روح کا نام ہے یہ تو ایک ڈھانچہ ہے بدن ایک سواری ہے گھوڑا ہے روح شاہی مہمان اس پر سوار ہو کر دنیا میں آیا ہے اب اگر آپ کے پاس گھوڑے پر سوار مہمان آئے اور آپ

گھوڑے کو پانی بھی پلائیں چنے بھی کھلائیں اور مہمان سے پانی بھی نہ پوچھیں یہ انسانی مروت کے خلاف ہے اسی طرح یہ انسان کا جسم گھوڑا ہے روح خدا کا بھیجا ہوا مہمان ہے یہ شاہسوار ہے اب جب یہ شاہسوار گھوڑے پر بیٹھ کر میرے گھر پہنچا تو میں نے گھوڑے کو پلایا عمدہ کھلایا عمدہ مکان میں رکھا بیمار ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا لیکن جو مہمان شاہ سوار بن کر آیا تھا میں نے اس سے کبھی نہیں پوچھا کہ آپ کو بھی کھانے پینے رہنے سہنے کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اُس کی غذا کا انتظام اللہ نے کیا ہے۔

دیکھو یہ جسم کم قیمت والا ہے اس کم قیمت والے جسم کے لئے اللہ نے یہ پورا کارخانہ چلایا زمین سے لے کر آسمان تک یہ جتنی مخلوقات ہیں یہ اس گھوڑے کو پالنے کے لئے ہے اس زمین کو حکم دیا کہ تم غذا اگاؤ پانی کو حکم دیا کہ اس کو بڑھاؤ ہوا کو حکم دیا کہ تم پروان چڑھاؤ آسمان کو حکم دیا کہ تم اس پر بارش برساؤ سورج کو حکم دیا کہ غذا کو پکاؤ چاند کو حکم دیا کہ آم کا رنگ بھر دسیب میں سیب کا رنگ بھرو بادام میں بادام کا بھرو اس کو رنگ ساز بنایا

اب یہ سارا کارخانہ جو چل رہا ہے یہ ادنیٰ جسم کی غذا کے لئے زمین کو حکم دیا کہ تم غذا اگا کر اس کی بھوک دور کرو پانی نکال کر اس کی پیاس کو بجھاؤ کپڑے نکال کر اس کو چھپاؤ اپنے سے اینٹیں بنا کر اس کے لئے مکان بناؤ یہ زمین ہمارے لئے دسترخوان بھی ہے۔ یہاں سے غذائیں نکلتی ہیں یہ پانی کی ٹینکی بھی ہے یہیں سے پانی لے لیتے ہیں یہ ہمارے لیے صندوق بھی ہے جتنی روئی نکلتی ہے زمین میں سے نکلتی ہے وہ ہمارے کپڑوں کا سامان بنتا ہے جتنے مکانات ہیں اسی زمین سے بنتے ہیں اور موت کے بعد جب ہم ننگے ہوتے ہیں تو یہ ہمیں اپنی گود میں لے کر چھپاتی ہے کہ کسی پر ان کا ننگا پن ظاہر نہ ہو جائے

"الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموانا" اور پھر زمین کا یہ بھی احسان ہے کہ اگر حضرت آدمؑ سے آج تک جتنے انسان تھے اگر زمین ان کو ہضم بھسم نہ کرتی تو ہمیں کچھ رکھنے کی جگہ نہ ملتی ایک لقمہ ہمیں نصیب نہ ہوتا آپ دیکھتے ہیں کہ یہاں شادی ہو یا عام جلسے ہوں وہاں قضائے حاجت بھی مشکل ہو جاتی ہے

"الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموانا" تو جب اللہ نے اس ادنیٰ جسم کے لئے اتنا بڑا انتظام فرمایا ہے تو یہ خدائی حکمت کے خلاف ہے کہ جو قیمتی روح ہے اس کے لیے اللہ نے کچھ نہیں کیا ہوگا چونکہ جسم زمین سے بنا ہوا تھا اللہ نے زمین سے اس کی

ضروریات پوری کیں اور روح اوپر سے آیا ہوا مہمان ہے تو اللہ نے اوپر سے غذا بھیجی یہ قرآن روح کی غذا بھی ہے روح کا پانی بھی ہے روح کا لباس بھی ہے روح کا بستر بھی ہے روح کا مکان بھی ہے۔

روح کو اطمینان عمدہ کھانے سے نہیں ہے ورنہ یہ کھاتے پیتے لوگ پریشان نہ ہوتے جب کہ وہ بیچارے چوبیس گھنٹے ذہنی ٹینشن میں مبتلا رہتے ہیں کیوں کہ انہوں نے گھوڑے کو تو کھلایا لیکن مہمان کو نہیں کھلایا اور ان کی روح بھوکی ہے پیاسی ہے بلکہ گناہ کا زہر پلا کر ہم نے اس مہمان کو بیمار کر دیا یہ قرآن کریم روح کا لباس روح کی خوراک روح کا مشروب روح کا مکان

" و ننزل من القرآن ما ھو شفآء "

چونکہ یہ قرآن انسان کی دنیا آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اس لیے اللہ نے فرمایا جب اس کے پڑھنے اور سننے کے لئے آتے ہو تو پڑھو " اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم " البتہ میں نے آپ کو کہا تھا" اعوذ باللہ" نہیں لکھا جاتا قرآن کے اول میں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اللہ نہیں چاہتا کہ میرے کلام کا آغاز شیطان کے نام سے ہو "اعوذ باللہ" میں شیطان کا نام ہے اس لیے یہ " اعوذ باللہ" کی اجازت علماء نہیں دیتے اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" میں اللہ کے اسماء حسنٰی کا نام ہے اللہ، الرحمٰن اور رحیم ہیں۔

اس لیے " بسم اللہ" لکھی جاتی ہے "اعوذ باللہ" نہیں لکھی جاتی۔

-------☆-------

درس نمبر ۱۹

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کی ابتداء میں ایک " اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم " پڑھی جاتی ہے اور دوسرا "بسم اللہ الرحمن الرحیم " پڑھی جاتی ہے۔

ان دونوں کے پڑھنے کا مقصد ایک یہ ہے کہ دنیا میں روز ازل سے ایک سلسلہ خیر کا اور دوسرا سلسلہ شر کا چلا آرہا ہے یہ جتنے گناہ ہیں یہ سلسلہ شر کی کڑیاں ہیں اور جتنی نیکیاں ہیں یہ سلسلہ خیر کی کڑیاں ہیں شر خیر سے جدا نہیں اور خیر شر سے جدا نہیں بلکہ ایک چیز میں جب خیر ہو تو اس میں شر بھی ہے۔

آگ سے ہم پکانے کا کام لیتے ہیں روشنی کا کام لیتے ہیں یہ خیر ہے لیکن یہ جلا بھی دیتی ہے یہ شر ہے خاکستر بھی بنا دیتی ہے یہ شر ہے تو ایک سلسلہ ہے خیر کا اور دوسرا سلسلہ ہے شر کا "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم " نے ہمیں سبق دیا کہ تم شر کے سلسلے میں منسلک نہ ہو شر سے خدا کی پناہ مانگو" اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" اور" بسم اللہ" ہمیں سبق دیتی ہے کہ تم خیر کے سلسلے کے ساتھ منسلک ہو کیونکہ اس میں اللہ، رحمٰن اور رحیم کا ذکر ہے تو" اعوذ باللہ" کا مقصد سلسلہ شر سے محفوظ ہونا ہے اور" بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنے کا مقصد سلسلہ خیر سے منسلک ہونا ہے۔

اس لیے ہم عملاً بھی سلسلہ شر سے بچیں اور سلسلہ خیر میں اپنے آپ کو منسلک کریں اور یہ دو سلسلے کب جدا ہوں گے قیامت کے دن "ان یوم الفصل کان میقاتا "جس دن شر اور خیر جدا ہو جائیں گے" کان میقاتا " وہ قیامت کا دن ہے اس لیے قرآن کریم میں اللہ نے ہمیں متنبہ فرمایا کہ خیر میں بھی شر سے ڈرتے رہو یہ دو سلسلے قیامت تک اکٹھے ہیں مال خیر ہے لیکن اس سے جو تکبر ہے وہ شر ہے مال نعمت ہے مگر اس کے

ذریعے غریب، بوڑھے، بیمار کی جو توہین ہے وہ شر ہے مال خیر ہے لیکن اسکے ذریعے ظلم کرنا، شراب پینا، زنا کرنا یہ شر ہے "اعوذ باللہ" پڑھ کر تم شر سے جدا رہو اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر خیر کو اپناؤ۔

دوسرا سبق یہ ہے کہ سلسلہ شر کا نتیجہ جہنم ہے اور سلسلہ خیر کا نتیجہ جنت ہے جو یہاں سلسلہ شر میں منسلک ہوگا تو وہ بڑھتے بڑھتے اس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو خیر کے ساتھ منسلک ہوکر چلتا ہے تو اس کا آخری ٹھکانہ جنت ہوگا تو "اعوذ باللہ" نے ہمیں سبق دیا کہ جہنم سے خدا کی پناہ مانگو جو تمام شرور کا مجموعہ ہے اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نے ہمیں سبق دیا کہ تم خیر پر چلتے چلتے جنت کو اپنا ٹھکانہ بناؤ پہلا بھی بہت بڑا سبق ہے اور دوسرا بھی بہت بڑا سبق ہے۔

تیسرا سبق "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" نے ہمیں یہ دیا کہ ہر چیز کا ایک مرکز ہوتا ہے اگر مرکز سے تعلق ختم ہو جائے تو وہ چیز باقی نہیں رہتی جیسے دنیا میں جتنی روشنیاں ہیں تمام روشنیوں کا مرکز ایک سورج ہے اب آپ یہ کہیں گے کہ دن کی روشنی کا مرکز تو سورج ہے مگر رات کی روشنی کا مرکز تو سورج نہیں ہے اسکا مرکز بھی سورج ہے دیکھو یہ اس موسم میں پہاڑوں پر برف برستی ہے اس برف کو سورج پگھلاتا ہے وہ پگھلی ہوئی برف دریاؤں میں چل پڑتی ہے دریاؤں پر آپ نے ڈیم بنایا ڈیم سے یہ بجلی بنی تو بجلی نکلی پانی سے پانی بنا برف سے برف کو پگھلایا سورج نے تو دنیا بھر کی تمام روشنیوں کا مرکز سورج ہے یہاں تک کہ دو پتھروں کو ٹکراؤ تو اس سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے یہ ان پتھروں میں اللہ نے جاذبیت کا اثر رکھا ہے وہ سورج کی شعاؤں کو جذب کرتا ہے وہی شعائیں اندر موجود ہیں اب اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم تو پتھر توڑتے ہیں تو اندر شعائیں دکھائی نہیں دیتیں بھائی تم اپنی آنکھوں کا علاج کرواؤ شعائیں تو ہیں مگر ہم نہیں دیکھتے۔

یہ ایسے ہے جیسے حافظ قرآن کے ذہن میں سارا قرآن موجود ہے لیکن اس کے سر کا اپریشن کرو تو ایک حرف بھی دکھائی نہیں دیتا قرآن تو حافظ کے ذہن میں موجود ہے لیکن ہماری نظریں کمزور ہیں۔

اس لیے تمام روشنیوں کا مرکز سورج ہے اور تمام پانیوں کا مرکز بارش ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں یہ تو دریا ہیں نہریں ہیں کنوئیں ہیں تو بھائی اگر بارش کچھ سال بالکل بند

ہو جائے تو دریا خشک ہو نگے یا نہیں نہریں خشک ہو نگی کہ نہیں زمین کے پیٹ ہی میں پانی خشک ہو جاتا ہے کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں ہر چیز کے لئے اللہ نے مرکز بنایا ہے جیسے دنیا بھر کے پانیوں کا مرکز بارش ہے اور اللہ نے فرمایا میں نے اس سے تمہارا تکبر توڑا ہے دیکھو تمہاری خوراک تو زمین سے نکلتی ہے تہارا لباس زمین سے نکلتا ہے تمہارا پانی زمین سے نکلتا ہے اور یہ سارا تمہارا رزق ہے لیکن زمین تب کچھ اگائے گی کہ اوپر سے بارش ہو معلوم ہوا کہ ہمارا رزق اوپر ہے " وفی السمآء رزقکم " تمہارا رزق میں نے اوپر رکھا ہے پانی کی شکل میں اگر نیچے ہوتا تو یہ کلاشنکوف والے غریب آدمی کو مار دیتے تو میں اسے رسد کے مطابق تقسیم کرتا ہوں "وفی السمآء رزقکم "۔

تو جب ہر چیز کا ایک مرکز ہے تو سلسلہ خیرات کا ایک مرکز ہے اور وہ خدا کی ذات ہے اور سلسلہ شرور کا بھی ایک مرکز ہے اور وہ شیطان ہے تو " اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم " نے ہمیں سبق دیا کہ شر کے مرکز شیطان سے دور رہو اور " بسم اللہ الرحمن الرحیم " میں ہمیں سبق دیا کہ خیر برکت کے مرکز خدا سے جڑ جاؤ یہ تیسرا سبق "اعوذ باللہ " اور "بسم اللہ " نے ہمیں دے دیا۔

چوتھا سبق یہ ہے کہ فرشتوں میں محبت ہے غصہ نہیں اور شیطان میں غصہ ہے محبت نہیں ہے اور انسان کے اندر اللہ نے غصہ بھی رکھا ہے اور محبت بھی رکھی ہے تو " اعوذ باللہ " نے ہمیں سبق دیا کہ غصہ نکالنا ہو تو سب سے بڑے دشمن پر غصہ نکالو اور سب سے بڑا دشمن شیطان ہے "ان الشیطن لکم عدومبین " تو " اعوذ باللہ " نے فرمایا کہ اپنے غصے کا مظہر ماں کو نہ بناؤ، باپ کو نہ بناؤ مسلمان کو نہ بناؤ آپ اس پر غصے کا اظہار کرو جو آپ کا سب سے بڑا دشمن اور وہ شیطان ہے۔

دیکھو ایک آدمی میرا جوتا چوری کرتا ہے اور دوسرا آدمی مجھ سے کروڑ روپے چھین لیتا ہے بڑا دشمن کون ہوا جو کروڑ کا ڈاکو ہے تو بھائی یہ چور ہمارے مال کو لوٹ لیتا ہے ہمارے گھر پر قبضہ کرتا ہے لیکن شیطان ہمارے ایمان پر قبضہ کرتا ہے اور ایمان سب سے بڑی دولت ہے " ان الشیطن لکم عدومبین " تو " اعوذباللہ " نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنے غصے کا مظہر بنانا ہے تو وہ بڑے دشمن کو بناؤ جو شیطان ہے اور فرمایا تمہارے اندر محبت ہے اور جو تمہارے ساتھ احسان کرتا ہے تو تم اس سے محبت کرتے رہو تو تم سب سے

بڑا محسن اور احسان کرنے والا کون ہے اللہ تو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نے ہمیں بتایا کہ اپنی محبت کا مرکز خدا کی ذات کو بناؤ اور خدا سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے قرآن سے محبت، خدا کے گھر سے محبت، خدا کے دین سے محبت ہو اور خدا کا دین وہ ہے جو حضورؐ کے زمانے میں صحابہؓ کے زمانے میں تابعینؒ کے زمانے میں تبع تابعینؒ کے زمانے میں اس کے بعد وہ پیٹ کے دھندے گیارہویں ہے چالیسواں ہے تیجہ ہے یہ سارے پیٹ کے دھندے ہیں جو حضور ﷺ صحابہ تابعین تبع تابعین کے زمانے میں نہ ہو وہ دین نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کو مغل بادشاہ نے دربار میں بلایا کہ ایک شیعہ عالم ہے وہ آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا میں آ جاؤں گا وہ شیعہ عالم پہلے پہنچا شاہ عبدالعزیزؒ بعد میں آئے لیکن جیسے ہی وہ پہنچے انہوں نے اپنا جوتا نکال کر بغل میں رکھ دیا اور مجلس میں بیٹھ کر بھی جوتا بغل میں تھا تو اس شیعہ عالم نے کہا کہ یہ کتنا بدتہذیب ہے کہ ایک تو شاہی دربار کے آداب نہیں جانتا جوتا دربار کے اندر لے آیا پھر یہ ہے کہ اس نے جوتا بغل میں دبا دیا تو بادشاہ نے شاہ صاحب کو گھور کر دیکھا کہ شیعہ کا اعتراض تو ٹھیک ہے آپ شاہی آداب بھی بجا نہیں لائے پھر اس کو بغل میں دبا رکھا ہے تو شاہ صاحبؒ نے کہا کہ حضور ﷺ کی مجلس میں ایک شیعہ اور سنی کا مناظرہ تھا تو شیعہ مناظر نے سنی مناظر کی جوتی چوری کر لی تھی تو مجھے ڈر ہے کہ آج بھی شیعہ مناظر میری جوتی چوری نہ کر لے شیعہ نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے حضور ﷺ کے زمانے میں شیعہ نہیں تھے تو شاہ صاحبؒ نے کہا میں بھول گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ تھا اس نے کہا یہ بھی جھوٹ ہے ہم ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی نہیں تھے انہوں نے کہا اوہو! بوڑھا ہو گیا ہوں حافظہ بھی کمزور ہو گیا ہے وہ حضرت عمرؓ کا دور تھا اس نے کہا دیکھو وہ تو ہمارے دشمن تھے ہم کہاں تھے اگر ہم وہاں ہوتے تو ہم عمرؓ کو امیر المومنین نہ بناتے نہ عثمانؓ کے زمانے میں تھے نہ علیؓ کے زمانے میں تھے تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا الو کے پٹھو یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارا دین غلط ہے جب تم حضور ﷺ کے زمانے میں بھی نہیں تھے صحابہؓ کے زمانے میں بھی نہیں تھے تابعینؒ میں بھی نہیں تھے تبع تابعینؒ کے زمانے میں بھی نہیں تھے تو معلوم ہوا کہ تمہارا دین غلط ہے۔

تو "بسم اللہ" نے ہمیں سبق دیا کہ آپ اپنی محبت کا مرکز حکومت نہ بناؤ، دولت نہ بناؤ، عہدہ نہ بناؤ، عورت نہ بناؤ، خدا کی ذات بناؤ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر

آپ کو خدا سے محبت ہو جائے تو خدا کے رسول ﷺ سے ضرور محبت ہوگی خدا کے قرآن سے ضرور محبت ہوگی خدا کے دین سے ضرور محبت ہوگی جیسے قرآن سے ہماری محبت ہے تو جس کپڑے میں اسے لپیٹا جاتا ہے اسے چومتے ہیں اس سے بھی محبت ہے۔

تو چوتھا سبق اعوذ باللہ یہ دیا کہ اپنے غصے کا مظہر شیطان کو بناؤ اور "بسم اللہ" نے سبق دیا کہ اپنی محبت کا مرکز خدا اور خدا کے متعلقین قرآن کو، رسولؐ کو، صحابہؓ کو، دین کو، مسجد کو اور دین والے لوگوں کو بناؤ آج لوگوں میں محبت یہ ہے کہ دین پر الٹا اعتراض کرتے ہیں یہ نمازیں پانچ کیوں ہیں یہ ظہر اور عصر میں سری نماز کیوں ہے اور مغرب عشاء اور فجر میں جہری نماز کیوں ہے اگر آپ سے کوئی پوچھے آپ کے کان دو کیوں ہیں چار کیوں نہیں ہیں اور دائیں بائیں کیوں ہیں آگے پیچھے کیوں نہیں ہیں آپکا منہ پیٹ کی طرف کیوں ہے پشت کی طرف کیوں نہیں ہے تو یہی جواب دینگے کہ اللہ کی مرضی تو پانچ نمازیں بھی اللہ نے مقرر کی ہیں۔

کل ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنتی کو ستر سوٹ پہنائے جائیں گے یہ تو اس کے لیے عذاب ہے وہ تو اٹھ نہیں سکے گا ہم سردیوں میں ایک بنیان اور ایک واسکٹ پہنتے ہیں تو اٹھ نہیں سکتے تو ستر سوٹ کیسے پہنیں گے لیکن یہ تو بے دینی کی نشانی ہے دیکھو بوجھل پن مادی اشیاء میں ہوتا ہے روحانی اشیاء میں بوجھ نہیں ہمارے سر پر کوئی ایک من لوہا رکھے تو گردن ٹوٹتی ہے لیکن ہمارے سروں پر آسمان تک ٹنوں کی ہوا ہے مگر ہم بوجھ محسوس نہیں کرتے وہ لطیف چیز ہے اور اللہ کو یہ بھی طاقت ہے کہ اگر وہ مادی لباس ہو اور وہ اس سے بوجھ کو ختم کردے تو اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔

دیکھو ایک آدمی تلاب میں غوطہ لگائے اور تلاب کے فرش پر لیٹ جائے تو اسکے سر پر تین چار من پانی ہوتا ہے لیکن وہاں سے ہٹاؤ وہ پانی کا بوجھ محسوس نہیں کرتا یہ بے دینی کی نشانی ہے کہ آج ہم دین کا، علم کا، اہل دین کا، اہل علم کا مذاق اڑاتے ہیں۔

تو "اعوذ باللہ" نے ہمیں سبق دیا کہ اپنے بغض اور غصے کا مظہر شیطان کو بناؤ اور اپنی محبت کا مرکز دین کو جسطرح دوا ہو اور ڈاکٹر اسکو پلاسٹک میں لپیٹ کر کھلاتا ہے اسکو کہتے ہیں کیپسول تاکہ بیار ٹھیک بھی ہو جائے اور اسکو کڑواہٹ بھی محسوس نہ ہو۔ یہ شیطان بھی مردود عمل کو نیک عمل میں لپیٹ کر انسان سے کرواتا ہے یہ نہیں کہ برائی، برائی کی شکل

میں کروائے یہ آپ سے برائی نیکی کی شکل میں کروائے گا اب ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی کی محبت کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہوسکتا شیطان نے کہا کوئی بات نہیں یہ محبت اپنے پاس رکھو اور پھر اس محبت کو اتنا چڑھاؤ کہ پیغمبر ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے علم غیب کو جانتا ہے اب محبت تو ایمان ہے میٹھی چیز ہے لیکن اس بد بخت نے میٹھی چیز کے اندر کفر کو لپیٹ دیا کہ جب وہ محبوب بنا تو اسکو حاضر بھی ناظر بھی جانو عالم الغیب بھی جانو۔

اب دیکھو اس نے ہم سے کفر کروایا لیکن کفر محبت کی شکل میں کروایا حالانکہ غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں آپکا ہار اونٹ کے نیچے آ گیا سحری کا وقت تھا اس جنگل میں پانی نہیں تھا صحابہ اکرامؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ پانی نہیں ہے نماز کا وقت نکل رہا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آ کر اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو مارا بھی کہ جا بھی نہیں سکتے ہار گم ہو چکا ہے اور ٹھہر بھی نہیں سکتے کہ نماز قضاء ہو رہی ہے اور پانی نہیں ہے اور تیمم کا حکم اس وقت نہیں تھا اللہ نے فرمایا اگر تمھارے پاس پانی نہیں ہے تو تم مٹی سے تیمم کرو بعد میں جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار نیچے تھا اگر حضور ﷺ غائب کا علم جانتے ہوتے تو اونٹ کے نیچے سے پہلے نہ نکالتے اس لیے غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے محبت کے لیے ایک حد ہے "کل شئی عنده بمقدار"

اگر یہ ساری انسانیت جمع ہو جائے یہ ولی کی ایک انگلی کے ناخن کے برابر نہیں ہے اگر سارے اولیاء جمع ہو جائیں تو ایک صحابیؓ کے بال کے برابر نہیں ہیں اور اگر تمام صحابہؓ جمع ہو جائیں تو وہ نبی علیہ السلام کی تھوک کے برابر نہیں لیکن اگر تمام انبیاءؑ کو جمع کرو تو اللہ کے سامنے انکی کوئی نسبت ہی نہیں ہے ہم ولی کو نبی علیہ السلام کے درجے میں پہنچاتے ہیں اور نبی علیہ السلام کو اللہ کی صف میں کھڑا کرتے ہیں یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ یہ ہمیشہ مردود عمل کو نیک عمل میں لپیٹ کر پیش کرتا ہے۔

اس لیے کہا پڑھو" اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم"

-------☆-------

درس نمبر ۲۰

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اعوذ باللہ" کے بہت سے مقاصد ہیں ایک مقصد یہ ہے شیطان ہمیشہ برائی نیکی میں لپیٹ کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے برائی کو نیکی میں لپیٹ کر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسے ڈاکٹر کڑوی دوا کو پلاسٹک میں لپیٹ کر کیپسول بنا کر کھلاتا ہے تاکہ بیمار کڑواہٹ محسوس نہ کرے اسی طریقہ سے شیطان کڑوا گناہ میٹھی عبادت میں لپیٹ کر انسان سے گناہ کرواتا ہے۔

اس کی مثال کل میں نے آپ کو بیان کی تھی کہ انبیاءؑ سے محبت بہت بڑی نیکی ہے بلکہ جزو ایمان ہے جس کے دل میں محمد ﷺ کے ساتھ محبت نہ ہو وہ آدمی مسلمان نہیں ہے تو رسول اللہؐ سے محبت ایک بہت بڑی نیکی ہے لیکن شیطان اس نیکی میں شرک کو لپیٹتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تمہارا محبوب بنا تو محبّ محبوب کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے تو پیغمبر کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ "عالم الغیب" مانا اور پیغمبر کو "عالم الغیب" ماننا کفر ہے قرآن کا انکار ہے قرآن میں ہے "لایعلم الغیب فی السمٰوٰت والارض الا اللہ" کہ کائنات میں غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایک ہے غیب کی اطلاع میری جیب میں جو چیزیں ہیں وہ آپ سے غائب ہیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ موبائل ہے اور دس روپے ہیں یہ اطلاع علی الغیب ہے غیب جاننا کہ میری اطلاع کے بغیر آپ میری جیب کے حالات معلوم کریں یہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہیں۔

دیکھو ڈاکٹر نے میری تشخیص کی میری بیماری پکڑ لی دوائی بنا کر میرے ایک رشتہ دار کو دے دی کہ یہ اس کو دے دو اب ڈاکٹر دوائی بنانے سے تو ڈاکٹر ہے میرا رشتے دار دوائی دینے سے ڈاکٹر نہیں ہے اس کو تو اطلاع دی گئی ہے کہ یہ دوائی فلاں وقت دو فلاں وقت یہ

فلاں وقت دے دو تو اطلاع سے کوئی "عـالـم الغیب" نہیں ہوتا بلکہ جاننے سے "عـالـم الـغـیب" ہوتا ہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے "لا یـعـلـم الـغـیـب فی السّمٰوت والارض الا اللہ" کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پیغمبر مخلوق ہیں اور خدا خالق ہے مخلوق اور خالق میں فرق ہے جہاں مخلوق کی حدود ختم ہوتیں ہیں وہاں سے خالق کی حدود شروع ہوتی ہیں پیغمبر کو جرأت نہیں ہے کہ وہ خدائی حدود میں قدم رکھے مخلوق اور خالق میں بھی فرق ہے دیکھو ہاتھی کتنا موٹا ہے مگر اس سے مچھر طاقتور ہے مچھر جب چاہے ہاتھی کی سونڈ میں جا کر اسکا خون پی جائے لیکن ہاتھی مچھر کا خون نہیں پی سکتا ہاتھی ایک بالشت زمین سے اوپر نہیں اڑ سکتا اور مچھر میلوں اونچی پرواز کرتا ہے۔

تو جب ایک ہاتھی اور مچھر میں فرق ہے تو مخلوق اور خالق میں فرق نہیں ہوگا گھوڑا پچاس ہزار کا ہے وہ ایک گھنٹے میں پچاس میل طے کرتا ہے اور چڑیا دس روپے کی ہے لیکن وہ دس روپے کی چڑی ہوا میں اڑتی ہے کیا گھوڑا اڑ سکتا ہے جب ایک مخلوق دوسری مخلوق کی حد میں قدم نہیں رکھ سکتی تو مخلوق خالق کی حدود میں کیسے قدم رکھ سکتی ہے۔

دیکھو مچھلی ایک مخلوق ہے اس کے لیے اللہ نے زندگی گزارنے کا ایک دائرہ بنایا ہے وہ پانی ہے اور گوا ایک جانور ہے ایک مخلوق ہے اس کے لئے زندگی گزارنے کی اللہ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ خشکی ہے تو گو پانی میں نہیں اتر سکتی اور مچھلی خشکی میں نہیں آسکتی تو جب مچھلی گو کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتی تو مخلوق تو خالق کی حدود میں کیسے داخل ہوسکتی ہے۔

یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ وہ گناہ کو نیکی میں لپیٹ کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جب آپ کو پیغمبر ﷺ سے محبت ہے تو پیغمبر ﷺ محبوب بنا تو محبوب جتنا بڑھا چڑھا کر دکھاؤ گے تو محبت زیادہ ہوگی تو اس نے ہمیں دھوکہ دے کر پیغمبر ﷺ کو حاضر ناظر ہم سے منوایا۔

دیکھو غزوہ خیبر میں جب آپ نے فتح کیا تو ایک یہودی عورت گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کو دعوت دی اب وہ زہریلا گوشت حضور ﷺ کے سامنے دسترخوان پر لایا گیا حضرات صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گے جس نے لقمہ منہ میں رکھا اس نے دم توڑ دیا حضور ﷺ کا وصال تو نہیں ہوا لیکن محققین کا قول ہے کہ جب اپنے وقت پر آپؐ کا وصال ہوا تب وہ زہر غالب آ گیا تھا تو اگر حضور ﷺ غیب کا علم جاننے والے ہوتے تو آپ پہلے

معلوم نہیں کرتے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے نبی ﷺ موجود ہے خود نبی ﷺ بھی متاثر ہوتے ہیں ساتھ صحابہ بھی شہید ہو رہے ہیں۔

اسی طریقہ سے غزوہ تبوک سے آپ تشریف لا رہے تھے ایک جنگل میں رات گزاری حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ساتھ تھیں صبح کے وقت جب روانگی ہوئی تو صحابہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ڈولی اٹھا کر اونٹ پر رکھی اور قافلہ چل پڑا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ حاجت کے لیے جنگل میں جا چکی تھیں اب اگر حضور ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو بتلاتے کہ بھئی ڈولی خالی ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ جنگل میں ہیں لیکن وہ خالی ڈولی اونٹ پر رکھ کر سارا دن سفر کیا یہ تو حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ قافلہ کے پیچھے ایک دن کے فاصلے پر ایک صحابیؓ کو چھوڑتے کہ جہاں ہم رات گزاریں تو دوسرے دن تم وہاں پہنچ جاؤ اگر وہاں ہماری گری ہوئی کوئی چیز ہو تو تم وہ اٹھا کر لاؤ اور اسی سے بہت بڑا واقعہ رونما ہوا اب دیکھو حضرت عائشہ صدیقہؓ ڈولی میں نہیں ہیں اور آپ ﷺ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ڈولی میں ہیں اگر آپ ﷺ غیب کا علم جانتے تو یہ معاملہ کیوں پیش آتا۔

ایک لڑائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار اونٹ کے نیچے تھا تمام جنگل کو ٹٹولا گیا نہیں ملا نماز کا وقت نکل رہا تھا قرآن نے احسان کیا" فتیمموا صعیدا طیبا " چلو تیمم کرو لیکن جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار نیچے پڑا تھا " لا یعلم الغیب فی السموت والارض الا الله " یہ شیطان نے نیکی میں برائی کو لپیٹ کر ہمیں پیش کر دیا۔

کبھی کبھی یہ شیطان ہمارے خیالات بدل دیتا ہے حدیث میں ہے کہ پل صراط تلوار کی دھار سے تیز ہے اور بال ہے باریک سے تو یہاں شیطان کہتا ہے کہ یہاں تم دیوار پر نہیں چل سکتے تو وہاں بال پر کیسے چلو گے اور جب تلوار کی دھار سے تیز ہے تو ہمارے قدم کو کاٹے گا اب جو لاعلم لوگ ہیں وہ سچ مچ جانتے ہیں کہ یہ تو پل صراط کا معاملہ ویسے ہی قصہ ہے اس میں تو کوئی حقیقت نہیں

مگر محدثین نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں کہ دیکھو بال اگر نیچے ہو اور میں اوپر کھڑا ہوں تو وہ ٹوٹ جائے گا اور اگر پاؤں میرا یہ ہے اور بال اوپر ہے تو بال تو نہیں ٹوٹے گا آپ پل صراط سے اس نیچے سے گزریں گے اس کے اوپر سے نہیں گزریں گے اور تلوار سے تیز ہے پاؤں تب کٹے گا کہ تلوار سے تیز پل صراط بچھا ہوا اور ہم اوپر سے جائیں

تو پاؤں کٹے گا اگر وہ لفٹ کی طرح ہم کو اٹھا کر لے جائے تو پھر پاؤں کٹنے کا سوال ہی نہیں۔

دوسرا جواب امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ پل صراط بے شک بال سے باریک ہے اور تلوار سے تیز ہے لیکن شیطان کا یہ شبہ کہ وہ ٹوٹے گا یا ہمارے پاؤں کو کاٹ دے گا یہ غلط ہے دنیا میں جسم اور روح دونوں ہیں لیکن دنیا میں جسم غالب ہے جب یہ کنویں میں گرتا ہے تو روح بھی ساتھ گرتی ہے اور موت کے بعد روح غالب ہے روح کے نیک اعمال اس کے پر ہوں گے تو وہ جسم کے بوجھل پن کو ساتھ اٹھا لے گی جیسے پرندے میں جسم ایک بھاری چیز ہے لیکن وہ پروں کے ذریعے پرواز کر لیتا ہے اس لیے آپ کا وزن قیامت کے دن نہیں ہوگا تو آپ پل صراط پر اس طرح گزریں گے جیسے بجلی کا کرنٹ تار سے گزرتا ہے۔

شیطان کے ان شبہات سے بچنے کے لئے قرآن نے بتایا کہ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں شیطان ملعون سے کہ وہ ہمیں شکوک وشبہات میں نہ ڈالے شیطان کے گمراہ کرنے کا ایک طریقہ خواہشات ہیں خواہشات کے ذریعے وہ انسان کے اعمال پر ڈاکہ ڈالتا ہے آپ کی خواہش ہے کہ صبح کو نہ اٹھیں تو صبح کی نماز پر شیطان ڈاکہ ڈالتا ہے آپ کی خواہش ہے کہ ہر وقت کھانے کے لیے ملے تو اس کھانے کی خواہش کی بنیاد پر اس نے آپ کے روزے پر ڈاکہ ڈالا آپ کی خواہش ہے لذت حاصل کرنا اس لذت کی خواہش کے ذریعے سے اس نے شراب انسان کو پلا دی زنا انسان سے کروایا ایسے خواہشات کی بنیاد پر نیک اعمال کے راستے میں رکاوٹیں ہیں دکاندار کو کمائی کی خواہش ہے نماز باجماعت نکل رہی ہے کہ یہاں پر ایک پیسہ کمائی ملے گی نماز اکیلے بھی پڑھ سکتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں نے سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا چوروں کے خوف سے ایک جگہ پر زمین میں دبایا ہے اور وہ جگہ بھول گیا ہوں تعویذ دے دو کہ وہ کہاں ہے یہ عوام بھی ہر چیز کے لیے تعویذ مانگتی ہے امام صاحبؒ نے تعویذ کی بجائے اس کو کہا کہ تم وضو کرو اور کسی خالی جگہ پر نماز دو رکعت نفل پوری توجہ سے لمبی قرآت کے ساتھ پڑھو آپ کو سونا یاد آ جائے گا اس نے وضو کیا اور کسی ٹوٹی پھوٹی مسجد میں جا کر خشوع وخضوع کے ساتھ نیت باندھی نیت باندھتے ہی اس کو یاد آ گیا کہ گھڑا وہاں

ہے نماز توڑ دی اور گھڑا نکال لیا اور امام صاحبؒ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ نے تو عجیب علاج بتایا اللہ اکبر کہنے کی دیر تھی گھڑا یاد آیا اور یہ تحفہ آپ لے لیں لیکن یہ بتائیں کہ نماز میں اور گھڑا یاد آنے میں کیا تعلق ہے تو امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ جب آپ نے توجہ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی تو شیطان نے کہا کہ اس دو رکعت سے تو اس کو ایسے کروڑوں گھڑوں کا ثواب ملے گا اس سے تو بہتر ہے کہ اسے گھڑا یاد کراؤ تا کہ یہ نماز توڑ دے اور گھڑا لے لے اب دیکھو کہ شیطان نے گھڑے کی خواہش کی بنیاد پر اس کی نماز تڑوا دی۔

دو رکعت نماز سے جو آپ کو ثواب ملتا ہے وہ ساری مخلوقات کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے آپ کی نماز میں تمام درختوں کا قیام ہے تمام چوپائیوں کا رکوع ہے تمام کیڑے مکوڑوں کا سجدہ ہے تمام پہاڑوں کا قعدہ ہے تو آپ نے دو رکعت پڑھ کر تمام مخلوقات کی عبادت کے برابر ثواب حاصل کیا ایک گھڑا سونے کا کیا ہے شیطان نے جلدی سے سونا یاد دلایا اس نے نماز چھوڑی اب دیکھو اس نے سونے کی خواہش سے عبادت چھڑوا دی۔

حضرت امیر معاویہؓ کے گھر ایک دن ایک بوڑھا آدمی گھسا اور ان سے کہا کہ حضرت اٹھو اور تہجد پڑھو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ تم کون ہو میرے گھر میں داخل ہونے والے اس بوڑھے نے کہا میں آپؓ کا پرانا دوست ہوں آپؓ سوئے ہوئے تھے میں نے کہا کہیں آپؓ ثواب سے محروم نہ ہو جائیں انہوں نے کہا یہ بہانہ ہے سچ سچ بتاؤ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں شیطان ہوں کل آپؓ رات کو سوئے ہوتے تھے اور تہجد کا ناغہ ہو گیا تھا آپؓ دن میں اتنا روئے کہ اللہ نے ایک سال کی تہجد کا ثواب آپؓ کو دے دیا تو میں نے کہا کہ یہ آج پھر روئے گا اور ایک سال کی تہجد کا ثواب حاصل کرے گا تو چلو دو رکعت پڑھ لے۔ تو شیطان سے دوستی نہ لگاؤ "ان الشیطٰن لکم عدو مبین" یہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے اس سے دور رہو۔ اور دور رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کی پناہ میں آ جاؤ "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" کا مقصد شیطان سے دوری کا سبق ہے اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا مقصد خدا کا قرب ہے کہ خدا کے قرب میں آ جاؤ۔

------☆------

درس نمبر ۲۱

# تسمیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عقیدہ وعمل:۔** دین دو چیزوں کا نام ہے ایک عقیدہ اور دوسرا عمل۔

عقیدے کا معنی یہ ہے کہ جو چیزیں ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھیں پیغمبر کے کہنے پر اعتماد کیا اور ان کو مانا۔ جیسے اللہ اس کی صفات، فرشتے، قبر کا عذاب ثواب، قیامت اور اسکا حساب، پل صراط، جنت، جہنم یہ ان دیکھی چیزیں لیکن ہم اس لیے مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول اور اللہ کے قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ حقائق ہیں۔

یہ ہے عقیدہ اور ایمان دوسرا اعمال یہ جو آپ کرتے ہیں نماز، روزہ، حج۔

گویا کہ دین ایک درخت اور عقیدہ اسکی جڑ ہے آپکے اعمال اس درخت کی شاخیں ہیں اور درخت کو جو پھل لگتا ہے وہ اس پھل کا نام جنت ہے۔

"ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء" تو دینی درخت کی جڑیں عقیدہ ہے اگر درخت کی جڑ کھوکھلی ہو تو اس درخت کو پھل نہیں لگتا۔ اگر دینی درخت کی جڑوں میں شرک ہو بدعت ہو تو یہ درخت اس قابل نہیں ہے کہ جنت کی شکل میں ہمیں پھل دے۔ اس لیے ہمیں عقیدے کا بھی تحفظ کرنا ہے اور اعمال کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ جڑ نہ ہو تو درخت ہرا بھرا نہیں رہ سکتا پھل دینا تو دور کی بات۔ جڑ ہے تنا ہے لیکن شاخیں نہیں ہیں تو پھل کس کو لگے گا۔ اس لیے درخت کے لیے جڑوں کی بھی ضرورت ہے شاخوں کی بھی ضرورت ہے تنے کی بھی ضرورت ہے تب درخت پھل اور پھول دینے کے قابل ہے۔ ہمارے دین میں عقائد بھی مضبوط ہوں گے اور اعمال بھی کامل ہوں گے تب یہ دین آپکے لیے جنت کا پھل دینے والا درخت ہوگا۔

ایک مشین میں سو پرزے ہیں جب سو کے سو فٹ ہوں تو وہ چیز بنانے میں کامیاب ہوگی۔ اگر کپڑا بنانے والی مشین کے سو پرزے ہوں لیکن ایک خراب ہے تو وہ کپڑا نہیں بنائے گی۔ تو اسلام کو بھی ایک مشین سمجھو اسکا بڑا پرزہ عقیدہ ہے اور چھوٹے پرزے اعمال ہیں۔ اگر عقیدے کا پرزہ بھی خراب ہو تو تب بھی جنت نہیں بنے گی اور اگر اعمال کے پرزے خراب ہوں تب بھی جنت نہیں بنے گی۔

اور جب اس دینی درخت کی جڑیں مضبوط ہوں اور شاخیں مکمل ہوں تو "تاتی اکلھا کل حین" اب یہ جنت کی شکل میں آپکو پھل دے گا دنیا میں بھی، قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس لیے ہم دونوں کا تحفظ کریں گے۔ شیطان دونوں میں شک ڈالتا ہے۔

یہ سمجھ لو کہ جنت کا علاقہ ابھی موجود ہے لیکن تعمیرات شروع ہوگئی ہیں بعض کے گھر بن گئے ہیں اور بعض کے بن رہے ہیں۔ جیسے گوجرانوالہ میں واپڈا ہاؤس کا علاقہ موجود ہے لیکن بعض کے گھر بنے ہیں اور بعض کے گھر ابھی بن رہے ہیں اور بعض کے آئندہ میں بنیں گے جب زمین خریدیں گے۔ تو اسی طریقہ سے جنت کا علاقہ موجود ہے اس کی تعمیرات اعمال ہیں جو اعمال کر چکے ہیں دنیا سے جا چکے ہیں انہوں نے اپنے مکانات بنا لیے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات مجھے جنت جانا ہوا میں نے ایک خوبصورت مکان دیکھا جس کی ایک ایک اینٹ سونے کی تھی سونا خوشبودار تھا ایسا صاف شفاف تھا کہ اس سے آر پار نظر آتا۔ اور سونے کی اینٹ مشک اور عنبر سے جڑی ہوئی تھی مجھے وہ مکان بہت پسند آیا۔ میں سیڑھیوں پر چڑھا جب میں گیٹ پر پہنچا تو میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا "لمن ھذا" یہ مکان کس کا ہے اس نے کہا "لعمر ابن خطاب" یہ مکان عمر کا ہے مجھے خیال آیا کہ اس میں تو عمر کی بیگمات بھی بیٹھی ہوں گی اور وہ غیور آدمی ہے اگر میں ان کے مکان میں داخل ہو جاؤں تو کہیں ناراض نہ ہو جائے تو میں دروازے سے لوٹ آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ جاتے مکان میں برکت ہوتی آپکے جانے سے تو مجھے غیرت نہ آتی مجھے خوشی ہوتی اگر آپ جاتے۔ تو وہ جنت کا جو خالی علاقہ ہے وہ آپکا عقیدہ ہے اور جو مکانات ہیں وہ آپکے اعمال ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ

بیٹے اپنی امت کو میرا اسلام پہنچاؤ اور ان کو کہو کہ جنت ایک خالی کھلا علاقہ ہے اس میں کوئی باغ شاغ نہیں ہے۔ اگر آپ نے باغات لگانے ہوں تو کثرت سے پڑھو "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" جتنے کلمات زیادہ پڑھو گے اتنے زیادہ باغات میں تمہارے درخت زیادہ ہوں گے۔ اس لیے واپڈا ٹاؤن میں زمین کی بھی ضرورت ہے اور تعمیرات کی بھی ضرورت ہے تو اسلام کے لیے عقیدے کی بھی ضرورت ہے تاکہ جنت کا علاقہ ملے اور اعمال کی بھی ضرورت ہے تاکہ اس سے جنت کی تعمیرات ہو سکیں۔

اس لیے اسلام میں عقیدہ اپنی جگہ اہم ہے اور اعمال اپنی جگہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عقیدہ درست ہونا چاہیے۔ اعمال کی ضرورت نہیں ہے اعمال دوسرے نمبر کی چیز ہے۔ یہ ٹھیک ہے اعمال کا درجہ دوسرا ہے لیکن دوسرا ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ فضول ہے۔ دیکھو درخت میں اول درجہ جڑ کا ہے اور شاخ دوسرے نمبر پر ہے لیکن شاخ اہم ہے اگر درخت پر شاخ نہ ہو نہ پھل لگے گا نہ پھول لگے گا نہ سایہ ہوگا۔ اس لیے شیطان کبھی ہمارے عقیدے میں شبہ ڈالتا ہے اور کبھی ہمارے اعمال میں شبہ ڈالتا ہے۔

عقیدہ کو سمجھیں کہ یہ تلوار ہے اور اعمال کو سمجھیں کہ اسکی دھار ہے گناہ شکوک وشبہات اسکا زنگ جیسے، اگر تلوار ہو دھاری دار ہو تو شیطان کی گردن کو کاٹ سکتی ہے اور اگر اسکا لوہا زنگ آلود ہو تو وہ مجھے بھی نہیں کاٹ سکتی۔ اس لیے ایک تو اسلامی تلوار کے لیے لوہا چاہیے فولاد وہ ایمان ہے اور ایک اسکا دھار چاہیے وہ نیک اعمال ہیں اور ایک اسے زنگ سے بچانا چاہیے وہ گناہ شکوک وشبہات ہیں۔ آج کل شیطان ہمارے اعمال میں بھی شکوک وشبہات ڈالتا ہے۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ انجیل بھی تو آسمانی کتاب ہے تورات بھی آسمانی کتاب ہے۔ زبور بھی آسمانی کتاب ہے تو پھر ہم ان کو دستور کیوں نہ مانیں۔ بھئی بات یہ ہے کہ آج تورات اصلی صورت میں نہیں ہے انجیل اصل صورت میں نہیں ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ تورات اور انجیل سریانی زبان میں اتری تھیں۔ اور آج روئے زمین پر سریانی زبان نہیں ہے اور نہ سریانی زبان میں تورات کا کوئی نسخہ یا انجیل کا کوئی نسخہ ملتا ہے۔ تو جس کتاب کے ساتھ اپنی آسمانی زبان نہ ہو وہ کتاب محفوظ رہے گی کوئی انگریزی میں ہے کوئی اردو میں ہے کوئی جرمنی زبان میں ہے۔

لیکن ہمارا قرآن آج بھی آسمانی زبان کے ساتھ موجود ہے۔ دوسرا قرآن نے فرمایا کہ تورات، زبور کہاں موجود ہے۔ "یحرفون الکلم من بعض مواضعہ" یہود اور نصاریٰ نے اپنی آسمانی کتابوں سے آسمانی زبان اور آیتیں نکال نکال کر اپنی خواہشات کے مطابق باتیں اس میں داخل کیں تو تورات محفوظ نہیں ہے۔ قرآن محفوظ ہے انجیل غیر محفوظ ہے۔ قرآن محفوظ ہے۔ زبور موجود ہی نہیں ہے قرآن موجود ہے۔

انگریز جب ہندوستان میں آیا اس نے قرآن کے بیس بیس روپے کا نسخہ تین تین ہزار میں خریدنا شروع کیا۔ غریب لوگوں نے گھر سے اٹھا اٹھا کر قرآن انگریز کو دے دیئے کہ لو تین ہزار اور قرآن کا نسخہ دے دو۔ انگریز سے کسی نے پوچھا آپ قرآن کے نسخے کیوں خرید رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمام ملک سے میں قرآن کے نسخے خرید کر جلا دوں گا۔ تاکہ اسلام کا مذہب ختم ہو۔ مسلمان کا نام ختم ہو تو اس وقت ایک عالم نے ایک معصوم بچے کو لا کر کھڑا کیا اور فرمایا کہ قرآن سناؤ تو اس نے قرآن سنایا وہ قرآن کا حافظ تھا فرمایا اس کے سینے میں قرآن کہاں جلاؤ گے۔ آج روئے زمین پر تورات، زبور، انجیل کا ایک حافظ نہیں ہے لیکن قرآن کے کروڑوں حافظ موجود ہیں۔

اس لیے یہ شک اور شبہ ہے کہ انجیل بھی تو آسمانی کتاب ہے۔ دوسرا یہ ہے وہ کتابیں منسوخ ہیں اور منسوخ قابل عمل نہیں ہے۔ ایک زمانے میں صدر ایوب تھا۔ اس نے ایوبی قانون بنایا۔ آج صدر مشرف ہے۔ صدر مشرف کے دور میں صدر ایوب کا قانون نہیں چل سکتا۔ تو محمد رسول اللہ موجود زمانے کے صدر ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ماضی کے صدر ہیں تو ان کی بات اس دور میں کیسے چل سکتی ہے وہ دور منسوخ ہو چکا ہے۔

اس لیے یہ تمام شکوک و شبہات ہیں۔ آج مسٹر لوگ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں ترمیم کیوں نہیں کرتے۔ یہ اس زمانے کے لیے تھا اب جدید زمانہ ہے جدید ذہن ہے ان کے مطابق قرآن بنانا چاہیے اس میں ترمیم کریں لیکن دیکھو یہ قانون ہے کہ ترمیم کنندہ قانون ساز سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ میں نے قانون بنایا وہ اس میں ترمیم کرتا ہے۔ اس کو ترمیم کا حق تب حاصل ہو گا کہ اسکا علم مجھ سے زیادہ ہو۔ تو مسٹر لوگ جو قرآن میں ترمیم کرتے ہیں تو قرآن کا قانون ساز خدا ہے اور ترمیم کرنے والا مسٹر ہے۔ اب بتاؤ مسٹر کا علم خدا سے بڑا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے سرجن آپریشن کرے اور کمپوڈر کہے میں اس آپریشن میں ترمیم چاہتا

ہوں۔ بھئی کمپوڈر کون ہے جو سرجن کے آپریشن میں ترمیم کرے۔ وہ بے وقوف ہے۔

اس لیے قرآن خدا کا قانون ہے۔ یہ اس زمانے پر کیا قبر میں بھی منطبق ہے۔ یہ قیامت میں بھی منطبق ہے یہ جنت میں بھی منطبق ہے۔ پاکستان کا قانون افغانستان میں جاری نہیں ہے۔ افغانستان کا قانون سعودیہ میں جاری نہیں لیکن خدا کا قرآن تمام ملک، تمام اقوام تمام جہانوں کے لیے جاری ہے۔ شیطان یہ شکوک وشبہات ڈالتا ہے کہ عیسیٰ آسمانوں پر ہیں اور حضورﷺ زمین کے اندر ہیں۔ تو جو اوپر ہے وہ تو اعلیٰ ہوا ہم اس کی پیروی کیوں نہ کریں۔

لیکن امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سمندر کی تہہ میں موتی ہیں اور اس کے اوپر سطح پر خس وخاشاک ہیں تو وہ موتی نیچے رہنے کی وجہ سے کم قیمت نہیں ہیں اور خس وخاشاک اوپر جانے سے بیش قیمت نہیں ہیں یہ کون سی بات ہے۔ اس لیے شاہ عبدالعزیزؒ سے ایک عیسائی نے سوال کیا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں قیامت کے قریب اتریں گے اور ہمارے دین کی اشاعت وتبلیغ کریں گے۔ تو عیسائی نے شاہ عبدالعزیزؒ سے بادشاہ کے دربار میں سوال کیا کہ حضرت میں راستہ بھول گیا ہوں چلتے چلتے ایک آدمی مجھے ملا وہ سورہا ہے اور دوسرا آدمی اس کے سرہانے جاگ رہا ہے۔ تو میں راستے کا سوال کس سے کروں؟ سوئے ہوئے سے یا جاگے ہوئے سے۔ اس کا یہ خیال تھا کہ یہ کہیں گے کہ جاگنے والے سے۔ تو میں کہوں گا کہ رسول اللہﷺ سو رہے ہیں اور حضرت عیسیٰ جاگ رہے ہیں تو پھر حضورﷺ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم عیسیٰ کے کہنے پر چلیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے کہا کہ سوئے ہوئے کا انتظار کرو کیوں۔ یہ جو جاگ کر بیٹھا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے وہ بھی راستہ بھول گیا ہے۔ وہ بھی اس انتظار میں ہے کہ یہ سویا ہوا اٹھے گا تو مجھے راستہ بتائیگا۔ کیسا فی البدیہہ جواب دے دیا۔ لیکن وہ علماء تھے آج کل تو اکثر جاہل ہیں۔

اس لیے یہ سارے شکوک وشبہات ہیں ان سے بچنے کے لیے صوفی کو کہا چلو تو علم کی تلوار تو آپ کے پاس نہیں ہے بس یہ کہو۔ "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" میں شیطان سے جو میرے ایمان اور اعمال میں شکوک وشبہات ڈالتا ہے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" شروع کرتا ہوں اس اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

درس نمبر ۲۲

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ رب العلمین"

کتابی ترتیب کے اعتبار سے سورت فاتحہ پہلی سورت ہے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قرآن کریم کی تمام سورتیں ایک درجہ ایک مرتبہ کی ہیں یا اسمیں فرق ہے بعض افضل ہیں بعض سے۔

ابوالحسن اشعریؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر سورت دوسری سورت کے برابر ہے ہر آیت دوسری آیت کے ہم پلہ ہے ان میں فرق نہیں ہے کیونکہ اگر ایک اعلیٰ ہو جائے تو دوسرا آٹو میٹک ادنیٰ ہو جاتا ہے اور قرآن میں ادنیٰ الفاظ نہیں ہیں ناقص نہیں ہیں۔ لہٰذا قرآن کی ہر سورت دوسری سورت کے برابر ہر آیت دوسری آیت کے ہم پلہ ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ نہیں قرآن کی سورتوں میں بھی فرق ہے بعض افضل ہیں بعض سے اور قرآنی آیات میں بھی فرق ہے بعض آیات بعض سے افضل ہیں۔

لیکن محققین اس لڑائی کو اسطرح ختم کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے جو فرمایا ہے کہ تمام آیات ایک درجے کی ہیں تمام سورتیں برابر ہیں تو یہ برابری کلام اللہ ہونے میں ہے یعنی قرآن کریم کی ہر سورت کلام اللہ ہے ہر آیت کلام اللہ ہے۔ یہ برابری اسمیں ہے کہ ہر آیت اپنی جگہ معجزہ ہے معجزہ کا معنی یہ ہے کہ ہر آیت نے ساری مخلوق کو عاجز بنایا ہے کہ وہ اس آیت کا مقابلہ کرے۔ تو سورتیں اور آیات برابر ہیں کلام اللہ ہونے میں سب کی سب خدا کا کلام ہیں اور معجزہ ہونے میں قرآن کی ہر سورت ہر آیت مخلوق کو عاجز بناتی ہے اپنے مقابلے سے۔

امام غزالیؒ نے جو فرمایا ہے کہ قرآن کی سورتوں میں تفاوت ہے فرق ہے، ثواب کے اعتبار سے ایک کا ثواب زیادہ ہے ایک کا ثواب کم ہے کلام اللہ ہونے میں برابر ہیں ثواب میں کمی بیشی ہے۔ ایک سورت ہے اسمیں دنیا کا ذکر ہے ایک سورت ہے اسمیں آخرت کا ذکر ہے تو جو تفاوت دنیا و آخرت میں ہے وہ تفاوت دونوں آیتوں میں ہے۔
لہٰذا ثواب کے اعتبار سے آیت اور آیت میں فرق ہے سورت اور سورت میں فرق ہے۔
ایک سورت میں ہے "تبت یدا ابی لهب" اسمیں ابولہب کا ذکر ہے اور اسکے مقابل سورت اخلاص میں اللہ اور اللہ کی صفات کا ذکر ہے۔ "قل ھو اللہ احد" یہ دونوں برابر ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ "تبت یدا ابی لهب" اوپر ہے اور "قل ھو اللہ احد" اسکے نیچے ہے لیکن اسمیں خدائی صفات ہیں۔
امام خاقانیؒ بہت بڑے عالم تھے سفر پر جا رہے تھے ایک شہر سے گزرے پتہ چلا بادشاہ نے مشاعرے کا اہتمام کیا ہے شاعروں کو بلایا ہے مقابلہ کراتا ہے۔ یہ بہترین شاعر بھی تھے انہوں نے سوچا چلو مشاعرے میں حصہ لوں کھانے کے لیے پیسے بھی مل جائیں گے۔ کھانا پینا بھی مل جائے گا۔ لیکن یہ جو درباری لوگ ہیں یہ بادشاہوں کے درباروں میں غریبوں کو نہیں جانے دیتے تو خاقانیؒ کا یہ خیال ہوا کہ مجھے دربار میں کون جانے دے گا۔ جس وزیر نے مشاعرہ کروانا تھا اس سے ملے اور اپنے آپ کو پاگل بنایا کہنے لگے میرا شعر سنو مجھے بھی مشاعرے میں شامل کراؤ۔ انہوں نے کہا "رفتم بہ بازار خریدم گنا قل اعوذ برب الناس ملک الناس الہ النا"
اس نے کہا یہ تو اچھا مسخرا پن ہے چلو شعر تو نہیں ہو سکتا مسخرا تو بن جائیگا۔ وزیر نے بھی اسکو مسخرا اور میراثی سمجھ کر زمین پر بٹھایا اور جو باقی وزراء تھے شعراء تھے وہ کرسیوں پر بیٹھے۔ جب تمام کا مشاعرہ ختم ہوا تو خاقانیؒ کو کہا اپنا کلام سناؤ اس نے جو اپنا عالمانہ محققانہ، بلیغانہ کلام سنایا تو بادشاہ کی عقل دنگ رہ گئی کہ یہ کون سا فرشتہ آسمان سے آیا ہے آخر عالم اور جاہل میں فرق ہوتا ہے تو بادشاہ نے خاقانیؒ سے معافی مانگی کہ جناب اب تک ہم سٹیج پر تھے اور آپ نیچے بیٹھے تھے تو خاقانیؒ نے کہا

"زیر پایان نشست خاقانی    نیم رانگ می ترا ادب است"

میں آپکے پاؤں میں بیٹھا تھا اوپر بیٹھنا تمہارے لیے عظمت نہیں ہے نیچے بیٹھنا

میرے لیے شرم کی بات نہیں ہے۔

"قل ھواللہ صفت خالق ماست زیر تبت یدا ابی لھب است"

کہتے ہیں "قل ھو اللہ" بھی میرے رب کی صفت ہے لیکن "تبت یدا ابی لھب" کے نیچے ہے اب اس سے اللہ کا درجہ کم تو نہیں ہوا اور نہ ابولہب کا درجہ اس سے بلند ہوا۔

اس لیے محققین حضرات لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت اور آیت میں فرق ہے سورت اور سورت میں فرق ہے۔

ایک سورت میں ابولہب کا ذکر ہے اور ایک میں اللہ کا ذکر ہے ظاہری بات ہے کہ جو اللہ اور ابولہب میں تفاوت ہے تو وہی تفاوت "قل ھو اللہ" اور "تبت یدا ابی لھب" میں فرق ہے۔

علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اسی کی تائید کی کہ سورت اور سورت میں فرق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت بھی سونے کی تختی ہے اور یہ سورت بھی سونے کی تختی ہے لیکن ایک تختی ایسی ہے جسمیں جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور ایک سونے کی تختی خالی ہے تو سونے کی تو دونوں ہیں لیکن فرق ہے اسمیں صرف سونا ہے اور اسمیں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں جس سورت میں اللہ کے اسمائے حسنیٰ ہیں یہ وہ سونے کی تختی ہے جس پر جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور جسمیں اسمائے حسنیٰ کم ہیں وہ خالی سونے کی تختی ہے اب دونوں تختیوں کو کیسے برابر کر سکتے ہیں۔ اس لیے قرآن کی سورت اور سورت میں فرق ہے آیت اور آیت میں فرق ہے۔

ایک سورت واقعہ ہے ایک سورت ملک ہے دونوں میں فرق ہے سورۃ واقعہ ہر رات پڑھنے سے رزق کھل جاتا ہے تو یہ دنیاوی فتح کا ذریعہ ہے اور سورۃ ملک، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو ہر عشاء کے بعد پڑھے گا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہوگا اسکے لیے قبر کھلے گی۔ اب ظاہر بات ہے دنیا کھلنے سے قبر کا کھل جانا بہتر ہے تو سورۃ ملک سورۃ واقعہ سے افضل ہے۔

اس لیے مذہب تحقیق یہی ہے کہ تمام سورتیں کلام اللہ ہونے میں برابر ہیں۔ معجزہ ہونے میں برابر ہیں۔ فرق ثواب کے اعتبار سے ہے۔ جس سورۃ میں دنیا کا ذکر ہے وہ

سورۃ مفضول ہے اور جسمیں آخرت کا ذکر ہے وہ افضل ہے جسمیں ابولہب کا ذکر ہے وہ مفضول ہے اور جسمیں خالق کا ذکر ہے وہ افضل ہے۔

سورۃ فاتحہ بھی اسی میں ہے کہ یہ افضل ترین سورۃ ہے بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل اختیار کر کے نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اتنے میں آسمان سے دھماکے کی آواز آئی تو حضور ﷺ نے اوپر دیکھا جبرائیل علیہ السلام نے کہا حضرت آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو آج سے پہلے نہیں کھلا اور آسمان سے ایک فرشتہ اترا ہے جو آج سے پہلے آسمان سے نہیں اترا اور وہ دونوں کچھ لے کر آپ کے پاس آرہے ہیں۔

ایک سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ بقرۃ کی آخری آیات۔ تو گویا کہ سورۃ فاتحہ اتارنے کے لیے سپیشل فرشتہ اللہ نے بھیجا تھا۔ اور اس کو ام القرآن بھی کہتے ہیں یہ قرآن کی ماں ہے کیونکہ قرآن میں جتنے مضامین ہیں وہ سارے اسکے اندر موجود ہیں۔

قرآن میں کچھ حقوق خالص اللہ کے ہیں "ان اللہ علی کل شیء قدیر" یہ قدرت کاملہ حق اللہ ہے۔ بعض حقوق العباد ہیں۔ "ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا" دوسروں پر الزام نہ لگاؤ غیبت نہ کرو بری زبان استعمال نہ کرو یہ حقوق العباد ہیں۔ اور بعض حقوق مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں۔ "ولا تقتلوا النفس" نفس مقتول کا بھی حق ہے اور خدا کا بھی حق ہے اللہ نے اسکو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی عمارت کو مت گراؤ۔

کل تین حقوق ہیں اور سورۃ فاتحہ میں بھی "الحمد" سے لے کر "مالك یوم الدین" تک حقوق اللہ کا ذکر ہے اور "اھدنا الصراط المستقیم" سے لے کر "ولا الضالین" تک حقوق العباد کا ذکر ہے۔ اور "ایاك نعبد وایاك نستعین" اس آیت میں مشترک حق ہے عبادت خدا کا حق ہے اور استعانت ہمارا حق ہے۔

اس لیے قرآن کریم کے جو تین مضامین تھے وہ سورۃ فاتحہ میں آئے تو یہ ہے ام القرآن۔ اور یہ تو ام القرآن ہے اور سورۃ یس قرآن کی نانی ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو سورۃ یٰسین پڑھے گا اس کو دس قرآن پڑھنے کا ثواب ہوگا۔ یعنی دس قرآن پاک پڑھنے کا ثواب سورۃ یٰسین پڑھنے کے برابر ہے۔ بہر حال سورتوں میں فرق ہے جس سورت میں

آخرت کا ذکر ہے اسمائے حسنیٰ کا ذکر ہے جامع مضامین اسمیں موجود ہیں وہ بہ نسبت دوسری سورتوں سے افضل ہے۔

"الحمد للہ" عربی زبان میں ایک مدح ہے ایک شکر ہے ایک حمد ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا "مدحت للہ" کہ ہم خدا کی مدح کرتے ہیں کیونکہ مدح تو مردہ چیزوں کی بھی ہوتی ہے۔ "مدحت لولو" تو اگر خدا کی مدح کی جائے تو اسمیں اتنی خوبی اور کمال نہیں ہے اس لیے اللہ نے یہاں مدح کا لفظ چھوڑ دیا۔ اور "اشکر للہ" شکر کا ذکر بھی نہیں کیا کیونکہ شکر انسان پر بھاری ہے شکر کا معنی یہ ہے کہ دل میں خدا سے محبت ہو اعضاء سے خدا کی عبادت ہو زبان سے خدا کی تعریف ہو اور یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے تو اللہ نے فرمایا جھوٹ نہ بولو تم اتنا کام نہیں کر سکتے کہ تمہارا دل بھی میرے ساتھ وابستہ ہو تمہارے اعضاء بھی میرے ساتھ وابستہ ہوں تمہاری زبان بھی میرے ذکر سے تر ہو یہ جھوٹ ہے۔ اسلیے میں جھوٹ نہیں بلوانا چاہتا کہ تم کہو "اشکر للہ" بس یہ زبان کافی ہے تم کہو۔

"الحمدللہ" بس زبان ہلاؤ یہ بڑی بات ہے یہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے شکر کو چھوڑ کر کیونکہ اگر میں یہ کہتا "اشکر للہ" تو شکر دل سے بھی ہوتا ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ محبت ہو زبان سے بھی ہوتا ہے کہ زبان خدا کے ذکر سے تر ہو اور اعضاء بھی خدا کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔

اب اتنی عبادت میں کب کر سکتا ہوں اس لیے اللہ نے بھی شکر کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا "الحمدللہ" زبان سے کہے یا اللہ تیرا شکر ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۲۳

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ رب العلمین"

کل یہ بات گزر چکی کہ سورت اور سورت میں بڑا فرق ہے ایک سورت میں دنیا کا ذکر ہے ایک سورت میں دین کا ذکر ہے جو فرق دین اور دنیا میں ہے وہ فرق دونوں سورتوں میں ہے۔

ایک سورت میں ابولہب، ابوجہل کا ذکر ہے ایک سورت میں اللہ کا ذکر ہے جو فرق انسان اور خالق میں ہے وہی فرق دونوں سورتوں میں ہے۔ انہی افضل ترین سورتوں میں سے سورت فاتحہ ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائی ہیں ایک سو چار کتابوں کے مضامین اللہ نے چار کتابوں میں بند کیے ہیں۔ تورات، زبو، انجیل اور قرآن مجید اور پھر ان چار کتابوں کے علوم کو اللہ نے قرآن میں جمع کیا پھر اس قرآن کے علوم کو اللہ نے سورت فاتحہ میں جمع کیا اور سورت فاتحہ کے علوم کو اللہ نے دو جملوں میں جمع کیا ہے۔

"ایاك نعبد وایاك نستعین۔" "ایاك نعبد" میں خالق کے حقوق کی حفاظت ہے۔ اور "ایاك نستعین" میں مخلوق کے حقوق کی حفاظت ہے۔ خالق اور مخلوق کے علاوہ اور تیسری چیز ہے ہی نہیں۔

اس لیے امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ قرآن نہ اتارتا صرف یہ دو جملے اتارتے کہ "ایاك نعبد" اور "ایاك نستعین" تو یہ قیامت تک کے لیے کافی تھے۔ یہ اتنی

جامع سورت ہے۔اس سورت کی ابتداء اللہ نے حمد سے کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ میری امت کا نام "حمادون" ہے یعنی خدا کی سب سے بڑی تعریف کرنے والی امت میری امت ہے۔اس امت کا نام حمادون ہے اور اس امت کے نبی کا نام بھی محمد ﷺ ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اتنا پیارا نام ہے کہ جب اس پر ہم تلفظ کرتے ہیں تو لب لب کو چومتا ہے۔"م" "حم" پھر چوم لیتا ہے کتنا پیارا پیغمبر ہے امت بھی پیاری حمادون حمد بیان کرنے والی اور نبی بھی پیارا احمد دو بار لب لب کو چوم لیتا ہے۔

اور جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں قبائل تھے قریش قبیلہ تھا، بنوتمیم قبیلہ تھا، بنو الیاس قبیلہ تھا، یمنی قبیلہ تھا ہر قبیلے کا الگ الگ جھنڈا تھا کسی کا سبز جھنڈا تھا کسی کا لال جھنڈا تھا کسی کا کالا جھنڈا تھا اور جناب نبی کریم ﷺ کا جھنڈا وہ تھا جو آج کل جمعیت علماء اسلام کا ہے۔یہ مرکزی جھنڈا تھا تمام قبائل اس مرکزی جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اس جھنڈے کا نام ہے "لواء الحمد" قیامت کے دن یہ جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔"لواء الحمد بیدی" اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا تو اس امت کے پیغمبر کا امتیازی جھنڈا یہ ہے جسمیں سیاہ اور سفید پٹیاں ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے آنا چاہتا ہے تو دنیا میں اس جھنڈے کے نیچے آجائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:"لواء الحمد بیدی" اس لیے حضرات صحابہؓ اس جھنڈے کا بڑا احترام کرتے تھے غزوہ تبوک میں زید ابن حارثہ نے یہ جھنڈا اٹھایا تھا کمانڈر تھے تو انکا ایک ہاتھ کٹا انہوں نے کہا ہاتھ گرنے دو جھنڈا نہ گرے یہ نبی ﷺ کا جھنڈا ہے انہوں نے دوسرے ہاتھ میں اٹھایا وہ ہاتھ کٹا انہوں نے کہا ہاتھ گرنے دو جھنڈا نہ گرے۔کیونکہ یہ قیامت کا جھنڈا ہے انہوں نے اسکو دانتوں میں پکڑا گردن کٹی جب جھنڈا گرنے لگا تو جعفر

ابن ابی طالبؓ، حضرت علیؓ کے بھائی آگے بڑھے انہوں نے زیدؓ کو نہیں تھاما انہوں نے جھنڈے کو تھاما کہ کہیں یہ نہ گر جائے۔ حضرت جعفرؓ کمانڈر کی حیثیت سے لڑتے لڑتے جب گرنے لگے اور جھنڈا گرنے لگا تھا تو خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھا ما آپ ﷺ نے فرمایا

"سل اللہ سیفہ واخذ لواء ہ" اللہ نے اپنی تلوار نکالی اور اپنا جھنڈا اسکے ساتھ باندھ لیا۔ خالد ابن ولید نے یہ جھنڈا لے کر تین لاکھ رومیوں کو شکست دے دی۔

اس لیے یرموک سے جب یہ جھنڈا واپس آیا تو بیت اللہ کے چاروں کونوں پر نصب ہوا۔ کہ گویا کہ یہ اسلام کا نمائندہ جھنڈا ہے۔ تو امت کا نام ہے حمادون، حمد کرنے والی امت اور نبی کا نام ہے محمد، جس کی سب سے زیادہ تعریف خدا کے بعد کی گئی۔ اور اس امت کے جھنڈے کا نام ہے "لواء الحمد" اور قرآن کی ابتداء میں بھی ہے۔ "الحمد" اسلیے یہاں سورت فاتحہ کی ابتداء میں حمد آیا یہ "الحمد" جملہ اسمیہ ہے اسمیں عموم اوقات ہے الف لام استغراقی ہے۔ اسمیں عموم حمد ہے۔ اور فاعل حذف ہے اس نے عموم پیدا کیا اسکا معنی یہ ہے ہر حمد ہر زمانے میں ہر حامد سے "للہ"۔ (اللہ کے لیے)

اس سورت کا نام ہے سورت مسئلہ۔ مسئلے کا معنی ہے سوال اسمیں سوال کرنے کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ خدا سے دعا مانگتے ہو تو مانگنے کے آداب کیا ہیں۔ لوگ ادب یہ کرتے ہیں کہ دعا مانگتے ہوئے سو جاتے ہیں یہ دعا نہیں ہے۔

"ان اللہ لا یقبل الدعاء قلب لاح" اللہ غافل دلوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔ دو آدمیوں کی دعا کی تردید آئی ہے ایک یہ کہ جسکا دل غافل ہو۔ "ان اللہ لا یقبل الدعاء قلب لاح" اللہ غافل دل کی تو یہ قبول نہیں کرتا۔ اور ایک بزدل آدمی کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا۔ آج لاکھوں کے مجمع میں لوگ دعا کرتے ہیں لیکن ایک کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔ بارش مانگتے ہیں آیا ہوا بادل بھی چلا جاتا ہے اسلیے کہ آج لوگ بزدل ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا: "المومن لا یکون جباناً" بزدل آدمی مسلمان نہیں ہے کافر ہے تو اسکی دعا کیسے قبول کروں۔ اسلیے ایک تو غیر اللہ کا خوف ہم دلوں سے نکالیں ورنہ دعا

قبول نہیں ہوگی اور ایک غفلت دلوں سے نکالیں۔

اس سورت کا نام ہے سورت مسئلہ۔ مسئلے کا معنی سوال کرنا یعنی خدا سے سوال اور دعا کرنے کے آداب اسمیں سکھائے گئے ہیں۔ وہ آداب یہ ہیں کہ جب میں کسی افسر کے پاس جاتا ہوں تو پہلے اس افسر کی تعریف کرتا ہوں۔ سر فلاں، فلاں، فلاں اسکے القاب بیان کرتا ہوں القاب بیان کرنے کے بعد اس سے پرانے تعلقات قائم کروں گا کہ ہمارے آج کے نہیں پرانے باپ دادے سے تعلقات ہیں اور تیسرے نمبر پر اپنا مدعا پیش کروں گا کہ میری یہ عرض ہے پہلے اسکی تعریف پھر پرانے تعلقات اسکے بعد اپنا مدعا پیش کیا جاتا ہے اللہ نے یہ آداب سکھائے۔

ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں تو پہلے خدا کی تعریف کریں گے۔ "الحمد لله رب العلمين، الرحمن الرحيم، ملك يوم الدين" یہاں تک ہم نے خدا کی تعریف کی اسکے بعد اپنے پرانے تعلقات ذکر کرتے ہیں "اياك نعبد واياك نستعين" یا اللہ ہم پہلے سے آپ ہی کے غلام ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں پرانے تعلقات قائم کیے۔ اور اس کے بعد اپنا مدعیٰ پیش کیا۔ "اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولاالضالين" حدیث نے اسمیں اضافہ کیا ہے کہ جب آپ دعا مانگتے ہیں تو "اعوذ بالله" اور "بسم الله" پڑھ کر ایک بار "الحمدلله" پڑھو اس کے بعد درود شریف نماز والا پڑھو اس کے بعد دعا کرو۔ یا اللہ میری شادی ہو مجھے دوکان ملے میرا کاروبار ہو آخر میں پھر درود شریف پڑھو اور "آمین" کہہ کر دعا ختم کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ درود شریف کو اللہ ضرور قبول کرتا ہے تو جب آپ نے شروع میں بھی درود پڑھا اور آخر میں بھی درود پڑھا تو اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ اول آخر کو قبول کرے اور آپکی درمیانی دعا کو نکال کر پھینک دے درود کے طفیل اللہ آپکی دعا کو ضرور قبول کرے گا۔

یہ دعا کے آداب قرآن کریم نے بتائے کہ "اعوذ بالله، بسم الله" پڑھ کر پھر

"الحمد للہ" پھر درود مبارک پڑھو۔ پھر جو آپکا مدعا ہے صحت ہے عزت ہے دولت ہے کاروبار ہے دنیا آخرت کی کامیابی ہے وہ خدا سے مانگو اور آخر میں پھر درود شریف پڑھ کر "آمین" کہو۔

اب حضورﷺ نے فرمایا جو مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ اسکو ضرور قبول کرے گا تو آپکا شروع والا درود بھی قبول ہوگا اور آخری درود بھی قبول ہوگا اب یہ خدا کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کے مدعا کو نکال کر پھینک دے وہ بھی ضرور قبول کرے گا۔

اسمیں اللہ تعالی نے صدر بننے کی صفات بھی بیان کیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں صدر ہوں تو اللہ نے فرمایا کہ صدر بننا چاہتے ہو تو مجھے دیکھو میں کائنات کا صدر ہوں تو ساری مخلوق میری حمد بیان کرتی ہے۔ صدر وہ ہونا چاہیے کہ مشرف کی طرح لوگ اسکو گالی نہ دیں لوگ اسکی تعریف کریں۔

"الحمدللہ" صدر کی دوسری صفت بیان کی۔ "رب العلمین" کہ وہ اپنی ماتحت قوم کو اولاد سمجھ کر انکی پیاس بجھائے انکی بھوک کو دور کرے انکو کپڑے دے انکے لیے مکان کا انتظام کرے انکی ہر ضرورت پوری کرے جیسے اللہ صدر ہے تو "رب العلمین" وہ ساری مخلوق کو پال رہا ہے۔

تیسری صفت بیان کی کہ اگر میں صدر ہونا چاہتا ہوں تو یہ نہیں ہے کہ کلاشنکوف کے زور پر قوم پر مسلط ہو جاؤں ۔ فرمایا دیکھو میں بھی صدر ہوں "رحمٰن ہوں رحیم ہوں" اسلیے صدر مملکت کو باپ سے بڑھ کر مشفق ہونا چاہیے۔ ماں سے بڑھ کر رحیم ہونا چاہیے۔ اللہ فرماتے ہیں میں صدر ہوں کائنات کا۔ تو دیکھو میں غضب ناک ہوں یا میں رحمٰن ورحیم ہوں۔ یہ سیاسی امور قرآن کریم نے بیان کیے کہ صدر بننا کلاشنکوف کا کام نہیں ہے نہ فوج کا کام ہے۔ دلوں پر اگر صدارت کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی طرح محمود بنو اللہ کی طرح پالنے والے بنو اللہ کی طرح رحمٰن بنو اللہ کی طرح رحم کرنے والے بن جاؤ۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بغداد میں داخل ہوگئے۔ بغداد میں ایک شور اٹھا بادشاہ اپنے

قصر کی چھت پر چڑھا اور بیگم کو بغل میں بٹھایا اور کہا آؤ یہ تماشا دیکھیں دیکھا کہ شہر میں کوئی بالغ مرد نہیں رہا تمام استقبال کے لیے باہر آ گئے اور شیخ کو استقبال کی شکل میں بغداد کی جامع مسجد میں لایا گیا۔ تو بیوی نے کہا جناب تمہاری حکومت جسموں پر ہے اور شیخ کی حکومت دلوں پر ہے۔

آج ''ایس، ایچ، او'' کو ہم سیلوٹ کرتے ہیں لیکن جانے کے بعد بیس گالیاں نکالتے ہیں کیونکہ ان بے غیرتوں کی حکومت کلاشنکوف کے ذریعے ہے دلوں پر نہیں ہے۔ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا بلکہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی لوٹ لیا۔ اسلیے اللہ نے صدارتی انتظام کے لیے یہ بیان کیا کہ صدر وہ ہونا چاہیے کہ ''الحمد'' ہر آدمی اسکی تعریف کرے صدر وہ ہونا چاہیے کہ ''رب العلمین'' کہ ہر آدمی کی وہ پرورش کرے صدر وہ ہونا چاہیے جو رحمٰن ہو اور رحیم کی طرح ہو۔ اور صدر وہ ہونا چاہیے جسکا قانون اتنا ٹھوس ہو کہ اگر اپنا بھائی بھی قانون کی زد میں آئے تو اسکو سزا دے۔ ''ملك يوم الدين'' ایسا نہیں ہے کہ امیر گناہ کرے تو معاف ہے۔ ٹنوں کی چرس بھنگ فروخت کرے تو کوئی بات نہیں ہے اور اربوں کھربوں روپیہ عدالت سے معاف کروائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور غریب آدمی سے معمولی جرم ہو جائے تو کہتے ہیں اسکو جیل میں ڈالو ''ملك يوم الدين'' صدر وہ ہونا چاہیے جو جزا اور سزا کا مالک ہو۔

مجرم کو سزا دے ایمان سے بتاؤ آپ بتائیں ایک بھی مشرف کی تعریف کرنے والا ہے کسی کو اس نے پالا ہے کسی بیوہ کو کسی یتیم کو کسی پر اس نے شفقت کی ہے کسی ظالم کو اس نے سزا دی ہے۔

بڑے بڑے چور آئے اور چوروں کے ساتھ مل گئے۔

-------☆-------

درس نمبر ۲۴

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ" تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ قرآن پاک نے دعوی کیا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں حالانکہ ہم تعریف پھول کی بھی کرتے ہیں کہ بڑا خوشبودار ہے کاتب کی بھی تعریف کرتے ہیں کہ بڑا خوش نویس ہے سورج کی بھی تعریف کرتے ہیں کہ بڑا چمکدار ہے بیٹے کی بھی تعریف کرتے ہیں کہ بڑا فرمانبردار ہے لیڈروں کی بھی تعریف کرتے ہیں انکو سپاس نامے سناتے ہیں تو قرآن کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس سے تو معلوم ہوا کہ غیر کی کوئی تعریف نہیں ہے۔ حالانکہ ہم غیروں کی تعریف کرتے ہیں جیسے میں نے آپکو بتایا کہ پھول کی ہم تعریف کرتے ہیں کہ بڑا خوبصورت بڑا خوشبودار ہے اچھی عمارت کی ہم تعریف کرتے ہیں کہ بڑا خوبصورت مکان ہے ٹھنڈے پانی کی ہم تعریف کرتے ہیں کہ بڑا ٹھنڈا اور لذیذ پانی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ہم جو لیڈروں کو سپاس نامے سناتے ہیں انکی تعریف کرتے ہیں یہ تعریفیں جھوٹی ہوتی ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہم انتہائی بزدل لیڈر کو کہتے ہیں کہ یہ بڑا شیر ہے یہ بہت بہادر ہے تو یہ جھوٹی تعریف ہے قرآن نے جو فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں یعنی سچی تعریفیں حقیقی تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں باقی یہ سپاس نامے یہ شرعاً خلاف بھی ہیں کہ میں دوسروں کے سامنے ان کی تعریف کرتا ہوں شریعت میں یہ حرام ہے۔

حضرت خالد ابن ولیدؓ روم میں لڑے قیصر کو شکست دی بہت سارا مال غنیمت بھی

جمع کیا لیکن فوج نے اس کو ایک بھی سپاس نامہ نہیں سنایا مدینہ منورہ یہ فوج لے کر آئے تو مدینہ سے باہر ایک صحابیؓ نے بھی ان کا استقبال نہیں کیا یہاں تک کہ مسجد نبویؐ میں داخل ہورہے تھے تو حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے تھے جب خالد ابن ولیدؓ فاتح روم کو دیکھا تو کھڑے ہو کر مبارک باد دی اور فرمایا کہ میں مبارکباد اس پر دیتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں بہترین دن وہ تھا جس دن آپ کو اللہ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی یہ نہیں تھا آپ فاتح روم ہیں اتنا زیادہ مال لائے ہیں اور انگریزوں کی اتنی بڑی فوج کو شکست دے دی کوئی سپاس نامہ نہیں کوئی فاتح ہونے کا صلہ ان کو نہیں دیا بلکہ ان کو کہا کہ تیری زندگی میں بہترین دن وہ تھا جس دن اللہ نے تم کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی تھی مطلب یہ کہ اگر دل میں فتح سے تھوڑا بہت غرور آیا ہو وہ ٹوٹ جائے۔

رہی یہ بات کہ پھول کی ہم تعریف کرتے ہیں تو تعریف جھوٹی تو نہیں ہے ہم کہتے ہیں بڑا خوبصورت پھول ہے یہ سچی تعریف ہے بڑا خوشبودار پھول ہے یہ جھوٹی تعریف تو نہیں یہ سچی تعریف ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ پھول کی جو ہم تعریف کرتے ہیں خوشبو کی وجہ سے حسن کی وجہ سے یہ بھی درپردہ خدا کی تعریف ہے پھول کو یہ حسن کس نے دیا کو اللہ نے اور پھول میں خوشبو کس نے بھری اللہ نے اس لیے بظاہر جو مخلوق کی تعریف سنائی دیتی ہے یہ درپردہ خالق کی تعریف ہے۔

یہ تو ایسا ہے کہ ایک خوش نویس تختی پر خوش خطی سے خط لکھے تو وہ خوبصورت خط تختی کا کمال نہیں یہ لکھنے والے کا کمال ہے تو پھول ایک تختی ہے تو اس پر حسن کا خط کس نے لکھا اللہ نے خوشبو کی لکیر کس نے لکھی ہے اللہ نے تو تختی کی ہم تعریف کیوں کرتے ہیں تعریف تو اللہ کیلئے ہے اس لیے قرآن کریم کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ "الحمدللہ" کہ تمام حقیقی تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اللہ کے سوا کوئی قابل نہیں ہے جس کی آپ تعریف کرتے ہیں وہ چیز تختی ہے اس پر خوشبو اس پر خوبصورتی یہ اللہ کا لکھا ہوا ہے درپردہ یہ لکھنے والے کی تعریف ہے۔

ہم آگے نظر نہیں کرتے ماں کی شفقت کو دیکھیں تو آپ خدا کی شفقت کی تعریف کریں کہ اس کی شفقت کتنی ہوگی جس نے ماں کو اتنا مشفق اور مہربان بنایا پھول کا حسن

دیکھیں تو ہم خدا کا حسن معلوم کریں کہ وہ کتنا حسین ہوگا وہ کتنا خوشبودار ہوگا جس نے پھول کو یہ حسن اور یہ خوشبو عطا فرمائی اس لیے مخلوق کی تعریف یہ مخلوق کی تعریف نہیں ہے یہ در پردہ خالق کی تعریف ہے مخلوق ایک تختی ہے خالق اس پر حسن کی لکیر اس پر خوشبو کی لکیر یہ تمام کی تمام خدا کی پیدا کردہ ہیں اس لیے قرآن کا دعویٰ سچا ہے " الحمدللہ " تمام حقیقی تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

اور یہ حمد ایسی چیز ہے کہ جب آپ جنت میں جائیں گے تمام عبادات ختم ہوگئیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب ختم جہاد ختم لیکن "الحمد" والی عبادت جنت میں بھی ہوگی "الحمدللہ الذی احلنا دار المقام" یا اللہ شکر ہے کہ آپ نے جنت جانے کی اجازت فرمائی" الحمدللہ الذی احلنا دار المقام" یہ آپ جنت داخل ہوتے وقت کہیں گے اگر جانا نصیب ہوا اور پھر یہ نہیں کہ داخل ہوکر یہ ختم ہوجائیگا ہر نشست، ہر برخواست، ہر کھانے پر، ہر وقت، ہر جگہ آپ " الحمدللہ " کہیں گے "وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین" ہر کام کے آخر میں آپ کی زبان پر " الحمدللہ " ہوگا۔

ایک حمد ہے ایک شکر ہے شکر احسان پر ہوتا ہے آپ نے مجھے یہ ٹوپی دی یہ احسان ہے میں کہوں آپ کا شکریہ اور حمد کمالات پر ہوتا ہے آپ نے مجھے کچھ نہیں دیا لیکن آپ کے علم کا کمال ہے میں آپ کی تعریف علم کی وجہ سے کروں گا حمد کمالات پر ہوتا ہے شکر احسانات پر ہوتا ہے اس لیے اللہ میں کمالات بھی ہیں اس لیے ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اللہ کے احسانات بھی ہمارے اوپر ہیں تو ہم اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ ہر حال میں شکر کرو "الحمدللہ علیٰ کل حال" اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو نعمت ملے تب بھی "الحمدللہ" اور اگر خدانخواستہ مصیبت مل جائے تب بھی" الحمدللہ "

ایران پر جب حضرت عمرؓ نے حملہ کیا سفر بھی لمبا تھا فوج بھی کم تھی اسلحہ بھی کم تھا گرمی بھی تھی اور ایران کی دو ہزار سال پرانی حکومت بھی تھی حضرت عمرؓ نے اعلان کیا بالغ مرد مدینہ میں نہ رہیں محاذ پر پہنچ جائیں تو ایک بیوہ عورت حضرت خنسہؓ اس کے چار بیٹے تھے

چاروں کو اٹھایا کنگھی کی ان کی آنکھوں میں سرمہ ڈالا اور کہا اگر آپ شہادت کا جام نوش کریں تو اس سے بڑھ کر میرے لیے فخر کا مقام کوئی نہیں ہے اور ایران کی جنگ میں جب چاروں شہید ہو گئے تو اس غم کے وقت میں انہوں نے کہا تھا" الحمدللہ الذی فضلنی علی شہادۃ ابنائی " شکر ہے اللہ نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا کہ اللہ نے میرے چاروں بیٹوں کو قبول فرمایا یہ قبولیت ہے اب دیکھو مصیبت میں وہ حمد بیان کرتی ہیں "الحمدللہ" یا اللہ تیری حمد ہے کہ آپ نے مجھے چار بیٹوں کی شہادت سے نوازا" الحمدللہ علی کل حال" نعمت پر شکر کرے حمد مصیبت پر بھی آیا ہے کہ آپ خدا کی حمد کریں جیسے حضرت خنسہؓ نے چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر سن کر اللہ کی حمد بیان کی " الحمدللہ الذی شرفنی بشہادۃ ابنائی "

اور علماء لکھتے ہیں کہ مصیبت پر " الحمدللہ " پڑھنا اس لیے ضروری ہے کہ جو بھی مصیبت آئے تو مصیبت زدہ آدمی یہ دیکھے کہ بڑی مصیبت آنی تھی اللہ نے چھوٹی مصیبت بھیج کر بڑی روک دی "الحمدللہ" کہ یہ مصیبت چھوٹی ہے یہ اللہ نے بھیج کر اللہ نے مجھے بڑی مصیبت سے بچالیا۔

ایک بزرگ نے اپنے رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ مجھے بغداد سے ایک بزرگ نے خط بھیجا کہ جناب آپ کو علم نہیں ہے کہ میں تو بغداد کی جیل میں ہوں حکومت نے مجھے جیل میں ڈالا میں نے کہا" الحمدللہ" جب میرا وہ خط پہنچا اس نے گلہ کی بنیاد پر خط بھیجا آپ میرے دشمن ہیں میں نے مصیبت کا ذکر کیا اور آپ نے کہا"الحمدللہ " تو میں نے پھر خط لکھا کہ بھائی اس جیل سے بھی تو بڑی مصیبت ہے اللہ نے آپ کو اس سے بچایا اس ہلکی پھلکی مصیبت میں مبتلا کیا لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی

دوسرے دن ایک مجوسی کافر اسی جرم میں پکڑا گیا وہ اسی بزرگ کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھا گیا اس مجوسی کو اسہال کی شکایت تھی وہ ہر دو منٹ بعد لیٹرین جاتا تھا تو بزرگ کو بھی ساتھ لے جاتا تھا اب بزرگ کو سمجھ آئی کہ کل کی جیل تو ہلکی مصیبت تھی اب تو مصیبت بڑھ گئی اب میں ایک مجوسی کے ساتھ ہوں اور چار منٹ میں چار مرتبہ لٹرین جاتا

ہوں اور اس کی بدبو مجھے مارتی ہے اور آرام سے بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہے اس نے پھر خط لکھا تو وہ پہلی مصیبت حمد کے قابل تھی میں نے حمد نہیں کی اللہ نے مصیبت بڑھادی تو قشیریہ والے لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو خط لکھا کہ یہ بھی ہلکی مصیبت ہے شکر کرو کہ تم خود مجوسی نہیں ہو مومن ہو اب اگر ایمان کی دولت اللہ آپ سے چھین لے تو پھر کیا کرو گے۔

اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ مصیبت کے وقت بھی "الحمدللہ" پڑھو جو مصیبت پہنچی ہے اس سے آگے بڑی مصیبت ہے اس لیے شکر کرو کہ اللہ نے چھوٹی مصیبت بھیج کر بڑی مصیبت سے مجھے بچالیا۔

اسی رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ کسی نے کہا حضرت آج میرے گھر ڈاکہ پڑا اور جھاڑو پھیر کر جو گھر میں تھا سب کچھ ڈاکو لے گئے انہوں نے فرمایا "الحمدللہ" پڑھو شکر کرو اس کا کیا مطلب ہے ڈاکو میرا مال اٹھا کر لے گئے آپ کہتے ہیں شکر کرو فرمایا تمہاری دو دولتیں تھی ایک روپیہ پیسہ اور ایک ایمان کی دولت تھی شکر ہے ڈاکو نے مال کی دولت کو لوٹ لیا ایمان کی دولت کو نہیں لوٹا شیطان بھی ڈاکو ہے اگر وہ تمہارے دل کے اندر گھس جاتا تمہارے ایمان کو لوٹ لیتا بڑی مصیبت ہوتی حدیث میں بھی ہے "اللھم لا تجعل مصیبتنا فی دیننا" یا اللہ ہمارے دین کو نقصان نہ پہنچے دنیا جاتی ہے تو جائے پھر بھی آجائے گی لیکن دین کا "نعم البدل" کوئی نہیں تو قرآن کا کہنا صحیح ہے "الحمدللہ" تمام حقیقی تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں۔

عوام اپنے لیڈر کی تصویر جیب میں رکھتے ہیں نکال کر دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں حدیث میں ہے کہ جب لوگ دنیا پر خوش ہوں تو اے مسلمانوں تم اپنے دین پر خوش ہو جب لوگ اپنے لیڈر پر خوش ہوں تو محمد رسول اللہ ﷺ پر خوش ہو۔

"الحمدللہ" تمام حقیقی تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

☆

**درس نمبر ۲۵**

# سورۃ فاتحہ

**اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم**
**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

**"الحمد للہ"**

شکر انعامات کے مقابلے میں ادا کیا جاتا ہے اور حمد انعامات کے مقابلے میں بھی اور کمالات کے مقابلے میں بھی انعامات کے بدلے میں تو شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم پر انعام کیا۔

اس ترجمہ سے قرآن ہمیں تین سبق دیتا ہے ایک یہ کہ خدا کی نعمتوں کا تصور کرو دوسرا یہ کہ خدا کی نعمتوں کے تصور سے تمہارے اندر خدا کی محبت پیدا ہو۔ تیسرا یہ ہے کہ جب خدا کی محبت حاصل ہوگی تو خدا کا قرب حاصل ہوگا اور خدا کے بعد کوئی منزل نہیں ہے۔ تو اس سے ہمیں نعمت کا تصور پھر خدائی محبت کا تصور پھر خدا کے قرب کا تصور اور خدا کے بعد آگے منزل نہیں ہے۔

اس لیے ہم اس ترتیب سے چلیں کہ سب سے پہلے ہم خدا کی نعمتوں کا تصور کریں کہ دیکھو ہم نے ان آنکھوں کے لیے کوئی الیکشن نہیں لڑا کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا کوئی سفارش نہیں کی اللہ نے یہ نعمت ہمیں مفت میں عطا فرمائی۔ یہ کان ہیں یہ زبان ہے یہ دماغ ہے یہ دل و جان و جسم اور جسمانی اعضاء ہیں یہ خدا کی نعمتیں ہیں اسکے علاوہ اتنی نعمتیں ہیں کہ وہ ہمارے خیال اور تصور میں بھی نہیں آتیں۔

"وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا" جب ہم خدائی نعمتوں کا تصور کریں گے تو انسان کی فطرت ہے کہ محسن اور انعام کرنے والے کی محبت دل میں آجاتی ہے تو نعمت کے تصور سے خدا کی محبت دل میں آئی۔

لیکن نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ نعمت جو وقت حاضرہ میں مزیدار ہو لیکن انجام کے لحاظ سے خطرناک ہو جیسے انعامی بانڈ کا مال انشورنس کا مال بیمہ کا مال سود کا مال جوے کا مال چوری اور ڈاکے کا مال۔ شراب، زنا یہ وقتی لحاظ سے بڑی لذیذ چیزیں ہیں مگر عاقبت کے اعتبار سے بڑی خطرناک ہیں۔

حدیث مبارک میں ہے کہ معراج کی رات میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ ایک کمرے کے برابر تھے اور اس میں بڑے بڑے سانپ دوڑ رہے تھے اور اسکو کاٹتے تھے تو میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ سود خور لوگ ہیں۔ تو سود میں وقتی طور پر تو بڑا مزا ہے مفت کا مال ہے نعمت گنی جاتی ہے لیکن عاقبت کے اعتبار سے بڑا خطرناک ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جنکے سامنے خوشبودار بھنا ہوا گوشت پڑا تھا اور دوسری طرف گلا، سڑا، بدبودار گوشت پڑا تھا وہ لوگ اس بھنے ہوئے خوشبودار گوشت پر ہاتھ ڈالتے تھے کھانے کے لیے تو فرشتے انکو کوڑے مارتے تھے اور جب وہ بھوک سے تڑپ اٹھتے تھے تو مجبور ہو کر وہ سڑا ہوا بدبودار مردار گوشت کھاتے تھے تو میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنکے پاس حلال بیویاں تھیں مگر حرام میں منہ مارتے تھے۔

پھر فرمایا میں نے ایک تنور دیکھا جس میں آگ کے شعلے تھے جب شعلہ بھڑک اٹھتا تھا تو ننگے مرد اور عورتیں اوپر آجاتے تھے اور جب وہ شعلہ ٹھنڈا ہوتا تھا تو وہ ننگے مرد اور عورتیں تنور کے پیٹ میں چلے جاتے تھے تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں۔ اب دیکھو وقتی طور پر اس حرام کام میں لذت ہے لیکن انجام کار بہت خطرناک ہے۔

فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ سڑے ہوئے بدبودار گرم خون سے ایک نہر بھری ہوئی تھی اور درمیان میں ایک آدمی کھڑا تھا وہ کوشش کرتا تھا کہ اس سڑے ہوئے بدبودار خون سے نکل جائے لیکن جب وہ کنارے پر پہنچتا تھا تو فرشتہ اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا پھر

لوٹا تا تھا پھر وہ نکلتا تھا پھر مار کر لوٹا تا تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا یہ غیبت کرنے والے چغل خوری کرنے والے، الزام تراشی کرنے والے لوگ ہیں۔ان چیزوں میں بظاہر لذت ہے مگر انکا انجام بڑا خطرناک ہے۔

ان نعمتوں کی مثال اس مٹھائی کی ہے جسکے اندر زہر ملا ہوا ہو تو بظاہر تو وہ مٹھائی ہے میٹھا بھی ہے لیکن پانچ منٹ بعد کھانے والا تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتا ہے۔ایک یہ نعمتیں ہیں اس نعمت پر اگر کوئی "الحمدللہ" کہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جس نے سود کا مال لیا، انشورنس کا مال لیا اور انعامی بانڈ کا مال لیا، چوری اور ڈاکے اور جوے کا مال لیا اور رشوت کا مال لیا اور اس مال کو نعمت سمجھ کر "الحمدللہ" پڑھا فقہاء فرماتے ہیں کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ جتنے افسر لوگ ہیں سب طلاق یافتہ ہیں کیونکہ یہ رشوت لے کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ڈاکو ڈاکہ ڈال کر فخر محسوس کرتا ہے اور جسے گناہ پر فخر محسوس ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دوسری نعمتیں وہ ہیں کہ وقتی طور پر ان میں مشقت ہے تکلیف ہے اذیت ہے لیکن مستقبل کے لحاظ سے انکا انجام بڑا اچھا ہے۔جیسے رات کی تہجد یہ خدا کی نعمت ہے جس کو اللہ توفیق دے اور یہ بڑا مشکل کام ہے نرم گرم بستر سے اٹھنا ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا اور زمین کے فرش پر آ کر سجدہ ریز ہونا یہ بہت مشکل کام ہے لیکن انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

حدیث میں ہے کہ تہجد گزار کو اللہ فرمائیں گے کہ میری عادت ہے کہ میں دو بار ایک آدمی کو اپنے سامنے کھڑا نہیں ہونے دیتا تم دنیا میں کھڑے ہو چکے تھے آج میدان محشر میں تمھیں کھڑا نہیں ہونے دوں گا بغیر حساب کے جنت میں چلے جاؤ۔کوئی تندرست آدمی بیمار کو ہاتھ سے پکڑے کوئی نوجوان بوڑھے ماں اور باپ کو ہاتھ سے پکڑے کوئی امیر غریب کو ہاتھ سے پکڑ کر اسکا سہارا بنے بظاہر اس میں تو ناک کٹتی ہے کہ امیر ہو اور غریب کے سامنے جھکے اور اسے اٹھائے جوان ہو اور بوڑھے کا سہارا بنے یہ بڑا مشکل کام ہے ناک اس سے کٹتی ہے۔

لیکن حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے سے بوڑھے کا بازو پکڑ کر سڑک پار کروائی

اللہ اسکا بازو پکڑ کر پل صراط عبور کرائے گا۔ یہ نعمتیں ہیں جو وقتی طور پر تکلیف دہ ہیں اس میں اذیت ہے انسان تہجد پڑھنے کو بوجھ محسوس کرتا ہے ٹھنڈے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کو بوجھ محسوس کرتا ہے لیکن انجام کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔

ان نعمتوں کی مثال وہ کڑوی دوا ہے جو ڈاکٹر بیمار کو دیتا ہے تو کڑوی دوا پینے میں وقتی تکلیف ہوتی ہے لیکن انجام کے لحاظ سے بہت مفید ہے صحت کا سبب اور ذریعہ ہے۔

تو نیکی اور کڑوی دوا پینے میں مشقت ہوتی ہے بیمار کو تکلیف ہوتی ہے لیکن انجام کے لحاظ سے وہ کڑوی دوا مفید ہے تو یہ نیکیاں تمام کڑوی ہیں انسان بوجھ محسوس کرتا ہے لیکن جو یہاں بوجھ برداشت کرے گا آخرت کے بوجھ سے محفوظ ہوگا۔

جیسے دو مسافر ہیں ایک مسافر نے بستر کندھے پر اٹھایا اور دوسرا کہتا ہے مجھ سے یہ بوجھ نہیں اٹھایا جاتا اب آنے والی رات کو پتہ چلے گا جس نے بستر کو کندھے پر اٹھایا اب رات کے وقت بستر اس کو اپنی گود میں لے کر سلائے گا اور جو کہتا ہے کہ بستر کا بوجھ مجھ سے نہیں اٹھایا جاتا وہ رات زمین کے فرش پر بیٹھے گا سردی سے سو نہیں سکے گا۔ یہ سمجھ لے کہ یہ عمل بستر ہے قبر تک ہم اس کو اٹھائیں گے اور اس کے بعد یہ عمل ہمیں آرام دلائے گا۔

اعمال اس لیے بھی قابل قدر ہیں کہ نماز میں تو ہم مٹھاس محسوس نہیں کرتے لیکن یہ ایک میٹھی جنت کا ذریعہ ہے تلاوت میں تو ہمیں لذت محسوس نہیں ہوتی لیکن یہ عمدہ لباس کا عمدہ مکان کا اور حوروں کا ذریعہ ہے۔ جس طرح سونا نہ تو کھانے کے قابل ہے نہ پینے کے قابل ہے لیکن پھر بھی ہم سونے کی قدر کرتے ہیں کیونکہ یہ کھانے کا ذریعہ ہے سونا سے کھانا خریدو کپڑا خریدو مکان خریدو تو جس طرح سونا مقصود نہیں ہے مقصود کا ذریعہ ہے تو ہمیں اس سے عقیدت ہے اسی طرح اعمال اگرچہ مقصود نہیں ہیں لیکن مقصود کا ذریعہ ہیں اس لیے ہم نیک اعمال نعمت سمجھ کر کریں کیونکہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ انہی اعمال کے لیے صحابہ کرامؓ، اولیاء، اور اہل علم بڑی محنت کیا کرتے تھے۔

اب تو بادشاہ اور امیر بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ غریب کو دیکھ کر منہ بند کرتے ہیں کہ ظاہر ہو کہ میں کچھ کھا تا نہیں تھا تا کہ یہ میرے ساتھ بیٹھ کر کچھ کھانے نہ لگ جائے۔

غیاث الدینؒ وقت کا بادشاہ ہے مگر اس نے اپنے گھر میں ایک ہزار عورتوں کو کھانا پکانے کے لیے رکھا تھا اور وہ ایک ہزار پوری کی پوری حافظ قرآن تھیں اور کہتے تھے کہ تم دن بھر روٹی پکاؤ اور پولیس ٹوکرے بھر بھر کر بیواؤں کے گھر میں یتیموں کے گھر میں پہنچا دے۔ اور اپنا رویہ یہ تھا کہ جب سوتے تھے اٹھتے تھے بیٹھتے تھے کھڑے ہوتے تھے کام کرتے تھے تو کفن ساتھ رکھتے تھے کہ یہ کفن میرا گواہ میرے ساتھ قبر میں جائے گا تا کہ فرشتوں کے سامنے گواہی دے دے کہ میں نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ اس لیے نیک اعمال ہی جنت میں جانے کا ذریعہ ہیں۔

حضرت عمرؓ نیکی کے اتنے شوقین تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کو کہنے لگے ابوبکرؓ میں اپنی زندگی بھر کی نمازیں، روزے، حج، زکوۃ، جہاد اور عمرے آپکو دے دیتا ہوں آپ مجھے ایک رات کا ثواب دیں جو آپ نے غار ثور میں حضور ﷺ کے ساتھ گزاری تھی اتنے شوقین تھے کہ آپ سودا بازی کرتے تھے میری عمر بھر کے نماز، حج، روزہ، زکوۃ تم لے لو اور اس رات کا ثواب دو جو آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ غار ثور میں گزاری۔ تو ابوبکر صدیقؓ ان سے بھی زیادہ حریص تھے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت سعدؓ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور سعدؓ کی پیشانی پر حضور ﷺ نے منہ لگا کر بوسہ دیا تو فرمایا اگر سعد مجھے وہ بوسہ دینا چاہے تو ابوبکر ساری زندگی کے اعمال دینے کے لیے تیار ہے۔

تو "الحمدللہ" خدا کی نعمت کا تصور کریں اس سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ آج جو خدا کی محبت نہیں ہے اس لیے کہ ہم نے خدائی نعمتوں کا تصور ہی نہیں کیا ہاں اسوقت کرتا ہوں کہ جب میں نابینا ہوں تو کہتا ہوں بینائی بہت بڑی نعمت ہے جب بہرہ ہوں تو کہتا ہوں کہ سماعت بڑی نعمت ہے لیکن نعمت کے ہوتے ہوئے میں نعمت کا تصور نہیں کرتا محبت نہیں ہوتی اگر محبت پیدا ہو تو کبھی محب، محبوب کی چوکھٹ سے ہٹنا گوارا کرتا ہے بالکل نہیں۔ تو ہم خدا کی چوکھٹ سے کیوں ہٹتے ہیں ہم جمعہ کے نمازی ہیں عید کے نمازی ہیں۔ کبھی شب برأت مسجد میں رات گزاری اور بس عجیب عاشق ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا صحابہ کرامؓ پر اتنا غم پڑا کہ حضرت عمرؓ کا دماغ ہل۔۔۔

گیا انہوں نے تلوار نکالی اور کہا جس نے حضورﷺ کے وصال کا کہا میں گردن کاٹ دوں گا۔ حضرت عثمانؓ گونگے ہو گئے۔ حضرت علیؓ پر فالج گرا اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ مرکز محبت تو خدا ہے رسول تو بعد میں ہیں تو منبر پر بیٹھے اور فرمایا:

"من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت" بھئی جو حضورﷺ کے سامنے سجدہ کرتا تھا تو حضورﷺ تو دنیا سے رخصت ہو گئے اب کس کے سامنے سجدہ کرے اور اگر آپ کے سجدے خدا کے سامنے ہیں تو خدا آج بھی زندہ ہے ہمیشہ سے زندہ ہے ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اسی کو محبوب حقیقی بناؤ اور انکی مرضی کے مطابق چلو۔

اب جب خدا محبوب بنے گا تو محبوب کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اور محبوب کا دشمن، دشمن ہوتا ہے اب خدا سے اگر محبت تھی تو خدا کا محبوب کون ہے محمد رسول اللہﷺ اور خدا کا دشمن کون ہے شیطان تو ہم شیطان کو دشمن سمجھتے اور رسول اللہﷺ کو محبوب سمجھتے لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے شیطان کو سینے سے لگاتے ہیں اور حضورﷺ کی سنت کو تیز چھری سے کاٹتے ہیں۔ عجیب محبت ہے۔

اگر اللہ محبوب ہوتا تو محبوب کا پسند محب کا پسند ہوتا اور محبوب کا ناپسند محب کا ناپسند ہوتا اب جب خدا ہمارا محبوب ہے تو نیکیاں انکو پسند ہیں اور ہمیں ناپسند ہیں برائیاں انکو ناپسند ہیں لیکن ہمیں پسند ہیں۔ عجیب محبت ہے۔

اس لیے پہلا مرحلہ ہے تصور نعمت، تصور نعمت کے بعد تصور محبت پھر تصور قرب ہے۔

------☆------

درس نمبر ۲۶

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ"

بات یہ شروع تھی کہ "الحمدللہ" ہمیں خدائی نعمتوں کو یاد دلاتا ہے کہ حمد نعمت کے مقابلے میں ہے تو تم خدائی نعمتوں کا تصور کرو اور نعمت کے تصور سے محبت کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور محبت خدا سے قرب خداوندی کی منزل پر پہنچیں گے اور خدا کے بعد کوئی مقصود اور منزل نہیں ہے۔ تو پہلے تصور ہے خدائی نعمتوں کا اسکا بیان ہو چکا جب خدا کی نعمتوں کا بیان ہم کریں گے تو خدا سے محبت پیدا ہوگی اور خدا سے محبت یہ مسلمان کا امتیازی نشان ہے۔

☆ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جسمانی محبت اور ایک روحانی محبت

جسمانی محبت کھانے کے ساتھ ہے پینے کے ساتھ ہے کپڑے کے ساتھ ہے یہ جسم ہے مکان کے ساتھ ہے یہ جسم ہے بچوں کے ساتھ ہے یہ جسم ہے اس جسمانی اور سفلی محبت سے انسان نہیں بنتا یہ زمینی محبت تو جانوروں میں بھی ہے۔ گائے گھاس سے محبت کرتی ہے پانی کی چاہت اس میں ہے۔ بچے سے پیار کرتی ہے۔ گرمی، سردی سے بچنے کا انتظام چمڑے کے ذریعہ کرتی ہے تو یہ سفلی جسمانی، دنیاوی محبت ہے یہ تو عام جانوروں میں ہے تو اگر یہ مجھ میں آئی تو یہ کوئی انسانیت کا معیار نہیں۔ انسانیت کا معیار آسمانی روحانی محبت ہے کہ ان دیکھی چیزوں کے ساتھ محبت خدا سے محبت ہے فرشتوں سے ہے جنت سے ہے جنتی نعمتوں سے ہے جو دیکھے بغیر ہم ان سے محبت کریں یہ خدائی محبت ہے یہ انسان کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ محبت بیل میں نہیں ہے بھینس میں نہیں ہے۔ جانوروں میں نہیں ہے۔
خدا سے محبت انسان ہی کی خاصیت ہے اس لیے پہلے ہم خدائی نعمتوں کا تصور

کریں اس سے خدائی محبت ہمارے دل میں آ جائے گی اگر خدائی محبت نہیں ہے تو انسانیت سے ہم گئے گزرے ہیں۔

"ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ" کچھ لوگوں نے کھانے کو پینے کو پہننے کو مکان کو اولاد کو محبوب بنایا حالانکہ یہ محبت چاہیے اللہ کے ساتھ۔ اور دوسری آیت میں اللہ نے تنبیہ فرما دی کہ اگر خدا کے ساتھ محبت ساری مخلوق سے زیادہ نہ ہو تو اس گھڑی کا انتظار کرے جسمیں خدا کا عذاب آئے۔

"قل ان کان آباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم ومساکن ترضونھا وتجارۃ تخشون کسادھا احب الیکم من اللہ ورسولہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ" پھر انتظار کرو اس گھڑی کا کہ اس میں خدا کا عذاب آئے تو خدا کی نعمتوں کا تصور اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے دل میں خدا کی محبت آ جائے اس محبت سے ہم انسان بنیں گے ہم مومن بنیں گے۔ "والذین امنوا اشد حبا للہ" اگر ہم نعمتوں کا تصور کریں گے تو خدائی محبت ہمارے دلوں میں آئے گی اور خدائی محبت دنیاوی محبتوں سے اعلیٰ ہے۔

دنیا کی محبت ختم ہونے والی ہے کھانے سے محبت ہے موت پر ختم ہو جائے گی پینے سے محبت موت پر ختم ہو گی بیگم سے محبت ہے موت پر ختم ہو گی کوٹھی سے محبت ہے موت پر ختم ہو گی۔ "ما عندکم ینفذ" لیکن خدا کے ساتھ جو محبت ہے وہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔

"وما عند اللہ باق" تو یہ کتنی نادانی ہے کہ ہم دائمی محبوبوں کو چھوڑ کر وقتی محبوبوں پر مطمئن ہو جائیں۔ اس لیے حمد نے خدائی نعمتوں کا ہمیں سبق دیا اور خدائی نعمتوں نے خدائی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی۔

دنیاوی محبت ایک طرف سے ہوتی ہے مجھے کھانے سے محبت ہے کھانا تو مجھ پر عاشق نہیں ہے مجھے پینے سے محبت ہے پانی تو مجھ پر عاشق نہیں ہے مجھے کوٹھی سے محبت ہے کوٹھی تو مجھ پر عاشق نہیں ہے لیکن خدا سے محبت کا یہ کمال ہے کہ جب ہم خدا سے محبت رکھیں گے تو خدا ہمارے ساتھ محبت رکھے گا۔

"اذکرونی اذکرکم" جس وقت تم مجھے یاد کرتے ہو اسوقت میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔ اس لیے خدائی محبت دائمی ہے دنیاوی محبت فانی ہے دیکھو دنیاوی بادشاہوں کے

ساتھ لوگوں کی بڑی محبت ہوتی ہے اور انکو بادشاہت سے اور تاج اور تختوں سے بڑی محبت ہوتی ہے لیکن وہ محبتیں ختم ہو گئیں آج معلوم نہیں ہے کہ بادشاہوں کی قبریں کہاں ہیں۔وہ درویش فقیر کی طرح قبرستان میں پڑے ہوئے ہیں۔

لیکن جو خدا کے ساتھ محبت ہے وہ ختم نہیں ہوتی صحابہ کرام کب سے دنیا سے جا چکے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کب کے جا چکے اولیاء کرام کب کے جا چکے مگر ان کی محبتیں آج بھی دلوں میں زندہ ہیں اور قائم ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نیکی کرتا ہے تو خدا کو اس سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے کہ مجھے فلاں سے محبت ہے تو جبرائیل علیہ السلام آسمان کے فرشتوں میں آواز لگاتے ہیں کہ خدا کو فلاں سے محبت ہے مجھے بھی محبت ہے تم بھی محبت کرو تو زمین سے بارش لینے رزق لینے اعمال پہنچانے کے لیے جو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں تو آسمانی فرشتے دنیاوی فرشتوں سے کہتے ہیں [illegible] کو بھی محبت ہے جبرائیل علیہ السلام کو بھی آسمانی فرشتوں کو بھی تم بھی محبت رکھو۔اب یہ محبت دائم ہے یہ پھیل جاتی ہے اولیاء کی محبت دنیا سے جانے کے بعد بھی موجود ہے اور قیامت تک رہے گی۔اسکے خلاف جو سپیکروں سے اشتہاروں سے میڈیا کے ذریعہ اپنی تشہیر [illegible] کا کوئی نام لینے والا نہیں، مرنے کے بعد کوئی انکو یاد کرنے [illegible] نہیں ہے۔

اس لیے حمد کس پر ہے خدا کی نعمتوں پر اور جو ہم نعمتوں کا تصور کریں گے اس سے خدا کی محبت پیدا ہوگی اور خدا کی محبت دنیا اور آخرت دونوں میں باعث فلاح اور کامیابی ہے۔آخرت میں بھی خدائی محبت کام آئے گی حدیث مبارک میں ہے کہ آج سورج ہم سے نو کروڑ دس لاکھ میل دور ہے اتنی دور ہونے کے باوجود جون، جولائی کی حرارت، تپش ہم برداشت نہیں کر سکتے لیکن قیامت کے دن یہ بالکل سروں پر آئے گا پھر گرمی کتنی ہوگی۔

"یوم تذهل كل مرضعة عما ارضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكرى وما هم بسكرى ولكن عذاب الله شديد" دودھ پلانے ولی عورت دودھ پلانے سے غافل ہوگی حاملہ عورت بچہ جنے گی لوگ مدہوش ہوں گے نشہ سے نہیں۔"ولكن عذاب الله شديد" عذاب کی سختی کی وجہ سے

اب سورج اتنا قریب ہوگا لوہا پگھلانے والی گرمی ہوگی سایہ دار پودا نہیں ہوگا کہ

اس کے سایہ میں بیٹھیں، چھت نہیں ہوگی کہ اسکے سائے میں بیٹھیں، ایئر کنڈیشن بنگلے اور گاڑیاں نہیں ہوں گی کہ ایئر کنڈیشن میں بیٹھیں وہاں ایک سایہ ہوگا خدا کے عرش کا اور اس عرش کے نیچے سات آدمیوں کو اللہ بٹھائے گا۔

☆ ''امام عادل'' ایک وہ بادشاہ جو خدا سے محبت کرتا ہے اس بنیاد پر خدائی مخلوق میں عدل وانصاف کرتا ہے۔ایک وہ آدمی جو خدا سے محبت رکھتا ہے پھر اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہے خدا تک پہنچنے سے۔

☆ "ففاضت عيناه" کہ اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ جاتے ہیں۔ایک وہ آدمی جو خدا سے محبت کی بنیاد پر

☆ "قلبه معلق بالمسجد" ایک نماز پڑھنے کے بعد نکلتے ہوئے کہتا ہے اگلی بار پھر آؤں گا۔

☆ ایک وہ آدمی جو کسی سے محبت کرتا ہے تو "تحابا في الله اجتمع عليها وتفرقا" گویا کہ وہاں سایہ محبت کی بنیاد پر ملے گا۔

اس لیے الحمد ہم ایسے ہی نہ پڑھیں کہ الحمد یا اللہ تیری نعمتوں کا شکر ہے اب ان نعمتوں کا تصور کریں جسم میں کتنی نعمتیں ہیں یہ زندگی کتنی بڑی نعمت ہے یہ جان کتنی بڑی نعمت ہے یہ عمر کتنی بڑی نعمت ہے اس سے خدا کی محبت دل میں آئے گی محبت ہوگی تو اگلا درجہ قرب خداوندی کا ہے خدا کا قرب مل جائیگا۔

خدائی محبت کا سب سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ مشکلات آسان ہوتی ہیں۔دیکھو آج ہمیں تہجد پڑھنی مشکل ہے اگر خدا کے ساتھ محبت ہوتی تو عاشق معشوق کے سامنے کھڑا ہونے سے نہیں تھکتا آج ہمیں جہاد پر جانا مشکل ہے اگر محبت ہوتی تو عاشق کو معشوق پر جان دینا مشکل ہوتا ہی نہیں۔لیکن آج ہماری زندگی میں جہاد نہیں ہے کیوں حب اللہ نہیں ہے۔

"حب الدنيا وكراهية الموت" یہ جو حضرات صحابہ کرامؓ کے واقعات ہم احادیث میں پڑھتے ہیں تو ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ صحابہ فولاد کے بنے ہوئے تھے لوہے کے بنے ہوئے تھے پتھر کے بنے ہوئے تھے کہ ایسی ایسی مصیبتیں انہوں نے برداشت کیں نہ لوہے سے بنے تھے نہ فولاد سے ہمارے جیسے گوشت پوست سے لیکن وہ

عاشق تھے معشوق کے راستے میں جو تکلیفیں سامنے آتی تھیں پرواہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ کو مالک نے مکے کی تپتی ریت پر لٹایا مکہ کی ریت اور گرم مٹی وہ آگ اور لوہے سے کم نہیں پھر لوہے کی قمیص انکو پہناتے تھے پھر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھتے تھے پھر سریا گرم کر کے انکی پشت کو داغتے تھے قمیص اٹھا کر صحابہؓ کو بتاتے تھے لیکن اس کے باوجود بیہوشی کے بعد جب ہوش میں آتے تھے تو اللہ کا نام اور رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے تھے۔

محبت تھی تو یہ مشقت انکو آسان تھی۔ آج ہم خدا کی راہ میں مشقت برداشت نہیں کر سکتے۔ تسبیح پھیریں گے کیونکہ اسمیں ہاتھ تھکتا نہیں ہے پیسے خرچ نہیں ہوتے وقت اسمیں ضائع نہیں ہوتا غیبت میں یہ رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ تلوار لے کر میدان جنگ میں جائیں یہ ہمارے بس کی بات نہیں معلوم ہوا کہ محبت نہیں ہے۔ اگر محبت ہو تو محبوب کے لیے جان دینی بھی آسان ہے اور محبوب کے بغیر انسان رہ بھی نہیں سکتا۔

آپ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت بلالؓ جو آپ ﷺ کا موذن تھا وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے وہاں حضرت ابوالدرداء ملے فرمایا آپ تو مدینہ کے چراغ تھے آپ وہاں سے نکل آئے تو وہاں اندھیرا ہو گیا ہو گا فرمایا حضرت حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں روشنی نظر ہی نہیں آئی۔ دن میں راستے پر چلتا تھا اور دیوار پر لکیریں مارتا تھا اندھیرا ہی اندھیرا تھا محبوب نظر نہیں آتا تھا۔

اسی کا نام محبت ہے۔ محبت سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ اس لیے خدائی محبت ضروری ہے اور یہ آئے گی نعمتوں کے ادراک سے اور نعمتوں کا سبق دیا حمد نے حمد کے بعد قرب خداوندی کی منزل ہے جو آگے آ رہی ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۲۷

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

" الحمد للہ "

☆ بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ الحمد ہمیں خدائی نعمتوں کی یاد دلاتا ہے کہ خدائی نعمتوں کا شکر کرو اور خدائی نعمتوں کا تصور خدائی محبت کا تصور دیتا ہے ان دو تصوروں کا ذکر ہو چکا نعمت کا تصور اور اس سے پیدا شدہ محبت کا تصور اس سے قرب خدا کی منزل پر پہنچ جائیں گے پہلے خدا کی نعمت کا تصور کریں گے اس سے خدا کی محبت دل میں پیدا ہوگی خدائی محبت سے خدا کا قرب حاصل ہوگا۔

خدا کا قرب تین قسم کا ہے ایک خدا کا علمی قرب ایک خدا کا مکانی قرب ایک خدا کا رضائی قرب علمی قرب یہ ہے کہ اللہ ہمیں پیر سے لے کر سر تک جانتا ہے ہمارے ایک ایک قطرہ خون کو ایک ایک رگ کو ایک ایک پارہ گوشت کو ہر سانس کو ہر نشست و برخاست کو اللہ جانتا ہے۔ اللہ نے فرمایا "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" علم کے لحاظ سے میں تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں اور شہ رگ سے اس لیے قریب ہے کہ یہ دو کاغذ ہیں اور ان دونوں کو میں گوند کے ذریعے ملاتا ہوں تو دونوں کاغذ ایک دوسرے کے قریب ہیں لیکن یہ گوند ہر کاغذ کے ساتھ دوسرے کاغذ سے زیادہ قریب ہے تو سمجھ لو کہ یہ میرا جسم ہے اور یہ میری جان ہے اور درمیانی گوند خدا کا قرب علمی ہے جس طرح کاغذ کی درمیانی سریش کاغذ کے ساتھ لگنے کی وجہ سے زیادہ قریب ہے اسی طرح خدا کا علم جسم کو جان سے زیادہ قریب ہے اور جان کو جسم سے زیادہ قریب ہے۔

اور اللہ نے فرمایا اس علمی قرب کا تو تم اقرار نہیں کرتے ایک وقت آئے گا ماننا پڑے گا موت کے وقت بھائی بیٹھا ہے باپ بیٹھا ہے بچے بیٹھے ہیں رشتہ دار بیٹھے ہیں اللہ

فرماتے ہیں "فلولا اذا بلغت الحلقوم" جب اس کی موت کا وقت آئے تو نہ اولاد میرے ہاتھ کو روک سکتی ہے نہ اس کی اولاد روک سکتی ہے نہ اس کے بچے روک سکتے ہیں نہ رشتے دار روک سکتے ہیں کیونکہ یہ سب باہر ہیں۔

اور میرا ہاتھ اندر ہے "فلولا اذا بلغت الحلقوم" یہ خدا کا علمی قرب ہے۔ یہ ایک قسم ہے کوئی جگہ کوئی وقت ایسا نہیں ہے جہاں خدا کی آنکھ ہمیں نہیں دیکھ رہی۔

ایک پیر تھا اس کے بڑے بڑے مرید تھے وہ سارے پٹھو تھے ایک مرید صحیح معنوں میں مرید تھا وہ جو پٹھو تھے وہ گھور گھور کر اس صحیح آدمی کو دیکھا کرتے تھے کہ پیر اس کی قدر کرتا ہے ہماری قدر نہیں کرتا پیر نے امتحان کے لیے ان سب کو ایک ایک مرغی اور چھری دے دی کہ جاؤ اس کو وہاں ذبح کرو جہاں کوئی آنکھ تمھیں دیکھنے والی نہ ہو تو جو پٹھو تھے وہ دیوار کے پیچھے گئے اور اللہ اکبر کہہ کے ذبح کر دیا کوئی دیکھنے والا نہیں لیکن وہ صحیح مرید تھا وہ شام تک گھوما اور پھر شام مرغی کو زندہ لے کر آیا اس نے کہا کیوں ذبح نہیں کیا اس نے کہا آپ کی شرط تھی کہ وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ ہو تو میں نے بہت تلاش کیا لیکن جہاں گیا وہاں خدا کی آنکھ مجھے دیکھ رہی تھی۔

تو خدا کا قرب تین قسم کا ہے ایک علمی قرب ہے یہ علمی قرب سے ہم انسان نہیں بنتے مسلمان نہیں بنتے اللہ کا علم جیسے مجھ پر ہے ابلیس پر بھی ہے جیسے مجھ پر ہے گدھے پر بھی ہے تو میرے اور گدھے میں کیا فرق ہے اس لیے علمی قرب ہمارے لئے کوئی کمال نہیں ہے۔ ایک ہے قرب مکانی کہ میں جس مکان میں ہوں باپ سے زیادہ مجھے اس مکان میں خدا قریب ہے بچوں سے زیادہ قریب اس مکان میں مجھے خدا ہے دوست سے زیادہ قریب مجھے خدا ہے اللہ نے فرمایا "ما یکون من نجوٰی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم" جہاں تین آدمی بیٹھے ہوں وہاں چوتھا خدا ہے جہاں پانچ آدمی بیٹھے ہوں وہاں چھٹا خدا ہے "ولا اکثر من ذالک" جتنے زیادہ آدمی کسی مجلس میں بیٹھے ہوں تمام ہم نشینوں سے خدا ہر ایک سے زیادہ قریب ہوتا ہے "وھو معکم این ما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو "وھو معکم این ما کنتم" یہ قرب مکانی ہے ہمیں بھی انسان کا کمال نہیں ہے۔

تیسرا قرب جس سے انسان انسان بنتا ہے مسلمان بنتا ہے اور جنتی بنتا ہے وہ

قرب رضائی ہے کہ خدا آپ سے راضی ہو اگر خدا کی رضا نہ ہو تو قرب مکانی کوئی کمال نہیں ہے حاکم نے مجرم کو پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا اب قرب مکانی مجرم اور حاکم میں ہے لیکن حاکم راضی نہیں ہے کہ اس کا بیڑا غرق ہو جائے اس لیے قرب علمی سے بالاتر اور قرب مکانی سے اوپر قرب رضائی ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور یہ رضا سب سے بڑی دولت ہے" ورضوان من اللہ اکبر " تو ہم قرب مکانی کی کوشش نہ کریں ایسا قرب حاصل کریں کہ خدا راضی ہو جائے اور خدا کی رضا بڑی چیز ہے۔"ورضوان من اللہ اکبر" آپ لوگ جنت میں جائیں گے آپکو جنت میں سب کچھ ملے گا"ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون "

لیکن اس کے بعد اللہ پوچھے گا کہ اب اور کوئی ضرورت ہے آپ کہیں گے اب تو کچھ باقی نہیں ہے اللہ فرمائے گا جاؤ اپنے علماء سے پوچھو تو آپ علماء سے پوچھیں گے وہ کہیں گے ابھی خدا کا دیدار باقی ہے آپ خدا سے کہیں گے تو خدا اعلان کرے گا آج میں تم سے راضی ہو چکا ہوں کبھی ناراض نہیں ہونگا اور دیدار سے مشرف ہو جائینگے جوان کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے تندرست بیمار نہیں ہوں گے زندہ رہیں گے مریں گے نہیں جنتی کہیں گے اب دولت حاصل ہوئی کہ جو کچھ ملا ہے دائمی ہے خدا راضی ہوا ناراض نہیں ہوگا "ورضوان من اللہ اکبر"۔

اسی رضامندی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو مجھے راضی کرنے کی کوشش کر کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک گز قریب ہوتا ہوں اور جو ایک گز کے قریب آتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب جاتا ہوں اور مجھے آہستہ چل کر راضی کرتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں" من تقرب الیّ شبرا تقربت الیہ ذراعا ومن تقربّ منی ذراعا تقربت الیہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولا" جیسے آپ کے بچے ہوں وہ ابھی چلنے کے قابل نہیں ہوں آپ انھیں کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے پھر دور بیٹھیں گے ان کو اشارہ کریں گے۔ وہ آپ کی طرف آنے کا ارادہ کرے گا ایک قدم اٹھائے گا گرے گا آپ سے نہیں رہا جاتا آپ دوڑ کر اسے گود میں لے لیں گے اس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولا"

تو خدا کی رضامندی یہ قرب انسان کا مطلوب ہے اس سے انسان انسان بنتا ہے

متقی بنتا ہے بلکہ متقی جنتی بنتا ہے اب ہمارے لیے کمال رضا والا قرب ہے اللہ ہم سے کب راضی ہوگا تو یہ قانون ہے کہ کبوتر کبوتروں میں اڑتا ہے اور کوا کوؤں میں اڑتا ہے پس جو شخص خدا کو پسند ہے وہ ہم بھی پسند کریں جو خدا کو ناپسند ہے وہ ہم ناپسند کریں۔

خدا کو حلال پسند ہے میں حلال کو پسند کروں تو خدا مجھ سے راضی ہو جائے گا اگر خدا کو سود پسند نہیں ہے اگر میں سود کھا رہا ہوں انشورنس پسند نہیں ہے میں انشورنس کا مال کھاؤں بیمہ پسند نہیں ہے اور میں بیمہ کا مال کھاؤں انعامی بانڈ پسند نہیں ہے میں انعامی بانڈ کا کاروبار کروں اللہ کو حلال پسند ہے میں حلال کھاؤں تاکہ زندگی میں خوش رہوں اللہ کو حرام پسند نہیں ہے میں حرام چھوڑ دوں "یاایھا الرسل کلوا من الطیبت وعملو صالحا" اے انبیاء علیہ السلام حلال کھاؤ گے تو نیک عمل کی توفیق دوں گا اور دعا قبول کروں گا اگر تم نے حلال نہ کھایا تمہاری دعا قبول نہ ہوگی آج لاکھوں کے اجتماع دعا مانگتے ہیں یا اللہ بارش برسا تو آیا ہوا بادل بھی چلا جاتا ہے کیونکہ پیٹ میں حرام پڑا ہوا ہے۔

تقویٰ تسبیح کا نام نہیں ہے ایک بھی تسبیح نہ کرے حرام سے بچے حضورؐ نے فرمایا میری امت پر دور آئے گا کہ ایک آدمی تہجد بھی پڑھے گا روزے بھی رکھے گا تسبیحات بھی پھیرے گا لمبی قمیص بھی پہنے گا لمبی داڑھی بھی رکھے گا اور پیشانی میں سجدے کا محراب بھی ہوگا لیکن ہاتھ اٹھائے گا اللہ اس کی ایک دعا بھی قبول نہیں کرے گا صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہؐ اتنی عبادات کے بعد فرمایا " مطعمه حرام و مشربه حرام وملبسه حرام ومسكنه' حرام اس کے کھانے میں ایک لقمہ حلال نہیں ہوگا اس کے کپڑے میں ایک دھاگہ حلال کا نہیں ہوگا اس کے گھر میں ایک اینٹ حلال کی نہیں ہوگی "فانی یستجاب لہ" اس کی دعا کیسے قبول ہو جب کہ قبولیت کے لیے، حلال شرط ہے، حلال کھانا، پہننا اور رہنا شرط ہے۔

اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام روئے زمین کے بادشاہ ہیں ہوا پر سلطنت تھی جنات پر حکومت تھی لیکن خزانے سے تنخواہ نہیں لیتے تھے قمیص بناتے تھے اور اس کو فروخت کرتے تھے اور ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ ہمارے ہندوستان کے افغانی بادشاہ اورنگ زیبؒ برما سے لے کر بخارا تک ان کی حکومت تھی لیکن دفتری کام سے فارغ ہونے کے بعد قرآن اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور وہ بازار میں فروخت کرتے تھے اور اپنی خوش نویسی کے

پیسے لیتے تھے اور رات کو ٹوپیاں بناتے تھے اور بازار میں فروخت کرتے اس سے اپنا گزارہ کرتے تھے جس وقت موت آئی فرمانے لگے قرآن کی خوش نویسی کے پانچ سات درہم باقی ہیں اسے خدا کی راہ میں خیرات کردو اور جو ٹوپیاں میں نے بنائی تھیں ان میں تین سو درہم باقی ہیں اس سے مجھے کفن دے دو اور فرمایا کہ قرآن لکھنے کے لیے جو قلم بناتا تھا تو برادہ بنا تھا اس برادے سے پانی گرم کرنا اور مجھے غسل دینا شاید اس کی وجہ سے میری نجات ہو جائے حلال کی اتنی پابندی کرتے تھے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں دونوں جہانوں کی چابی ہے مگر عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ سے باہر حضور ﷺ کے ساتھ نکل گیا وہاں کھجور کا ایک باغ تھا عربوں میں قانون تھا کہ درختوں سے گری ہوئیں کھجوریں جو کھالے وہ معاف ہے حضورؐ اس باغ میں داخل ہو گئے اور کھجور زمین سے اٹھاتے اور مٹی جھاڑ کر کھاتے مجھے کہا عبداللہؓ تم بھی کھاؤ میں نے کہا یارسول اللہؐ مجھے بھوک نہیں ہے حضورؐ نے کہا مگر میں نے چار دن سے کھانا نہیں کھایا چار دن سے بھوکا ہوں۔

یہ ہے خدا کا قرب رضائی انسان ہر وہ عمل پسند کرے جو خدا کو پسند ہو اور ہر اس عمل کو نا پسند کرے جو خدا کو نا پسند ہو اس سے اللہ راضی ہوگا پھر ہم پڑھیں "الحمدللہ" یااللہ تیرا شکر ہے کہ تو راضی ہو گیا۔

-------☆-------

درس نمبر ۲۸

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ"

انسانی پیدائش انسان کی بقاء اور تربیت کے لیے اللہ نے بڑا لمبا چوڑا نظام قائم فرمایا ہے۔ زمین کو بنایا تا کہ یہ غذا اگائے آسمان کو بنایا تا کہ یہ بارش برسائے سورج کو بنایا تا کہ یہ غذاؤں کو پکائے چاند کو بنایا تا کہ یہ غذاؤں میں اپنا اپنا رنگ بھرے ستاروں کو بنایا تا کہ اللہ تعالیٰ ستاروں کے ذریعہ ہر چیز میں ذائقہ پیدا کرے۔ پھر اس پورے کارخانہ عالم سے اللہ نے غذا بنائی اس غذا سے اللہ نے مادے کا ایک قطرہ بنایا یہ قطرہ کائنات کا نچوڑ ہے وہ قطرہ جب رحم مادر میں پہنچ جاتا ہے تو حدیث میں ہے اللہ چار سو فرشتے اس پر مسلط فرماتے ہیں۔ ایک فرشتے کو حکم ہے کہ اسی قطرہ سے ہاتھ بناؤ دوسرے کو حکم ہے اسی قطرہ سے پاؤں بناؤ تیسرے کو حکم ہے اسی سے گوشت بناؤ چوتھے کو حکم ہے اسی سے رگیں بناؤ پانچویں کو حکم ہے اس سے ہڈیاں بناؤ کسی کو حکم ہے اس سے کان بناؤ کسی کو حکم ہے اس سے ناک بناؤ کسی کو حکم ہے اس سے آنکھ بناؤ۔ یہ خدائی قدرت ہے کہ اس نرم پانی سے آنکھ جیسی نرم چیز بھی بناتا ہے اور ہڈی جیسی سخت چیز بھی بناتا ہے مادہ ایک ہے۔ ہم ریشم سے کپڑا بنا سکتے ہیں۔ دھاگہ بنا سکتے ہیں لیکن تلوار نہیں بنا سکتے یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ لیکن وہ خدا ہے کہ وہ اس نرم قطرہ سے نرم آنکھ بھی بناتا ہے اور پتھر سے سخت ہڈی بھی بناتا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے بڑا لمبا چوڑا نظام قائم فرمایا اس مادہ سے تو انسان کو بنایا اب انسان پلے کس سے تو اللہ نے انسان کے اندر ایک معدہ بنایا وہ معدہ کھانے کو ہضم کرتا ہے جو فضلا ہے اسکو باہر پھینک دیتا ہے اور جو کھانے کا رس ہے وہ رگوں کے ذریعہ جگر میں بھیجتا ہے جگر اس رس کو پکا کر خون بناتا

ہے خون تیار ہونے کے بعد رگوں کے ذریعہ دل میں پہنچتا ہے۔

آپ کسی حیوان کا دال چیریں تو اس سے خون نکلتا ہے۔ اس خون سے ایک بھڑاس لتی ہے بھاپ نکلتی ہے وہ بھڑاس جب آنکھوں میں پہنچتی ہے تو بینائی نصیب ہوتی ہے کان میں پہنچتی ہے تو سننے کی طاقت مل جاتی ہے زبان میں پہنچتی ہے تو بولنے کی طاقت زبان میں آتی ہے۔ ہاتھ میں پہنچتی ہے تو ہاتھ میں پکڑنے کی طاقت آتی ہے پاؤں میں تو چلنے کی طاقت دماغ میں پہنچتی ہے تو سمجھنے کی طاقت نصیب ہوتی ہے۔ یہ تمام اعضاء جو چل رہے ہیں ان کا پٹرول وہ بھڑاس ہے بھڑاس غذاؤں کا وہ رس ہے جو جگر نے پکایا دل میں پہنچا اور اس سے ایک بھڑاس اٹھی اور وہ اعضاء کے لیے زندگی بنی۔

بڑھاپے میں انسان کا معدہ کمزور ہوتا ہے تو رس کم نکلتا ہے سارا فضلا بن کر نکلتا ہے جب رس کم نکلتا ہے تو خون کم بنتا ہے جب خون کم بنتا ہے تو جو گیس ہے وہ دھیمی پڑ جاتی ہے تو آنکھ میں کمزور گیس پہنچتی ہے تو بینائی کمزور ہو جاتی ہے بڑھاپے میں کان میں بھڑاس کم پہنچتی ہے اس وجہ سے اب اونچا سننے لگ جاتا ہے، زبان میں وہ گیس کم پہنچتی ہے اس لیے بوڑھے کی زبان میں بھی تھتھلاپن آجاتا ہے۔ ہاتھ میں گیس کم پہنچتی ہے اس لیے ہاتھوں پر کپکپی ہوتی ہے پاؤں میں کم پہنچتی ہے اس لیے اب گھٹنوں میں درد ہے۔

اس لیے حکماء نے کہا ہے کہ سر میں درد ہے تو درد کا ٹیکا نہ لگاؤ جسم کو بخار ہے پیٹ میں قبض ہے تو قبض کی دوائی نہ دو۔ ام الامراض معدہ ہے معدہ کی اصلاح کرو معدہ ٹھیک ہوگا تو ہضم ہوگا تو بھڑاس بنے گی بھڑاس بنے گی تو تمام اعضاء کو غذا ملے گی آنکھ دیکھے گی زبان بولے گی کان سنیں گے دماغ سمجھے گا۔ اور بوڑھے آدمی کا چونکہ معدہ کمزور ہے۔ اس لیے ہاضمہ کمزور ہوتا ہے جو کچھ کھایا نکل گیا خون کم بنا بھڑاس بہت کم بنی اس لیے بوڑھے آدمی کو غصہ بھی بہت آتا ہے جس طرح انجن میں تیل نہ ہو تو وہ ٹر ٹر کرتا ہے لیکن گاڑی کو نہیں کھینچتا اسی طرح بوڑھے آدمی کو غصہ بھی بہت آتا ہے اس کا سبب بڑھاپا ہے اور بڑھاپے کا سبب معدہ ہے۔

یہ اتنا لمبا چوڑا انتظام اللہ نے فرمایا یہ اس لیے کہ یہ انسان کہیں چل کر پہنچ جائے۔ جیسے ہم لالٹین میں تیل ڈالتے ہیں لالٹین میں شیشہ ڈالتے ہیں اور پھر مانس جلا کر چراغ

روشن کرتے ہیں یہ تیل روشنی کے لیے اندرونی سبب ہے اگر تیل نہ ہوتو روشنی نہیں ہوگی اور یہ جو شیشہ ہے یہ باہر کے دفاع کے لیے کہ ہوا کا جھونکا چراغ کو بجھا نہ دے تو اللہ نے انسان کے اندر خواہش رکھی ہے اور عقل رکھی ہے اور غصہ رکھا ہے۔

خواہش اس لیے رکھی ہے کہ اگر کھانے کی خواہش نہ ہو پینے کی خواہش نہ ہوتو کھائے گا نہیں تو اندر رس نہیں بنے گا تیل نہیں بنے گا بھڑاس نہیں بنے گی تو اللہ نے یہ لالٹین بنائی اور یہ جو خواہش ہے کھانے کی پینے کی پہننے کی یہ اسکے اندر تیل ہے اور یہ عقل جو ہے یہ چراغ ہے اور چراغ جھونکوں سے بجھ بھی جاتا ہے تو اللہ نے انسان میں غصہ رکھا ہے تا کہ اپنا دفاع کر سکے تا کہ آپ کے علم کا چراغ نہ بجھے۔ تو اللہ نے انسان کو لالٹین بنایا خواہشات کا تیل اسمیں بھر دیا غصے کا شیشہ اوپر لگایا اور علم کا چراغ روشن کیا۔ یہ چراغ اس لیے تا کہ صراط مستقیم پر چل کر خدا کا قرب حاصل کرے۔

"الحمد" ہمیں خدائی نعمتوں کا سبق دیتا ہے اور خدائی نعمتیں ہمیں خدائی محبت کا سبق دیتی ہیں اور خدائی محبت ہمیں قرب خدا تک پہنچاتی ہے تو منزل قرب خداوندی ہے ہم کہاں تھیٹر میں پہنچ گئے سینما میں پہنچ گئے جوا خانہ میں پہنچ گئے۔

آج انسان اپنا مقصد بھول چکا ہے لیکن یہ انسان کی اپنی غلطی ہے۔ مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے ایک شاہین (باز) پال رکھا تھا وہ باز اڑ کر بھاگ گیا چلتے چلتے وہ ایک بوڑھی کے گھر میں بیٹھ گیا بوڑھی نے اسکو پکڑ لیا اسکے سامنے جو کی روٹی رکھی وہ تو بادشاہ کا باز تھا گھی کھاتا تھا ستو کھاتا تھا بادام کھاتا تھا جو کی روٹی نہیں کھاتا تھا اس نے سمجھ لیا کہ اسکی چونچ ٹیڑھی ہے اس نے وہ چونچ کاٹ دی۔ پھر اس نے دیکھا کہ اس کے تو ناخن بھی لمبے لمبے ہیں اس زمانے میں لمبے ناخن عیب تھا آجکل تو عورتیں ہرنیوں کی طرح لمبے لمبے ناخن رکھتی ہیں پھر اس کے اوپر پالش بھی لگاتی ہیں وہ پالش مانع عن الطہارت ہے یہ عورت چوبیس گھنٹے جنابت میں رہتی ہے اسکی نماز نہیں ہوتی ساری زندگی نماز سے محروم رہتی ہے۔

اس نے اس کے ناخنوں کو دیکھا کہ یہ بھی لمبے ہیں انکو کاٹ دیا پھر جب اٹھایا تو جسم چھوٹا اور اوپر اتنے بڑے بڑے پر کہنے لگی اُوہ اتنے بڑے بڑے پر قینچی لا کر کاٹ دیئے چونچ بھی کاٹی اور ناخن بھی کاٹے اور پر بھی کاٹے بادشاہ ڈھونڈ تا رہا کہ باز کہاں گیا

ڈھونڈتے ڈھونڈتے بوڑھی کے گھر پہنچا تو اسکا برا حال تھا تو بادشاہ نے شاہین کو کہا کہ مجھے بوڑھی سے گلہ نہیں ہے وہ تو نا قدر ہے مجھے آپ سے گلہ ہے آپ بوڑھی کے گھر کیوں گئے۔

تو ہم چلتے چلتے شیطان کے گھر بیٹھ گئے اس نے ہم سے نماز کے پر کاٹ دیئے، خشوع کے ناخن کاٹ دیئے محبت خدا کی چونچ کاٹ دی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں شیطان سے مجھے گلہ نہیں ہے وہ تو تمہاری دشمن گلہ تو تم سے ہے تم کیوں اس کے گھر جا کر بیٹھے۔

"یا ایھا الانسان انك كادح الى ربك كدحا فملقيه" جس خدا سے تمہاری ابتداء ہوئی تھی اسی خدا پر تمہاری انتہاء تھی انتہاء ابتداء سے کیوں غلط ہوئی۔

دنیا کی ہر چیز گول ہے۔ جمعہ ہے ہفتہ، اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات پھر جمعہ۔

نماز میں قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے، پھر قیام ہے ہر چیز گول ہے۔

زمین سے گندم نکلی آٹا بنا روٹی بنی کھالیا جس زمین سے نکلی پھر اسی زمین میں واپس ہوئی۔

دنیا کی ہر چیز گول ہے تو انسان کا سفر بھی گولائی میں ہے اور خط مستدیر کا قانون ہے کہ جو مبدأ ہے وہی منتہی ہے تو مبدأ ہمارا خدا کی ذات ہے تو منتہی ہمارا شیطان کیوں بنا معلوم ہوا کہ ہم راستہ بھول گئے۔

"یا ایھا الانسان انك كادح الى ربك كدحا فملقيه"

تو "الحمد" ہمیں نعمتیں یاد دلاتا ہے اور نعمتیں محبت پیدا کرتی ہیں اور محبت سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

اس لیے "الحمدللہ"

------☆------

درس نمبر ۲۹

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ربّ العٰلمین"

حمد ہے ایسے اللہ کے لیے "رب العالمین" جو پہنچاتا ہے مخلوق کو اپنے کمال تک آہستہ آہستہ، رب تربیت سے ہے، تربیت کا معنی ایک چیز کو تدریج کے ساتھ یعنی آہستہ آہستہ اپنی حد تک پہنچانا، اور یہ اللہ کا کام ہے۔

تربوز بھی ایک پھل ہے اور آم بھی ایک پھل ہے اب یہ آم کو چھوٹا اور تربوز کو بڑا کس نے بنایا بیج نے نہیں بنایا کیونکہ آم کا بیج بڑا ہے اتنی گٹھلی ہے اور تربوز کا ناخن کے برابر ہے اگر بیج کا کام ہوتا تو تربوز آم کے برابر ہوتا اور آم تربوز کے برابر ہوتا معلوم ہوا اس کو اس مقدار تک پہنچانے والا کوئی اور ہے اسی کا نام ہے "رب العالمین"

یہ ہم نہ کہیں کہ تربوز اپنے بیج کی پیداوار ہے اور آم اپنی گٹھلی کی پیداوار ہے آم کی گٹھلی بڑی ہے اور تربوز کا بیج بالکل چھوٹا ناخن کے برابر ہے معلوم ہوا کہ تربوز کو بیج نے نہیں بنایا اور آم کو چھوٹا گٹھلی نے نہیں بنایا بلکہ بنانے والا اور ہے اسی کا نام ہے "رب العالمین" کہ آم کو آم کی مقدار سے نہیں بڑھنے دیا کیونکہ اگر آم تربوز کے برابر ہو اور اونچے درخت میں ہو اور وہاں کسی شخص پر گر جائے اس کا تو سر ٹوٹ جائے گا معلوم ہوا کہ رب کوئی اور ہے مالٹے کا بوٹا دو گز اونچا ہوتا ہے اور آم کا درخت ۲۰ گز سے بھی اونچا ہوتا ہے یہ مالٹے کو دو گز میں کس نے روکا اور آم کو دس گز تک کس نے بڑھا دیا اگر آپ کہتے ہیں یہ زمین نے بڑھا دیا تو آم کے بوٹے اور مالٹے کے درخت کی خوراک ایک ہے دونوں سادہ مٹی کھاتے ہیں اور زمین کا پانی پی لیتے ہیں پھر تو چاہیے کہ آم کا درخت بھی مالٹے کے

بوٹے کے برابر ہو یا آم کا درخت بھی چھوٹا ہو کر مالٹے کے بوٹے کے برابر ہو جائے، معلوم ہوا کہ آم کے درخت کو ۲۰ گز تک پہنچانا اور مالٹے کے بوٹے کو ۲ گز تک پہنچانا کسی اور کا کام ہے اسی کا نام ہے "رب العالمین"

مچھر بھی مادے سے پیدا ہوا ہے اور وہ بالکل چھوٹا مادہ ہے اور ہاتھی بھی مادے سے پیدا ہوا ہے یہ ہاتھی کو مادے نے نہیں بنایا اور نہ اس کا مادہ زیادہ ہے چاہیے کہ وہ مچھر سے طاقت ور ہوتا اور مچھر کا مادہ کم ہے چاہیے کہ مچھر اس سے کمزور ہوتا لیکن مچھر ہاتھی سے طاقت ور ہے یہ ہوا پر اڑ رہا ہے ہاتھی اڑ سکتا نہیں مچھر ہاتھی کو تنگ کر سکتا ہے کہ کاٹ کاٹ کر اس کا خون پی جائے لیکن ہاتھی کو قدرت نہیں ہے کہ مچھر کا خون پیے معلوم ہوا کہ یہ مچھر کو ہواؤں میں پہنچانے والا اور ہاتھی کو عاجز بنانے والا کوئی اور ہے اسی کا نام ہے "رب العٰلمین"

رب کا معنی ہر چیز کو اپنے کمال تک پہنچانا اور تدریج کے ساتھ پہنچانا اور یہ صرف اللہ کرتا ہے اللہ کے سوا کوئی رب ہونے کے قابل نہیں اقوام متحدہ کی رپورٹ ہے کہ انسانوں کی صرف ایک وقت کی خوراک ۷۵۰۰ ہزار ٹن ہے تو ہفتہ کی خوراک کتنی ہوئی؟ تو پورے ماہ کی خوراک کتنی ہوگی؟ تو دنیا کے اول روز سے قیامت تک کی کتنی خوراک ہوگی؟ اور اس کے علاوہ جو جانور ہیں ان کی خوراک اور سمندروں میں جو جانور ہیں ان کی خوراک یہ اللہ کے سوا کوئی پورا کر سکتا ہے؟ (نہیں کر سکتا) اس لیے فرمایا رب العالمین، وہ پالنے والا ہے مخلوق کو سلیمان علیہ السلام نے ایک بار دیکھا کہ جنات پر میری حکومت ہے ہوا پر میری حکومت ہے میں اپنا تخت ہوا کے دوش پر لے کر جہاں لے جانا چاہتا ہوں وہاں لے جاتا ہوں اپنی طاقت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یا اللہ ایک دن مجھے اجازت دو کہ ساری مخلوق کو کھانا کھلاؤ قرآن نے فرمایا "وقدور راسیات" کہ پہاڑوں کے درمیان میں دیگ رکھتے تھے اور درختوں کے درخت اس کے نیچے جلاتے تھے اور ٹنوں کے ٹن کھانا ایک ایک دیگ میں پکتا تھا تو اس نے اپنی طاقت اور قوت کو دیکھ کر اللہ سے درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ایک وقت کھانا کھلانے کی اجازت دو آپکی مخلوق کو میں کھانا کھلاتا ہوں اللہ نے فرمایا پکانا

شروع کرو چھ ماہ تک کھانا پکواتے رہے اور اسٹاک کرتے رہے اللہ نے فرمایا کہ پہلے خشکی کے جانوروں کو کھانا کھلانا ہے یا دریائی جانوروں کو کہنے لگے دریائی اللہ نے ایک مچھلی بھیجی اور اس نے چھ ماہ کا پکا پکایا ایک لقمہ بنالیا تو جب سلیمان مخلوق کو نہیں کھلا سکے تو آج کا صدر کیا خاک کھلائے گا یہ تو اور بھوکا ماریں گے۔

"رب العالمین" پالنے والا اللہ ہے لیکن انسان کو اعتماد نہیں کہ اللہ مجھے پالے گا حدیث میں ہے سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی پکڑی اور اس کو کہا تمھاری سالانہ خوراک کتنی ہے اس نے کہا گندم کا ایک دانہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے گندم کا دانہ اور چیونٹی لی اور شیشے میں بند کر دی کہنے لگا میں ایک سال کے بعد دیکھوں گا اگر تم نے ایک دانہ ختم نہ کیا مار ڈالوں گا سال کے بعد جب شیشی کا ڈھکنا کھول کے دیکھا تو وہ آدھا دانہ کھا چکی تھی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا تو جھوٹ بولتی ہے خرچہ نصف دانہ ہے اور تو نے کہا ایک دانہ میرا خرچہ ہے اس نے کہا حضرت ایک دانہ کھاتی ہوں لیکن جب میں خدا کی تربیت میں رہتی تھی اس سال میں آپ کی تربیت میں تھی میں نے کہا سلیمان علیہ السلام بھول نہ جائے یہ آدھا دانہ میں نے اگلے سال کے لیے رکھا چیونٹی کو اعتماد تھا خدا پر سلیمان علیہ السلام پر اعتماد نہیں تھا۔

اور ہمیں صدر پر اعتماد ہے خدا پر نہیں ہے پھر بھی کہتے ہیں "رب العٰلمین" اللہ ہے سائنسدان کہتے ہیں پوری دنیا میں جو بجلی بنتی ہے اور خرچ ہوتی ہے پنکھا، راڈ، ایئر کنڈیشن، ٹیلی ویژن، دنیا کی چیزوں میں جو خرچ ہوتی ہے اس کی کل مقدار بہت ہی تھوڑی ہے دنیا کی بجلی جس کی مقدار بہت تھوڑی ہے اس پر کتنا خرچہ آتا ہے کھمبا خریدو تار خریدو، فٹنگ کرو، پنکھا لو، بلب لو، کھربوں روپے اتنی سی بجلی بننے پر خرچ ہوتے ہیں لیکن سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج کی ایک منٹ کی بجلی چار ہزار چار سو اسی ٹن بجلی ہوتی ہے اور آپ کا ایک پیسہ خرچ ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا یہ ہے "رب العالمین" ہم تھوڑی سی بجلی بنانے پر کھربوں روپے خرچ کرتے ہیں پھر بھی ناکام لوڈ شیڈنگ ہے ٹرانسفارمر اڑ گیا کمر توڑ بل ہیں کھربوں روپے خرچ ہوتے ہیں لیکن سورج کی بجلی ایک منٹ میں چار ہزار چار سو اسی ٹن

اور یہ ہمیں مفت میں مل رہی ہے ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا "رب العلمین" واپڈا والے بنے یا اللہ بنا؟ (اللہ بنا) یہ تو ڈاکو ہیں اسی کو کہتے ہیں "رب العٰلمین"

سائنسدان کہتے ہیں جو بارش ہوتی ہے یہ سورج کی حرارت اور تپش سمندر کی سطح پر پڑتی ہے سمندر کا پانی گرم ہو جاتا ہے گرمی کی وجہ سے وہ بھڑاس کی شکل اختیار کرتا ہے وہ بھڑاس اوپر جا کر بادل بن جاتا ہے وہ بادل طبقہ زمہریر یہ میں پہنچ کر ان میں جمود آتا ہے بارش تب ہوتی ہے تو بارش کہاں سے بنی؟ بادل سے، بادل کہاں سے بنے؟ بخارات سے، بخارات کہاں سے بنے؟ سمندر کی سطح سے، سمندر کی سطح بخارات کیوں بنا؟ سورج کی تپش اور حرارت کی وجہ سے، پتا نہیں ہے کہ سورج میں کتنی حرارت ہے سائنسدان کہتے ہیں کہ پاکستان پر اگر ہم دس منٹ بارش برسانا چاہیں تو اس کے لیے ۹۰ کھرب ٹن کوئلہ کی ضرورت ہے کہ ہم ۹۰ کھرب ٹن کوئلہ جلا دیں اور اس کے اوپر پانی رکھیں اور اس کو ابال کر بھڑاس بنا لیں اس بھڑاس سے جو بادل بنے گا جو بادل بارش برسائے گا دس منٹ اس پر ۹۰ کھرب ٹن کوئلہ خرچ ہو گا تو خدا جو دو دو ماہ بارش برساتا ہے اس پر کتنا خرچہ ہو گا اور یہاں نہ کوئلہ خریدنے کی ضرورت ہے نہ آگ جلانے کی ضرورت ہے یہ ہے "رب العٰلمین" کہ اللہ پہنچانے والا ہے مخلوق کو بتدریج آہستہ آہستہ اپنے کمال تک اللہ تعالیٰ پہنچا دیتا ہے۔

جب انسان یہ خیال کرے کہ اللہ مجھے پال رہا ہے ہم پالنا اس کو کہتے ہیں کہ اس نے میرے منہ میں لقمہ دیا اور میں نے کھا لیا نہیں یہ آنکھ کو بھی پال رہا ہے مسلسل اس میں کرنٹ بھیج رہا ہے اگر پیچھے سے بینائی بند ہو جائے یہ مر جائے گا کان میں سماعت بھر رہا ہے پیدائش سے موت تک یہ کان کی تربیت ہے زبان میں بولنے کی طاقت پیدا کر رہا ہے اور زبان ایک گاڑی ہے اور گاڑی کے لیے پٹرول کی ضرورت ہے اللہ نے یہاں پٹرول پمپ بھی لگایا ہے منہ کے اندر لعاب ہے وہ لعاب اس کا کام دیتا ہے شوگر والے کا منہ خشک ہوتا ہے پھر وہ تتلا پن اس کے اندر آ جاتا ہے وہ زبان کی الگ تربیت کرتا ہے کان کی الگ تربیت کرتا ہے آنکھ کی الگ تربیت کرتا ہے معدہ میں ہضم کرنے کی الگ تربیت کرتا ہے دماغ میں سوچنے کی طاقت بھر کر اس کی الگ تربیت کرتا ہے "رب العٰلمین" اسی

کا نام ہے۔

"رب العلمین " معنی ہوا تمام تعریفیں تمام اوقات میں تمام مخلوقات میں اللہ ہی کے لیے ہیں وہ اللہ "رب العلمین " جو ساری مخلوق کو پالنے والا ہے ہم جب بچے ہوتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ماں پال رہی ہے دودھ پلاتی ہے جب ذرا آنکھیں کھل جاتی ہیں باپ کو دیکھتے ہیں دکان پہ جاتا ہے گھر آتا ہے ہم کہتے ہیں باپ پال رہا ہے اور باپ کا یہ خیال ہے کہ مجھے دکان پال رہی ہے حالانکہ دکان باپ کی محتاج ہے اگر باپ اس میں سودا نہ بھرے اور اس کو وقت نہ دے تو دکان چل سکتی ہے؟ جو دکان اپنے چلنے میں آپ کی محتاج ہے وہ آپ کو کہاں پالے گی۔

اس لیے حدیث میں ہے چلنے میں خدا پر اعتماد کرو تو اللہ کاروبار کے بغیر تمھیں پیسہ دے گا اور پیسے کے بغیر تمھیں رزق دے گا اور رزق کے بغیر تمھیں پالے گا حدیث میں ہے کہ کم از کم خدا پر اتنا اعتماد کرو جتنا اعتماد پرندوں کا ہے پرندوں کو باپ کا ورثہ نہیں ملتا کہ کوا مر جائے اور اس کا ورثہ اور مال اس کی اولاد کو مل جائے کوئی باپ کا ورثہ نہیں کوئی ان کی تجارت نہیں ہے کوئی صنعت نہیں ہے کوئی زراعت نہیں ہے کوئی ملازمت نہیں ہے صبح خالی پیٹ اٹھتے ہیں، خدا پر اعتماد ہے شام کو بھرے پیٹ اپنے آشیانوں میں واپس آجاتے ہیں فرمایا کہ اگر انسان کا خدا پر اتنا اعتماد ہوتا تو اللہ کاروبار کے بغیر ان کو پیسہ دیتا اور تنخواہ کے بغیر اللہ ان کو رزق دیتا اور پالنے میں رزق کا بھی محتاج نہیں ہے رزق کے بغیر ان کو پالتا چوزے کو اللہ تعالی انڈے کے اندر پال رہا ہے وہاں نہ سانس کے لیے ہوا ہے نہ پیاس بجھنے کے لیے پانی ہے نہ پیٹ بھرنے کے لیے دانہ ہے۔

"رب العلمین " تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے مخلوق کا۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۰

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

رب کا معنی ہے کہ ہر چیز کو کمال تک پہنچائے لیکن ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ آہستہ آہستہ تدریج کے ساتھ ہر چیز کو کمال تک پہنچا دے مادیات میں بھی اللہ ہر چیز کو کمال تک بتدریج پہنچاتا ہے اور روحانیات میں بھی اللہ ہر چیز کو بتدریج کمال تک پہنچاتا ہے مثلاً گندم کا دانہ ہے ہم اس کو بیج بنا کر زمین میں بوتے ہیں تو اس پر اللہ قادر ہے کہ ادھر ہم نے دانہ ڈالا اور ادھر سے زمین سے بوٹا نکلے اور خوشے نکلیں اور دانے لگ جائیں اللہ کے پاس کن فیکون ہے۔

جس طرح سلمان ؓ فارسی کو اس کے مالک نے کہا تھا کہ آپ کھجور کے پودے لگاؤ اور جب وہ بالغ ہو درخت کامل ہو اور پھل دے دے تو آپ آزاد ہو جائیں گے اور اتنا سونا دے دو مثلاً ایک کلو سونا دو تو جناب نبی کریم ﷺ ساتھ تشریف لے گئے تو سلمان فارسی ؓ پودا پکڑاتے تھے آپ ﷺ زمین میں لگاتے تھے اسی وقت تن آور درخت بن کر اس کو پھل لگ گیا اور ایک کلو سونا جو مالک نے مانگا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا لے آؤ وہ لے آئے آپ ﷺ نے اس میں سے ایک کلو سونا تول کر مالک کو دے دیا لیکن وہ گٹھلی کے برابر سونے میں کمی نہیں آئی اللہ قادر مطلق ہے کہ فوراً کام ہو جاتے ہیں۔

حضرت جابر نے غزوہ خندق میں حضور ﷺ سے کان میں کہا کہ گھر میں جو کی دو روٹیاں ہیں اور دو کلو گوشت ہے آپ تشریف لائیں اور دو صحابہ ساتھ لائیں تا کہ وہ کھالیں حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ۴۰۰ اصحابہ کو جابر نے دعوت دی ہے سب ان کے گھر

آ جائیں اب آپ ﷺ نے ان کی ہانڈی کے ساتھ جنت کا کنکشن لگایا اور چودہ سو صحابہ گوشت کھا کر سیر ہو گئے حضرت جابر فرماتے ہیں "ان بـرمتنا لتغور" اس کے باوجود ہماری ہانڈی بھری ہوئی تھی بس آناً فاناً دو کلو گوشت میں ۲۰۰ من کی برکت پیدا ہو گئی اللہ قادر مطلق ہے کہ جب وہ "کـن" کہے "فـیـکـون" ہو جاتا ہے لیکن اللہ نے فرمایا میری عادت نہیں ہے تم گندم کا دانہ بیج بنا کر بوؤ میں آہستہ آہستہ اس سے ایک کونپل نکالوں گا پھر بتدریج اس کو بوٹا بناؤں گا پھر بتدریج اس کو خوشے لگاؤں گا پھر بتدریج اس میں دانہ بناؤں گا بننے کے بعد اس کو پکاؤں گا یہ ہے رب کہ ہر چیز کو کمال تک پہنچاتا ہے اور تدریج کے ساتھ پہنچاتا ہے۔

اسی طرح یہ نہیں ہے کہ ادھر انسان اپنی بیوی سے ملے اور ادھر ہٹا کٹا بیٹا پیدا ہو جائے اللہ کر سکتا ہے حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے اور ایک سیکنڈ میں پیدا ہوئے لیکن اللہ فرماتے ہیں میری عادت نہیں ہے میں جو چیز کمال تک پہنچاتا ہوں رب ہوں بتدریج پہنچاتا ہوں بتدریج وہ نطفے سے خون بناتا ہے اس خون سے بتدریج گوشت کا لوتھڑا بناتا ہے اس میں رگوں کا جال پھیلا دیتا ہے اس میں ہڈی اور اس میں جان ڈال دیتا ہے نو ماہ کے بعد وہ تیار ہوتا ہے یہ ہے رب کہ ہر چیز کو کمال تک پہنچاتا ہے اور تدریج کے ساتھ پہنچاتا ہے یہ مادیات میں ہے۔ روحانیات میں بھی ایسا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور وہ عالم بن جائے اگرچہ اللہ اس پر قادر ہے عیسیٰؑ پیدا ہوتے ہی اس نے لمبی چوڑی تقریر کی "قال انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا ،والسلام علی یوم ولـدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" پیدا ہوتے ہی اللہ نے اس کو عالم بنایا لیکن یہ ایک معجزہ تھا اللہ کی عادت ہے ربوبیت کہ میں عالم بناؤں گا بتدریج چھوٹی کتابیں پڑھو پھر درمیانی کتابیں پڑھو پھر بڑی کتابیں پڑھو اب عالم بنو اب علم روحانیات میں سے ہے وہ اللہ نے آپ کو تدریج کے ساتھ دے دیا جو دنوں میں بزرگ بنتے ہیں وہ دنوں میں گمراہ بھی بنتے ہیں جو تدریج سے عالم بن جاتا ہے وہ کوہ ہمالیہ ہے پھر وہ مضبوط اور طاقت ور ہوتا ہے جو جلدی میں بنتا ہے وہ جلدی میں ختم ہو جاتا ہے۔

دیکھو آم کا درخت ہے سات سال میں بنتا ہے تو پھر سو سال تک وہ قائم بھی رہتا

ہے اور کدو کا بوٹا ہے وہ ۲۰ دن میں پھل تک پہنچ جاتا ہے لیکن ۱۰ دس دن کے اندر پھر مر بھی جاتا ہے تو علم ایک روحانی چیز ہے اللہ تعالی نے یہ روحانی چیز بھی آپ کو دینی ہے لیکن یک لخت نہیں کہ آپ سوئیں اور اٹھتے وقت کہیں کہ میں عالم ہوں بلکہ تدریج کے ساتھ چھوٹی کتابیں پڑھیں پھر درمیانی پڑھیں پھر بڑی کتابیں پڑھیں اب عالم بن گئے نبوت بھی ایک روحانی چیز ہے اللہ تعالی یہ بھی چالیس سال کے بعد دیتا ہے اللہ قادر ہے کہ نبی کو دنیا میں بھیجتے ہی نبوت دے جیسے عیسی علیہ السلام کو عطا فرمائی لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں میں رب ہوں میں ہر کام تدریج سے کرتا ہوں اور اس تدریج میں بڑا فائدہ بھی ہے۔

دیکھو آپ عمل کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں آپ کو فورا ثواب نہیں دیتا آپ روزہ رکھتے ہیں فورا جنت کے پھل آپ کے سامنے نہیں رکھتا آپ حج کرتے ہیں فورا آپ کو اٹھا کر جنت میں نہیں بھیجتا کہتا ہے پڑھتے جاؤ جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو آخرت آجائے گی تو بتدریج آپ کو ثواب ملے گا یہ اعمال کا ثواب اللہ یک لخت دنیا میں نہیں دیتا آخرت میں دے گا تدریج کے ساتھ اس میں فلسفہ یہ ہے کہ انسان کو اجرت تنخواہ ملتی ہے عمل ختم ہونے کے بعد یہ نہیں ہے کہ مزدور آدھا کام کرے آدھا باقی ہو اور اجرت مانگنا شروع کر دے اجرت تنخواہ ملتی ہے عمل ختم ہونے کے بعد اور آپ کے اعمال دو ہیں نیکی اور بدی آپ کی قیامت تک چلے گی۔

آپ اگر عالم بنے ہیں تو آپ دوسروں کو پڑھائیں اب وہ شاگرد دوسروں کو پڑھائیں گے آپ کو ثواب ملے گا ان کے شاگرد دوسروں کو پڑھائیں گے یہ آپ کے درس و تدریس کے سلسلے کا ثواب کب ختم ہوگا؟ قیامت تک چلے گا تو جب عمل پورا ہو جائے تو آپ کو اللہ اجرت دے گا درمیان میں کیسے دے دے۔

ایک عالم نے تدریس کی اس کی تدریس اس کی موت پر ختم نہیں ہے آگے اس کے شاگرد تدریس کریں گے استاد کو برابر ثواب مل رہا ہے پھر آگے شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے پہلے استاد کو ثواب ملے گا دوسرے کو ملے گا تیسرے کو ملے گا چوتھا شاگرد پڑھائے گا پہلے دوسرے تیسرے استاد کو ثواب ملے گا اب یہ پہلے استاد کا ثواب اور تدریس کا عمل اس کی موت پر ختم ہوا یا قیامت پر ختم ہوا؟ جب ختم ہوگا تو قیامت کے بعد ثواب مل

جائے گا اور یہی حال گناہ کا ہے میں نے ٹی وی لا کر گھر میں رکھ دیا اور ننگی فلمیں بچے دیکھ رہے ہیں تو میری موت پر وہ میرے گناہ ختم نہیں ہوں گے وہ دیکھیں گے اس میں میں برابر کا شریک ہوں گا ان کی اولاد دیکھے گی، ان کی اولاد دیکھے گی قیامت تک یہ فحاشی چلے گی میرے نامہ اعمال میں بھی گناہ لکھا جاتا رہے گا۔

آدمؑ کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو وہ قتل قابیل کی موت پر ختم نہیں ہوا حضورؐ نے فرمایا قیامت تک جتنے ناجائز قتل ہوں گے قابیل کے گلے میں اس کا عذاب پڑے گا اس لیے اللہ نے جزا اور سزا کے عمل کا آناً فاناً فیصلہ نہیں کیا بلکہ تدریج کے ساتھ آہستہ آہستہ کمال تک پہنچایا یہ ہے رب کا معنیٰ "رب العالمین" اور جب اللہ تدریج کا سبق دیتے ہیں تو اگر ہم اس سے مخالفت کریں ہمارا نقصان ہوگا اب اللہ آم کی گٹھلی سے آم کا درخت بناتے ہیں سات سال میں، میں کہتا ہوں میں اس جگہ ابھی ابھی درخت دیکھنا چاہتا ہوں اور کسی کے باغ سے آم کا درخت اکھیڑ کر یہاں لگا تا ہوں تو دوسرے دن اس کو آم لگ جائیں گے یا خشک ہو جائے گا؟ (خشک ہو جائے گا) کیونکہ یہ تدریج کے عمل کے خلاف ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے فرمایا کہ آپ ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ کو آجائیں تو ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو میں آپ کو تورات دوں گا چالیس دن پورے ہو جائیں گے "وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ" اب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب نے بلایا ہے تو میں یکم ذوالقعدہ کو کیوں جاؤں میں ۲۰ شوال کو چلا جاؤں گا دس دن پہلے ہی چلے گئے تو اللہ نے فرمایا کہ آپ کے پہلے آنے سے میں آپ کو پہلے تورات تو نہیں دوں گا البتہ اس کا نقصان یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑا اور وہ گمراہ ہو گئے بچھڑے کی عبادت کرنے لگے اللہ نے کہا انتظار کرو اس لیے تدریجی عمل میں مضبوطی ہے استحکام ہے اللہ نے فرمایا "رب العالمین"

اللہ کی صفات بہت زیادہ ہیں لیکن یہ ربوبیت کی صفت بہت اہم ہے ہم ابھی دنیا میں نہیں تھے بلکہ آسمان بھی نہیں تھا زمین بھی نہیں تھی صرف ہماری ارواح تھیں اللہ نے ہماری ارواح کا اجلاس بلایا اور اس اجلاس کو اللہ نے ایک سبق پڑھایا وہ سبق یہ تھا "الست بربکم" مجھے رب مانو گے یا نہیں تو سب سے پہلا سبق جو ہم نے پڑھا ہے وہ ربوبیت کا

ہے اور جب دنیا میں آئے تو اللہ نے دنیا میں "۱۲۴۰۰۰" کم وبیش انبیاءؑ بھیجے تا کہ یہ سبق ہمیں یاد کرائیں "قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس ربّ اغفرلی ولوالدی، ربنا ظلمنا انفسنا" قرآن بھرا پڑا ہے ربوبیت کے سبق سے تو عالم ارواح میں پہلا سبق ربوبیت کا ہی دیا تھا "الست بربکم قالو ا بلیٰ" اور اب یہاں قرآن نے جو پڑھایا ہے وہ بھی ربوبیت کا سبق ہے "قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس ربّ اغفرلی ولوالدی، ربنا ظلمنا انفسنا ، الحمد للہ رب العٰلمین " تو اس جہان میں بھی ربوبیت کا سبق پڑھا تھا۔ اور اس جہان میں آئے تو ربوبیت کا سبق پڑھا اور سبق پڑھنے کے بعد امتحان لیا جاتا ہے تو اس جہان سے نکل کر جب ہم قبر میں پہنچیں گے تو اسی سبق کا امتحان لیا جائے گا "من ربک" بتاؤ تمھارا رب کون ہے اس لیے انسان دکان کو نہ سمجھے کہ یہ مجھے پال رہی ہے فیکٹری کو نہ سمجھے کہ یہ مجھے پال رہی ہے ہاں یہ عالم اسباب ہے اسباب کی حد تک ہم کسب کریں لیکن اسباب کو رب نہ بناؤ یہ بھی غلط ہے کہ انسان کہے کہ اسباب بے کار ہیں اسباب کو چھوڑ دو بلکہ نہ ان اسباب کو مؤثر نہ مانو اسباب ہم جمع کریں گے نتیجہ اللہ مرتب کرے گا شادی آپ کریں گے بیٹا اللہ بنائے گا "افرأیتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون " بیج ہم بوئیں گے پھل اللہ دے گا "افرأیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون " جو اسباب چھوڑتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی بیج نہیں بوتا اور کہتا ہے کہ یا اللہ گندم اڑا اڑا کر میرے گھر میں بھیج دے وہ بے وقوف ہے جو اسباب ترک کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی تو ایک بھی نہیں کروں گا مگر مجھے چالیس بیٹے دے دے وہ آسمان سے اتارے گا کیا نہیں بلکہ اسباب ہم اختیار کریں گے اور نتیجہ اس پر اللہ مرتب کرے گا۔

اس لیے اللہ نے سورۃ فاتحہ میں اپنی پہلی صفت جو بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ "رب العٰلمین" بتدریج پالنے والا۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۱

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

پالنے والا ہے مخلوق کا اللہ جو مخلوق کو پالتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک عام ہے اور ایک خاص ہے ربوبیت عام یہ ہے کہ ساری مخلوق کو اللہ نے یکساں مراعات دی ہیں جس کا بیان قرآن کریم میں ہے "جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم" یہ ہے ربوبیت عامہ کا بیان اس میں کسی "فرد دون فرد" کی تخصیص نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا میں نے زمین تمہارے لیے بچھونا بنایا فراش کا معنی یہ ہے کہ درمیانی ساخت کی زمین میں نے بنائی نہ تو لوہے کی طرح سخت ہے اور نہ ہوا اور پانی کی طرح نرم ہے اگر لوہے کی طرح سخت ہوتی تو ہم اس پر غذائیں اگانے میں ناکام ہوتے اور اگر پانی اور ہوا کی طرح نرم ہوتی تو اس پر چلنے میں اس پر مکان بنانے میں ہم سو فیصد ناکام ہوتے تو اللہ نے اسے درمیانی ساخت عطا کی کہ اس پر ہل چلا کر غذائیں بھی اگا سکتے ہیں اور سخت اتنی ہے کہ ہم اس پر سر بہ فلک اونچی عمارات بھی بناتے ہیں۔

درمیانی ساخت کا معنی یہ کہ نہ یہ آگ کی طرح گرم ہے کہ اس پر لیٹنا اور بیٹھنا مشکل ہو جاتا اور نہ یہ برف کی طرح ٹھنڈی ہے بس درمیانی ساخت اللہ نے بنائی ہے کہ اس پر لیٹنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا آسان ہے ہمارے بہت سے فرش ہیں، قالین ہے، چٹائی ہے، چپس ہے، ٹائلیں ہیں لیکن یہ ساری زمین کے تابع ہیں زمین ہوگی تو دری بچھائیں گے زمین ہوگی تو ہم اس پر چٹائی بچھائیں گے زمین ہوگی تو ہم اس کے اوپر قالین بچھائیں گے

زمین ہوگی تو اس کے اوپر چپس اور ٹائلیں لگائیں گے یہ زمین کی عام مراعات ہیں اس میں کسی آدمی کی خصوصیت نہیں" جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء "

اور سب کے لیے آسمان کی چھت ہم نے بنائی ہے جس میں تاروں کے قمقمے ہیں وہ تارے سب کے لیے یکساں خدمت گزار ہیں آسمان ضرورت کے مطابق بارش برساتا ہے"وانزل من السماء ماء " یہ ربوبیت عامہ ہے اگر اللہ سال میں ایک بارش برساتا ہے اور کہتا سال بھر کے لیے پانی کا کوٹہ جمع کرو تو وہ پانی سڑتا، بدبودار ہوتا اگر روز روز ضرورت کے مطابق بارش برساتا تو لوگوں کے کام کاج میں رکاوٹ ہوتی تو اللہ نے ایک معقول انتظام فرمایا کہ بارش برساتا ہے کچھ زمین سیراب ہوتی ہے اور کچھ پہاڑوں پر اللہ برف کی صورت میں جماتا اور پھر گرمی میں سورج کے ذریعے اسے پگھلا کر آہستہ آہستہ کچھ دریاؤں کی صورت میں چلاتا ہے اور کچھ زمین کے پائپ لائنوں کے ذریعے آپ جہاں چاہیں نلکا لگائیں اور جہاں چاہیں کنواں نکالیں یہ ربوبیت عامہ ہے۔

"فاخرج بہ من الثمرات رزقالکم" فرمایا دیکھو میں زمین سے کیسے کیسے پھل تمہارے لئے نکالتا ہوں یہ تربوز ہے اس کی جڑ ایک تار کے برابر ہے لیکن اسکی جڑ میں اللہ نے ایسی مشینری لگائی ہے کہ زمین کا سادہ پانی جب اس میں سے گزرتا ہے تو وہ لال بنتا ہے تربوز کا پانی سرخ ہوتا ہے جب وہ گرم پانی یہاں سے گزرتا ہے تو وہ ٹھنڈا بنتا ہے جب پھیکا پانی یہاں سے گزرتا ہے تو وہ میٹھا بن جاتا ہے"فاخرج بہ من الثمرات رزقالکم" یہ ربوبیت عامہ ہے۔

پھر ایک حکیم آپ کو کشتہ دے گا لیکن آپ کو فارمولا نہیں بتائے گا کہ اس میں یہ یہ اجزاء ہیں وہ ڈرتا ہے کہ یہ کہیں دکان نہ کھول لے میری دکان بند ہو جائیگی لیکن اللہ ایسا نہیں ہے اس نے آپ کو تربوز بھی دیا اور فرمایا اگر آپ کو پسند ہے تو میں نے بیج اندر رکھا ہے اگلے سال وہ بیج بودو آپ کو پورا باغ مل جائیگا یہ ہے ربوبیت عامہ" الم نجعل الارض مہادا " کیا میں نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا" والجبال اوتادا" اور جب وہ ہل رہی تھی تو تمہارے پلنے کے لیے میں نے پہاڑوں کے کیل اس پر نہیں لگائے" وجعلنا نومکم سباتا " اور جب تم تھک جاتے تھے تو میں نے ڈاکٹر نہیں بھیجا کہ اس کو ٹیکہ لگاؤ کہ اس کی

تھکاوٹ اتر جائے بغیر علاج بغیر ڈاکٹر کے میں نے نیند آپ پر مسلط کی تو صبح ہشاش بشاش اٹھ جاؤ" وجعلنا اللیل لباسا" مجھے تمہارے مزاج کا پتہ ہے کہ نیند روشنی میں نہیں آتی میں نے رات کو کالا بنا دیا" وجعلنا النہار معاشا" اور مجھے پتہ ہے کو تمہیں رزق کی طلب کے لیے روشنی کی ضرورت ہے تو میں دن کو روشن بنا دیا"وخلقنکم ازواجا" اور چونکہ آپ کی تربیت ملحوظ تھی تو میں نے سب کو مرد نہیں بنایا سب کو عورتیں نہیں بنایا اگر سب مرد ہوتے تو بچے کہاں سے پیدا ہوتے اور اگر سب عورتیں ہوتیں تو بچے کہاں سے بنتے "وبنینا فوقکم سبعا شدادا" اور پھر میں نے سات آسمانوں کی چھت بنائی"وجعلنا سراجا وھاجا" اور میں نے اس میں روشنی کا انتظام کر دیا یہ ربوبیت عامہ ہے۔

اس لیے فرمایا"رب العلمین" مخلوق کا پالنے والا ایک ربوبیت خاصہ ہے کہ فرد فرد کی اللہ تربیت کرتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ تم ایک نطفہ تھے نطفہ کو ہم نے پال پال کر اس سے ہم نے خون بنایا یہ شخصی تربیت ہے اور خون کو پال پال کر اس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا اور گوشت کے لوتھڑے کو پال پال کر اس میں ہڈیوں کے پہاڑ نصب کیے اس میں رگوں کے جال پھیلا دیئے اس میں تمہارے لیے اعضاء بنا دیئے"واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لاتعلمون شیئا" تمہیں کچھ بھی پتہ نہیں تھا"جعل لکم السمع و الا بصار والا فئدۃ" اللہ نے دیکھنے کے لیے آنکھ دی سننے کے لیے کان دیے سمجھنے کے لیے دل ودماغ عطا فرمایا یہ تربیت خاصہ ہے۔

اور اللہ کے ہر دوسری تربیت پہلے سے اعلیٰ ہے ماں کے پیٹ میں پالا وہاں ماں کے خون کے ذریعے ہماری تربیت ہو رہی ہے ناف کے ذریعے خون بچے کو مل رہا تھا اب وہاں سے دائی نے ناف کاٹ لی خدا کے رزق کا وہ دروازہ کاٹ لیا اللہ نے فرمایا جب میں پالتا ہوں دائی کون ہے کہ میرے رزق کا دروازہ بند کر دے تو اللہ نے ماں کی چھاتی میں دو چشمے جاری فرما دیئے یہ تربیت خاصہ ہے۔

اور جب دوڑھائی سال کے بعد ماں باپ بدنیت ہو گئے کہ اب بچے کا دودھ چھڑوا دیں تو اللہ فرماتے ہیں کہ جب دائی نے ایک راستہ بند کیا تو میں نے دو چھاتیوں میں دودھ کے چشمے جاری کیے اور جب ماں باپ نے دو دروازے بند کر دیے تو میں نے رزق

کے چار دروازے کھول دیئے یہ گوشت ہے یہ سبزی ہے یہ دودھ ہے یہ پانی ہے چار دروازے کھول دیئے فرمایا" ملك الموت" آپ پر یہ چار دروازے موت کے وقت بند کرے گا آپ کو قبر میں نہ یہ گوشت ملے گا نہ سبزی ملے گی نہ دودھ ملے گا اور نہ یہاں کا پانی ملے گا لیکن اللہ فرماتے ہیں "ملك الموت" کون ہے جو میرے دروازوں کو بند کرے تم نے یہ چار دروازے بند کیے میں جنت کے آٹھ دروازے کھول دوں گا یعنی ہر منزل پر اللہ ترقی دے رہا ہے۔

ماں کے پیٹ میں تربیت کا ایک ہی دروازہ تھا ناف کے ذریعے خون پہنچا تا تھا دائی نے کاٹا تو اللہ نے ماں کی چھاتی میں دودھ کے دو چشمے جاری فرمائے دو سال کے بعد ماں باپ نے وہ کاٹا تو اللہ نے چار دروازے کھول دیئے گوشت ایک دروازہ ہے، سبزی ایک دروازہ ہے، دودھ ایک دروازہ ہے، پانی ایک دروازہ ہے پھر ہر ایک کی کئی کئی قسمیں ہیں اور اگر ملک الموت یہ چار دروازے بند کر دے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دروزاے کون بند کرسکتا ہے میں موت کے بعد آپ کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دوں گا۔ اب ہم موت کو یاد کرتے ہیں تو ڈرتے ہیں روتے ہیں نیند حرام ہوتی ہے اس لیے کہ ہمیں آخرت کا یقین نہیں ہے جیسے بچے کو ماں کے پیٹ میں کوئی کہے اس پیٹ سے باہر ایک جہان ہے اس کا اتنا اونچا آسمان ہے اتنی وسیع زمین ہے اس میں اتنے بڑے بڑے درخت ہیں اتنے سیب ہیں اتنے دریا ہیں اتنے بڑے بڑے پہاڑ ہیں اس بچے کو یقین نہیں آئے گا لیکن جب آ کر دیکھتا ہے کہ یقین آتا ہے دیکھ لیا تو یقین آیا۔

اسی طرح ہمیں انبیاء علیہم السلام بتاتے ہیں اس دنیا کے بعد ایک اور جہان ہے اس جہان کا آسمان اس سے بھی اونچا ہے اور اس کی زمین اس سے بھی زیادہ وسیع ہے اس کے باغات یہاں سے گنجان ہیں اس کے درخت اس سے بھی زیادہ ہیں وہاں کا پھل یہاں سے بہتر ہے ہمیں یقین نہیں آتا لیکن موت کے بعد اس طرح یقین آئے گا جیسے یہاں پیدائش کے بعد آتا ہے بس یقین کی بات ہے یہ ہے شخصی تربیت ماں کے پیٹ میں اللہ نے پالا خون کے ذریعے اور ماں کی گود میں اللہ نے پالا دودھ کے ذریعے اور دنیا کے پیٹ میں اللہ نے پالا چار غذاؤں کے ذریعے اور مرنے کے بعد اللہ پالے گا جنت کے آٹھ دروازوں

ہے۔

اس لیے حضرت عمرؓ جوش میں آ کر فرماتے تھے کہ مجھے خدا کی سنت معلوم ہے کہ ایک دروازے کے بعد دو کھولتا ہے اور دو کے بعد چار کھولتا ہے اور چار کے بعد آٹھ کھولتا ہے جنت مجھ پر احسان نہ کرے اپنے آٹھوں دروازے بند کر لے تو اللہ میرے لیے سولہ دروازے کھول دے گا یقین کی بات ہوتی ہے یہ معنی ہے "رب العلمین" کا اللہ پالنے والا ہے عالم کا لیکن ہمیں یقین نہیں ہے ہم روتے ہیں کہ کاروبار نہیں ہے کیا کھائیں گے ایک تو یہ لوگ بہت جھوٹ بولتے ہیں سب کچھ ان کے پاس ہوتا ہے یہ اس وقت پتہ چلتا ہے۔ جب ان کی شادیاں ہوں تو دس ڈشیں پکاتے ہیں لائٹیں لگاتے ہیں ناچ گانے کا انتظام کرتے ہیں وہاں پتہ چلتا ہے کہ ان کا کاروبار مندا ہے نہ ان کی جیب میں پیسوں کی کمی ہے یہ رونا ہماری ویسے ہی عادت ہے لیکن دیکھو آپ کا کارخانہ ہے اور اس میں پانی کا تالاب ہے اور اس میں کیڑے ہیں اور ایک کیڑا پریشان ہو جائے اور باقی برادری پوچھے تو وہ کہے کہ مجھے ڈر ہے کہ شام مجھے اس تالاب سے کوئی میل کچیل ملے گی یا نہیں اتنے بڑے کارخانے میں کیڑا پریشان ہے کہ مجھے کھانے کو ملے گا کہ نہیں ملے گا تو اللہ اتنے بڑے کارخانے کو کھلاتا پلاتا ہے تو ہم بھوکے مر سکتے ہیں یہ انسان یقین کرے اگر میری زندگی میں کل کا دن ہے تو کل کا کھانا بھی ہے اور اگر کل کا دن ہی نہیں تو کل کا کھانا کس کام کا۔

اس لیے رزق کے لیے انسان اللہ تعالیٰ پر یقین کرے کہ اگر میری زندگی میں کل کا دن ہے تو کل کا رزق بھی ہوگا اس نے خود فرمایا" ومامن دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا"

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے پوچھا کتنا بڑا آسمان ہے کتنی بڑی زمین ہے کتنے بڑے پہاڑ ہیں اگر یہ سارے بغاوت پر اتر آئیں اور تیری بغاوت کریں تو آپ کیسے کنٹرول کریں گے آسمان کو پکڑیں گے تو زمین بھاگے گی زمین کو کنٹرول کریں گے پہاڑ بھاگیں گے پہاڑ کو پکڑیں گے سمندر بھاگیں گے تو اللہ جل جلالہ نے فرمایا میرے پاس ایسے جانور ہیں جن کا ایک لقمہ سات آسمان بنتے ہیں میں ان کو کہوں گا ان کو نگل لو تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کہاں ہیں فرمایا" فی مرج من مروج " تو فرمایا میری چراگاہوں میں

پھرتے ہیں اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ چراگاہیں کہاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" تمہارے پاس بہت کم علم ہے وہ تمہارے علم سے باہر کی چیز ہے۔

اس لیے رزق دینا اللہ کا کام ہے ہم خدا کا کام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں ہمارا کام تھا نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، تلاوت کر کے خدا کو راضی رکھنا اپنا کام تو کرتے نہیں خدا کا کام ہاتھ میں لیتے ہیں رزق دینا یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ رزق بند کرے تو ہم رزق حاصل کر سکتے ہیں مرنے والے کے رزق پر اللہ سرخ لکیر کھینچتا ہے کہ بس اس کا رزق بند ہے اب رشتہ دار دوائی اس کے منہ میں ڈالتا ہے وہ نکال دیتا ہے وہ دودھ ڈالتا ہے وہ واپس آتا ہے اللہ نہ دینا چاہیے کون دے سکتا ہے اس لیے "رب العٰلمین" ساری مخلوق کا پالنے والا۔

آپ دیکھیں ٹریفک پولیس والا صبح سے شام تک چوک میں کھڑا رہتا ہے اور ناچتا ہے اس کو روکتا ہے اس کو کہتا ہے جاؤ اس کو روکتا ہے اس کو کہتا ہے جا اس کو یقین ہے کہ حکومت نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یکم تاریخ کو تنخواہ ملے گی اس کو اپنی حکومت پر اعتماد ہے وہ ٹھیک صبح ڈیوٹی پر آتا ہے اور شام کو چلا جاتا ہے دوسرے دن پھر صبح آتا ہے شام کو چلا جاتا ہے اس کو یقین ہے کہ حکومت نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے ضرور ملے گا اسی اعتماد پر وہ ڈیوٹی میں کوتاہی نہیں کرتا لیکن اللہ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے "ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" لیکن ہم ڈیوٹی پر نہیں جاتے ہمیں یقین نہیں ہے کہ کھانا ملے گا کہ نہیں۔

قرآن نے فرمایا "رب العٰلمین" وہ ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۲

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العلمین"

پالنے والا ہے مخلوقات کا اللہ پاک تین قسم کی تربیت فرماتا ہے ایک دنیاوی تربیت موت کے بعد قبر میں برزخی تربیت اور قیامت کے بعد اخروی تربیت یعنی اللہ دنیا میں بھی رب ہے قبر میں بھی رب ہے اور قبر سے اٹھنے کے بعد بھی رب ہے

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ابھی نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ ہمارے جسم تھے اس وقت اللہ نے ہمیں سبق ربوبیت کا پڑھایا تھا "الست بربکم" کہ میں تمھارا پالنے والا ہوں اور دنیا میں آنے کے بعد اسی سبق کو یاد کرانے کے لیے اللہ نے کم وبیش "۱۲۴۰۰۰" انبیاء کرام بھیجے آسمان سے کتابیں اتاریں کہ تم نے خدا کے رب ہونے کا جو سبق پڑھا تھا وہ دنیا میں یاد کرواور ہم قرآن میں پڑھتے ہیں" قل اعوذ برب الفلق ،قل اعوذ برب الناس، رب اغفرلی ولوالدی، ربنا ظلمنا انفسنا ،الحمد للہ رب العالمین "اور دنیا میں بھی وہ سبق یاد کرتے ہیں اور سبق پڑھنے کے بعد امتحان لیا جاتا ہے جب ہم قبر میں پہنچیں گے تو ہم سے پوچھا جائے گا "من ربك" کہ خدا کے رب ہونے کا سبق یاد ہے یا نہیں اور جب آپ قبروں سے اٹھ کر جنت میں چلے جائیں گے تو آپ کہیں گے کہ رب نے ہمیں پہنچایا "واخر دعوھم ان الحمد للہ رب العالمین" یہ جنت میں بھی ساتھ ساتھ اس لیے اللہ کے رب ہونے کا یقین رکھنا ضروری ہے۔

رب پالنے والے کو اور بچانے والے کو کہتے ہیں جیسے رب ہمیں پال رہا ہے بچا

بھی رہا ہے یمن میں لوگوں نے ایک مصنوعی دو نمبر کعبہ بنایا اور اعلان ہوا کہ آج کے بعد کوئی یمن کا آدمی عرب میں بیت اللہ کا طواف کرنے نہ جائے یہاں طواف کرو یہ بیت اللہ کی بہت بڑی توہین تھی عرب کے چند آدمی کاروباری سلسلے میں یمن گئے تھے انہوں جب دیکھا کہ ہمارے کعبہ کے مقابلے میں یمن میں یمنیوں نے ایک کعبہ بنایا تو وہ ایک ٹوکرا پاخانے کا کہیں سے تلاش کر کے لائے اور اس کی دیواروں کے اوپر مل دیا کہ تم ہمارے کعبہ کا مقابلہ کرتے ہو اور انہوں نے کعبہ پاخانے سے لت پت کر دیا دوسرے دن جب یمن کے لوگ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ یہ کسی عربی نے ہمارے کعبہ کی توہین کی ہے تو یمن کا گورنر ابرہہ "٦٠٠٠٠" فوج لے کر "٦٠٠٠٠" ہاتھیوں پر بٹھا کر کہ عرب کے لوگوں نے ہمارے کعبے کی توہین کی ہم عرب جا کر مکہ جا کر ان کے کعبہ کو بنیادوں سے اکھیڑ دیں گے تا کہ ہم اپنا بدلہ لیں یہ ساٹھ ہزار فوج پر مشتمل ہاتھیوں کا قافلہ یمن سے چل پڑا حجاز مقدس میں داخل ہوا مزدلفہ پہنچا مزدلفہ اور منی کے درمیان میں ایک جگہ ہے وادی محصر وہاں حاجیوں کا قیام ممنوع ہے، لیکن آج کل کی سعودی حکومت جاہل حکومت ہے وہاں خیمے لگواتی ہے اور وہاں حاجیوں کو ٹھہراتی ہے حالانکہ حدیث میں ہے یہ عذاب کی جگہ ہے وہاں ٹھہرنا منع ہے جب وہ وادی محصر پر پہنچے تو وہاں مکے کے لوگوں کے اونٹ چرتے تھے ابرہہ نے سب سے پہلے ان اونٹوں پر قبضہ کیا جس میں جناب نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بھی "١٠٠" اونٹ تھے عبدالمطلب کو پتہ چلا لاٹھی لے کر مزدلفہ چلے گئے ابرہہ گورنر سے ملاقات کی رسول اللہ ﷺ کا جد امجد نہایت خوبصورت قد آور آدمی تھا ابرہہ انھیں دیکھ کر مرعوب ہوا اور احترام کے لیے آگے بڑھا استقبال کیا اپنے ساتھ قالین پر بٹھایا اور بڑا اکرام کیا اکرام کے بعد عبدالمطلب نے کہا کہ میں آیا ہوں میرے "١٠٠" اونٹ تمھارے پاس ہیں وہ مجھے دے دو ابرہہ نے کہا میں آپ کی شکل وصورت کو دیکھ کر پہلوان جسم کو دیکھ کر میں نے کہا یہ کوئی بڑا آدمی ہے یہ میرے پاس کوئی بڑی سفارش لے کر آیا ہے کہ بیت اللہ کو نہ گراؤ مکے پر حملہ نہ کرو آپ کا اتنا چھوٹا ذہن ہے کہ آپ سو اونٹوں کی سفارش کرتے ہو۔

تو عبدالمطلب نے کہا کہ "انا رب الابل ورب الكعبه هو الله" کہ میں اپنے

اونٹوں کا رب ہوں یعنی محافظ ہوں اور بیت اللہ کا محافظ رب اللہ ہے وہ جانے اور اس کا گھر
تو یہاں عبدالمطلب نے اپنے آپ کو "رب الابـــل" کہا معنی یہ میں اپنے اونٹوں کا محافظ
ہوں اور کعبے کا محافظ کوئی اور ہے وہ جانے اپنے گھر کی حفاظت ابرہہ نے وہ سو اونٹ
عبدالمطلب کو دے دیے اور عبدالمطلب ابھی "۲۰" گز اس سے دور نہیں گئے تھے کہ ابابیل
کی فوج سمندر سے اٹھنے لگی اور ان کی چونچ میں اور دو پنجوں میں مسور کے دانے کے برابر
پتھر تھے اور وہ ہاتھی سوار کے سر پر ایک پتھر پھینکتا تھا اور وہ پتھر سوار کو لگتا اور ہاتھی سے ساتویں
زمین تک وہ جا پہنچتا تھا لیکن ابرہہ کو نہیں مارتے تھے تا کہ یہ اپنی فوج کا حشر دیکھے اب جب
ساری فوج ختم ہو گئی اللہ نے فرمایا "الـم تـر کیف فعل ربك" وہاں بھی اللہ نے اپنا رب
نام لے لیا کہ کعبہ کے رب محافظ نے کس طرح اپنے گھر کو بچایا "الـم تـر کیف فعل ربك
بـاصحـب الفیل، الم یجعل کیدھم فی تضلیل، و ارسل علیھم طیرا ابابیل"
اور جب ساری فوج مر مٹ گئی تو آخیر میں ایک ابابیل آ کر اس نے ابرہہ کے سر پر پتھر مارا
اور اس کو نیست و نابود کر دیا۔

یہاں تمام ماحول میں رب کا استعمال فرمایا "انـا رب الابـل و رب الکعبه ھو
الله" اور اللہ نے بھی فرمایا "الم تر کیف فعل ربك" کہ اللہ کو اپنے گھر کی حفاظت کرنی
آتی ہے اسی کا نام رب العالمین ہے کہ وہ تمہیں پالتا بھی ہے اور بچاتا بھی ہے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ پالنا اس طرح ہے کہ اگر اللہ تعالی گندم کو آم جتنا
درخت بنا دیتا تو پرندے اس درخت پر بیٹھ کر ایک ایک دانہ گندم کا چن لیتے اور کھا لیتے انسان
کے کھانے کی نوبت نہ آتی انسان بھوکا مر جاتا اور اگر گندم کا بوٹا اللہ زمین پر پھیلا دیتا تو گندم کا
خوشہ زمین پر پڑ کر گل سڑ جاتا انسان کو کھانے کی نوبت نہ آتی تو اللہ نے زمین پر پھیلنے نہیں دیا
بوٹے کے ذریعہ اٹھایا اور آم جیسا تن آور درخت نہیں بنایا ایک گندم کے پودے کو اٹھایا کہ اگر
پرندہ بھی بیٹھ کر دانہ کھانا چاہے تو وہ ہل کر اس کو بیٹھنے نہیں دیتا انسان کے لیے محفوظ رکھا۔

دانہ محفوظ ہوا ایسی تربیت آم جیسا درخت ہوتا تو پرندے چن چن کے دانے کھا
جاتے انسان کو کھانے کی نوبت نہ آتی اور اگر زمین پر پھیلا دیتا جیسا کدو کا بوٹا پھیل جاتا ہے

پھر زمین وہ خوشے کھا جاتی پھر انسان بھوکا مر جاتا تو پھر پنجاب پوری دنیا کو پودے نہ دیتا لیکن اللہ نے زمین سے اٹھالیا کہ زمین اس کو نہ کھائے اور اتنا اٹھایا کہ پرندے بھی اگر بیٹھ کر کھانا چاہیں تو وہ بیٹھ نہ سکیں وہ مارتا ہے اس کو بیٹھنے نہیں دیتا انسان کی تربیت ہو یہ بھوکا نہ مرے پھر اس پر غلاف بھوسے کا چڑھایا جب تک گندم کا دانہ اس غلاف میں ہو کوئی کیڑا نہیں لگتا۔

سرکاری گوداموں میں کیڑا لگ جاتا ہے بارش کی وجہ سے گندم سڑ جاتی ہے لیکن جب تک وہ بھوسے کا کور ہے تو گندم کا دانہ محفوظ ہوتا ہے یہ تربیت کون کرتا ہے؟ (اللہ) "رب العٰلمین"

اور پھر تم کو بچاتا بھی ہے رب ہے دیکھو یہاں آگ ہے وہ ٹھنڈی ہوتی ہے یا گرم؟ (گرم) کوئی صاحب کہتا ہے آگ ٹھنڈی ہوتی ہے آگ ہمیشہ گرم ہوتی ہے لیکن ایک آگ ہے جس کو اللہ نے ٹھنڈی بنایا شہری لوگوں کو علم نہیں ہے دیہاتیوں کو پتا ہے شام کو ایک کیڑا ہوا میں اڑتا ہے جس کا نام ہے جگنو اس کی دم کے نیچے لائٹ ہے اس کو اللہ نے ٹھنڈی بنایا کیونکہ اللہ کو پتا ہے کہ یہ انسان کے کپڑے پر بیٹھ جاتا ہے اگر یہ گرم ہو کپڑا جل جائے گا یہ اس کی حفاظت نہیں ہوگی اس لیے اللہ نے اس آگ کو آگ کی گرمی نہیں دی ٹھنڈی بنایا "رب العالمین" فرمایا میں تم کو پالتا بھی ہوں میں تم کو بچاتا بھی ہوں۔

پھر پالتا کیسا ہے؟ اللہ نے غذا کو پال کر پانی کا قطرہ بنایا اور پانی کو پال کر خون کا قطرہ بنایا اور خون کا قطرہ پال کر گوشت کا لوتھڑا بنایا اور گوشت کا لوتھڑا پال کر ایک خوبصورت انسان بنایا اور پھر خوبصورت انسان بنانے کے بعد اللہ نے والدین کے دل میں اتنی محبت ڈالی کہ اگر وہ محبت نہ ہوتی تو وہ بچے کے پاخانے اور پیشاب کو دیکھ کر اس بچے کو پھینک دیتے لیکن اس کے پاخانے کو دھو کر چھاتی سے لگا لیتے ہیں یہ اللہ تربیت کرتا ہے پھر بچے کو دودھ کی ضرورت ہے اور ہر ماں باپ تو مال دار ہیں نہیں کہ وہ بازار جا کر بچے کے لیے دودھ خریدیں تو غریبوں کے بچے مرنے کا خطرہ تھا تو اللہ نے یہاں دو چشمے جاری فرما دیے تاکہ غریب ماں باپ کو بچے کھلانے پلانے میں تکلیف نہ ہو یہ ہے "رب العٰلمین"

پھر دودھ زیادہ گرم ہو تو منہ میں چھالے پڑ جاتے ہیں اور ٹھنڈا ہو تو پیٹ میں مروڑ

پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ نے اس دودھ کو درمیانی شدت دی نہ زیادہ گرم کہ بچے کا منہ نہ جل جائے اور نہ زیادہ ٹھنڈا کہ اس کے پیٹ میں درد ہو پھر وہ دودھ کو دور نہیں رکھا بچے کے پاؤں نہیں ہیں کہاں جائے گا قریب ہی جس گود میں ہے اس گود ہی میں چھاتی لٹک رہی ہے جب چاہے وہ پیے پھر اس کی زبان نہیں ہے ماں کو کیسے کہے مجھے بھوک ہے اس کو رونے کا ہنر بتا دیا کہ آپ روئے تو ماں کو پتہ چل جائے گا اور اگر وہ سوئی ہوئی بھی ہو جاگ اٹھے گی آپ کو دودھ پلائے گی پھر بچے کو دانت نہیں دیے کیونکہ وہ صرف بچے کو نہیں پالتا اس کی ماں کا بھی رب ہے اگر بچے کے منہ میں دانت ہوتے تو اس کی چھاتی کو کاٹ دیتا ماں کو تکلیف ہوتی دانت نکال لیے تاکہ ماں کو بھی تکلیف نہ ہو یہ ہے "رب العٰلمین"

"الحمدللہ رب العٰلمین" اس لیے اگر انسان خدا کی تربیت پر غور کرے تو پھر کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا خدا کی عبادت میں کوتاہی نہیں کرے گا یہ جو ہم مست ہاتھی کی طرح شراب کو بھی نہیں چھوڑتے زنا کو بھی نہیں چھوڑتے غیبتیں بھی کرتے ہیں جوا بھی کھیلتے ہیں فلم دیکھ دیکھ کر ہمارا پیٹ نہیں بھرتا ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ہمیں کون پال رہا ہے۔

اس لیے حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جب میں بد عملی کرتا ہوں بد عملی میں بھی اللہ میری تربیت کرتا ہے میں نامحرم عورت کو دیکھتا ہوں یہ بد عملی ہے اللہ اس وقت میری آنکھیں ٹھپ کر سکتا ہے کہ بینائی چھین لے لیکن نہیں کرتا اس وقت بھی آنکھ کو پال رہا ہے جس وقت میں گانا سن رہا ہوتا ہوں اللہ قادر ہے کہ سماعت کی قوت سلب کر کے کانوں کو بہرہ بنا دے لیکن بہرہ نہیں بناتا کانوں کی تربیت کر رہا ہے جب میں زبان سے بری بات نکالتا ہوں تو اللہ قادر مطلق ہے کہ زبان کو گونگا کرے لیکن نہیں کرتا زبان کو قوت گویائی بھی دے رہا ہے اور منہ میں پٹرول بھی پیدا کر رہا ہے تاکہ لعاب پیدا ہو زبان نرم ہو اور یہ چلتی رہے

یہ ہے "رب العٰلمین" اللہ پالنے والا ہے مخلوقات کا۔

------☆------

درس نمبر ۳۳

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ربّ العٰلمین"

پالنے والا ہے ساری مخلوقات کا، اللہ پاک تین قسم کی تربیت فرماتا ہے ایک جسم کی تربیت یہ دنیا کی حد تک ہے، اور ایک روح کی تربیت قبر کے لیے اور ایک روح کی تربیت آخرت کے لیے

جسمانی تربیت کے لیے اللہ نے ہمیں تجارت کا راستہ بتایا تجارت کا معنی ہے کہ اپنے پاس موجود مال کو خرچ کرو اس توقع پر کہ اس سے زیادہ حاصل ہو جائے گا اس کو کہتے ہیں تجارت کہ موجودہ سرمایہ کو خرچ کرو اس امید پر کہ اس سرمایہ سے مجھے زیادہ حاصل ہوگا ایک آدمی کے پاس ہزار روپے ہیں وہ ہزار روپے خرچ کر کے سودا لیتا ہے تا کہ اس سے مجھے ڈیڑھ ہزار ملے ایک مزدور ہے وہ اپنی موجودہ جسمانی قوت کو خرچ کرتا ہے اپنے موجودہ وقت کو خرچ کرتا ہے تا کہ مجھے اجرت مل جائے ایک صنعت کار ہے وہ اپنی صنعت کو خرچ کرتا ہے اس میں پیسہ کھپاتا ہے تا کہ مجھے اس سے زیادہ مل جائے صدر ہے وہ اپنے وقت کو اپنی ذہنی قوت کو خرچ کرتا ہے تا کہ آئندہ مجھے متوقع تنخواہ مل جائے تو اللہ نے جسم کے پالنے اور تربیت کے لیے ہمیں تجارت کا طریقہ بتایا خواہ تجارت کاروبار ہو یا صنعت ہو یا ملازمت ہو یا زراعت ہو یا کوئی اور محنت مزدوری ہو۔

تجارت کے لیے پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ تاجر موجود ہو اگر تاجر نہ ہو تو تجارت کون چلائے دوسرا یہ کہ سرمایہ ہو اگر سرمایہ نہ ہو تو تجارت نہیں چلے گی تیسرا یہ ہے کہ سودا ملے اگر سودا نہ ہو تو پھر بھی تجارت نہیں چلے گی چوتھی شرط یہ کہ جو سودا کوئی کاروباری لے وہ کچھ

وقفہ سے بیچے تو اس میں پیسے زیادہ ملتے ہیں جیسے مالٹے کے سیزن میں مالٹا ''۱۰'' روپے درجن اور سیزن گزرنے کے بعد'' ۱۰۰'' روپے درجن وقت کا فاصلہ آیا تو مہنگا ہوااور پانچویں شرط یہ ہے کہ مکان کا فاصلہ ہو جس جگہ آپ نے سودا لیا ہے اس جگہ نہ فروخت کرو دوسری جگہ منتقل کرو ذرا مکان کا فاصلہ چھوڑ دو تو اس میں کمائی ہوتی ہے۔

یہاں گندم پیدا ہوتی ہے تو اگر یہاں آپ بیچنا چاہتے ہیں تو ''۷۰۰'' روپے من بیچیں گے اور اگر اس کو منتقل کر کے افغانستان میں بیچیں گے تو ''۱۲۰۰'' روپے ملیں گے فاصلے کی وجہ سے قیمت جو ہے وہ بڑھ گئی افغانستان کا پستہ وہاں ''۱۰۰'' روپے کلو ہے اور یہاں منتقل کر کے پنجاب میں لاؤ تو آپ کو'' ۱۰۰۰'' روپے کلو ملے گا یہ کاروبار کی شرائط ہیں کہ تاجر ہو، سرمایہ ہو، سودا ہو، اور سودا کو وقت کے فاصلے کے ساتھ ذرا دیر کے بعد اس کو بیچ دو تو پیسہ زیادہ ہوگا اور پانچواں یہ ہے کہ مکان کا فاصلہ ذرا کر دو کراچی سے مال خرید دو تو یہاں بیچو یہاں زیادہ پیسہ ملے گا یہاں کپڑا بناؤ کراچی بیچو تو ذرا زیادہ پیسہ ملے گا یہ ہے تجارت تاکہ اس کے ذریعے پیسہ آئے اس سے ہم لباس خریدیں تو پہنیں گے اس سے ہم غذا خریدیں تو کھائیں گے اس سے مکان بنائیں تو رہیں گے تو جسم پلتا ہے کھانے سے پینے سے پہننے سے مکان بنانے سے اور یہ چار چیزیں آتی ہیں پیسے سے اور پیسہ آتا ہے تجارت سے۔

چونکہ جسم ایک چھوٹی چیز ہے اس کی تربیت بھی چھوٹی ہے تو اس کے لیے تجارت بھی چھوٹی ہے تو چھوٹی تجارت کے لیے چھوٹا استاد کافی ہے وہ اللہ نے عقل دے دی کہ بس اپنی عقل سے کاروبار کرو یہ چھوٹا استاد ہے چھوٹی تجارت بتائے گا اس سے چھوٹی تربیت ہو گی چھوٹا جسم پلے گا لیکن ایک روحانی تربیت ہے روح جسم سے بڑی۔ چیز ہے تو اس کی تربیت بھی بڑی ہے تو اس کے لیے تجارت بھی بڑی ہے تو اس کے لیے بڑے استاد کی ضرورت ہے تو روحانی تجارت کے لیے اللہ نے'' ۱۲۴۰۰۰'' انبیاء کو بھیجا کہ تم ان کو تجارت بتاؤ'' ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم'' روح کی تربیت کے لیے جو کاروبار ہے وہ بھی تجارت ہے۔

اور جیسے دنیاوی تجارت کے لیے پانچ شرطیں ہیں تو اسی طرح روحانی تجارت کے

لیے بھی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ تاجر ہو، دوسرا یہ کہ اس کے پاس سرمایہ ہو، تیسرا یہ ہے کہ اس کو سودا ملے، چوتھا یہ ہے کہ وہ سودا کچھ وقت کے فاصلے سے بیچے اور پانچواں یہ ہے کہ وہ سودا کچھ مکان کے فاصلے سے بیچے، تو بھائی تاجر آپ ہیں، اس روحانی تجارت کے لیے جو سرمایہ ہے وہ آپ کی سانسیں ہیں ان سانسوں سے جو آپ سودا لیتے ہیں وہ آپ کا ایمان ہے اور اعمال صالحہ ہیں اور سودا کچھ فاصلے کے بعد بیچنا چاہیے تو آپ کے یہ اعمال یہ آخرت کے میدان میں بکیں گے یہاں نہیں بکیں گے یہاں زیادہ سے زیادہ آپ کو نماز کے بدلے روٹی ملے گی روٹی کھاؤ گے پیٹ میں ڈالو گے پیٹ اتنا سا ہے اتنی سی روٹی ملے گی آج آخرت میں منتقل ہو کر وقت کا فاصلہ پڑے اور نیک اعمال کا سیزن گزرنے کے بعد قیمت بڑھ جائے نیک اعمال کی قیمت سیزن میں اتنی نہیں ہے جتنی سیزن کے بعد ہوتی ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا زمانہ ایمان اور اعمال کے سیزن کا تھا تو وہاں اعمال کی قیمت کم تھی اور اب وہ سیزن گزر چکا ہے اب نیک اعمال کی قیمت زیادہ ہے۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا دلی شوق ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں صحابہ نے کہا ہم آپ کے بھائی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم میرے دوست ہو میرے بھائی وہ افراد ہیں جو میرے دنیا سے جانے کے بعد دنیا میں آئیں گے اور وہ میرے بھائی اس لیے ہیں کہ ان کا ایک نیک آدمی تمہارے پچاس نیکوں کے برابر ہوگا اب دیکھو صحابہ کرام کے پچاس کے برابر اس وقت کا ایک آدمی ہے کیوں؟ صحابہ کرام عمل کرتے تھے اعمال کے سیزن میں وحی اتر رہی تھی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات درمیان موجود تھی بارش برس رہی تھی اعمال پیدا ہو رہے تھے تو وہ اعمال کرتے تھے اعمال کے سیزن میں تو اجرت کم تھی اور ہم سیزن گزرنے کے بعد نیک عمل کرتے ہیں اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے قریب جو میری امت ہے ان میں سے ایک نیک صحابہ کے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا وقت کے فاصلے سے اعمال کی قیمت بڑھ گئی۔

دوسری حدیث میں ہے حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ چونکہ تم اعمال کے سیزن میں ہو تو اگر تم نے دس احکام میں سے نو پر عمل کیا ایک پر نہیں کیا جہنم میں جاؤ گے

اور قیامت کے قریب جو لوگ ہیں وہ ایک حکم پر عمل کریں تو پر نہ کریں وہ جنت میں جائیں گے کیونکہ ان کے ایک حکم پر عمل تمہارے تو حکموں پر عمل کرنے سے زیادہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی کاروبار کے لیے عقل دی تاکہ یہ تجارت کریں دنیا میں اور جسم پلے اور اللہ نے روحانی تجارت کے لیے "۱۲۴۰۰۰" انبیاء کم وبیش بھیجے اور ایک سو چار کتابیں آسمان سے اتاریں تاکہ وہ روحانی تربیت کریں "هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم ،تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله بأموالكم وانفسكم" ایمان کے ساتھ جہاد کرو ٹھیک ہے یا نہیں؟ (ٹھیک ہے) یہ دوسری بات جہاد والی طبیعت کو اچھی نہیں لگتی۔

حضورؐ نے فرمایا حج فرض ہونے کی صورت میں حج ضرور کرو اور جہاد فرض ہونے کی صورت میں جہاد ضرور کرو اور قرآن کا علم حاصل ہونے کے بعد کسی کی کوٹھی، کار، موبائل کو للچائی نگاہ سے مت دیکھو ورنہ موت کے وقت اللہ تم سے ایمان سلب کرے گا جن اعمال کی توہین پر حضور ﷺ نے کفر کی دھمکی دی ہے کہ جس پر حج فرض ہو اور نہ کرے "مات يهوديا او نصرانيا" یہودی یا نصرانی مرے گا، جو جہاد فرض دیکھ کر اپنی زندگی میں نہ کرے "مات يهوديا او نصرانيا"

جس کو اللہ قرآن کا علم دے اور اتنی بڑی دولت کے باوجود وہ اگر کسی کی کوٹھی کی طرف للچائی نگاہ سے دیکھے گا تو اللہ فرمائے گا تم نے اس دولت کی قدر نہیں کی میں چھین لیتا ہوں اور موت کے وقت وہ کافر ہو جائے گا اس لیے یہ دنیاداروں کی گاڑیوں کو مت دیکھو نہ ان کے بنگلوں کو دیکھو ان کے دلوں کو دیکھو یہ بیچارے بنگلے میں رہ کر بھی پریشان ہیں رنگا رنگ کھانے کھا کر بھی پریشان ہیں عمدہ لباس پہن کر بھی پریشان ہیں اس لیے قلبی سکون کا ذریعہ صرف اور صرف دین ہے۔

ہارون الرشید نے حاکم کو دعوت پر بلایا جب حاکم آیا تو حاکم کہنے لگا "السلام عليكم ايها الفقير" اے مسکین تمہیں سلام ہو اس نے کہا میری تو کشمیر سے بخارا تک حکومت ہے آپ مجھے مسکین کہتے ہیں فرمایا موت کے بعد پتہ چلے گا

یہ کھانے انسان کو اندھا کر دیتے ہیں یہ انسان کو انسان نہیں بناتے بہلول کو

ہارون الرشید نے کہا تو بڑا بے وقوف ہے میرا مشیر بنو درباری بنو وزیر بنو یہ مرغے کھاؤ یہ بھنا ہوا گوشت یہ آپ کو کھانے کے لیے ملے گا اس نے فوراً آئینہ جیب سے نکالا اور اس کا کھانا اس پر ملا تو وہ آئینہ اندھا ہو گیا فرمایا ہارون تیرا دل ایسا اندھا ہے جیسے ان کھانوں نے آئینہ کو اندھا کیا اور پھر جیب سے جو کی سوکھی روٹی نکالی پھر آئینہ پر ملی وہ چمکنے لگا فرمایا میرا دل ایسا چمکتا ہے جیسا یہ آئینہ چمکتا ہے۔

بہر حال جسمانی تربیت کے لیے اللہ نے چھوٹی تجارت دنیا کو بتائی اور چونکہ تجارت چھوٹی تھی اس لیے اس کے لیے استاد بھی چھوٹا مقرر کیا وہ ہے عقل یہ بہت چھوٹا استاد ہے بیماری میں یہ مرجاتی ہے یہ عقل بڑھاپے میں بھی مرجاتی ہے غصہ میں بھی مرجاتی ہے جوش میں یہ مرجاتی ہے نشے میں یہ مرجاتی ہے نیند میں تو بالکل ختم کیونکہ تجارت چھوٹی تھی اس لیے استاد بھی بہت چھوٹا تھا اور روحانی تجارت کیونکہ بہت بڑی ہے تو اللہ نے اس کے لیے بڑے بڑے استاد بھیجے "۱۲۴۰۰۰" انبیاء کم وبیش اور "۱۰۴" آسمانی کتابیں۔

روحانی تجارت یہ سمجھو کہ یہ دنیا ایک منڈی ہے اس میں کھرے سودے بھی ہیں وہ نیک اعمال ہیں اور اس میں کھوٹے سودے بھی ہیں وہ گناہ ہیں اللہ نے انبیاءؑ کو بھیجا کہ دیکھو جب کاروباری لوگ دنیاوی سودا خریدتے ہیں تو دیکھتا ہے جو کھوٹا سودا ہے اس کو نہیں خریدتے اور جو کھرا ہو اس کو خریدتے ہیں تو فرمایا کہ آخرت کی منڈی میں بھی یہ بداعمال کھوٹے سودے ہیں خدارا وقت دے کر یہ مت لو لیکن اب تو ہم وقت بھی دیتے ہیں مال بھی دیتے ہیں ٹی وی خرید رہے ہیں رنگین ٹی وی خرید رہے ہیں انبیاءؑ اس منڈی میں کود پڑے اور انھوں نے کہا خدارا یہ سودے کھوٹے ہیں ان کا تمھیں کچھ بھی نہیں ملے گا ان کو اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاؤ اگر سودا خریدنا ہے عمدہ سودا خریدو اور عمدہ سودا ایمان ہے قرآن ہے خدا کی اطاعت ہے اللہ رسول کی محبت ہے خدا کا خوف ہے یہ ساری تربیت اللہ کرتا ہے اس لیے فرمایا "رب العٰلمین"

سب کی تربیت کرنے والا سب کو پالنے والا۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۴

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العلمین"

پالنے والا ہے تمام مخلوقات کا۔ پلنے پالنے کے لیے بہت سے قوانین ہیں یورپ نے معیشت کے پھلنے پھولنے کے لیے نظام بنایا ہے "سرمایہ دارانہ نظام" مشرق نے تحکن روس نے پھلنے پھولنے کے لیے پرورش کے لیے نظام بنایا ہے "اشتراکی نظام" اور اللہ نے پالنے کے لیے پھلنے پھولنے کے لیے قانون بنایا ہے "اسلام"

مغرب کے نظام سے اور مشرق کے نظام سے خدا کا نظام درست ہے یورپ کا نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے سرمایہ دارانہ نظام میں بہت قباحتیں ہیں سرمایہ دارانہ نظام نے بینک بھیجا ہے معاشرے میں بینک پبلک کو کہتا ہے کہ ہم سے قرضہ لو کاروبار کرو پھر قرضہ لو گھر بناؤ پھر قرضہ لو فرنیچر لو پھر قرضہ لو ایک گاڑی خرید دیہ یورپ کے سرمایہ داروں نے بینک کا نظام قائم کیا اس بینک کے ذریعہ جو سرمایہ دار تھے وہ مزید سرمایہ دار بن گئے اور غریب تھے وہ غریب تر ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کے دل میں امیر کا بغض، حسد، کینہ، عداوت پڑ گئی اور غریب نے امیر سے عداوت کی اور امیر نے غریب کا خون پسینہ چوسا اس وقت ہماری غریب قوم کام کر رہی ہے اور ہمارے خون پسینہ سے یورپ والے کھیل رہے ہیں آج عیاشی کر رہے ہیں اب ایک آدمی نے بینک سے چار قرضے لیے تو مہینے کے بعد وہ چار قسطیں ادا کرے گا وہ پاگل ہو گا یا نہیں چنانچہ قوم اور ملک دیوالیہ ہوں گے یا نہیں؟

ہمارے ملک میں بینک کا نظام ہے وہ ہم سے سود وصول کر رہا ہے اور اب جب لوگ ننگے بھوکے ہو گئے ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہو گئے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں تو یہاں لوگوں نے بینر لگائے کہ پنجاب خوشحال پنجابی بے چاروں کو ذہنی ٹینشن کی وجہ سے نیند نہیں آتی

حکمران کہتے ہیں ہم نے قوم کو خوشحال بنا رکھا ہے اگر تم نے قوم کو خوشحال رکھا تو قوم کی یہ خاصیت ہے کہ جو اس پر احسان کرے اس سے محبت کرتی ہے آپ نے قوم کو خوشحال رکھا پھر تو قوم کو آپ سے محبت ہو گی اور جب محبت ہو گی اور آپ ذرا اسلام آباد سے باہر تو تشریف لائیں کہ لوگ آپ کے کپڑے اتارتے ہیں یا نہیں آپ کے حکمران اسلام آباد تک اکیلے نہیں آ سکتے اگر تم نے قوم کو خوشحال رکھا ہوتا تو ڈرتے کیوں ہو صدر اور وزیر اعظم تو دور کی بات ہے ہمارا ناظم بغیر گن مین کے باہر نہیں نکلتا کیونکہ گلی کے پیسے وہ کھا جاتا ہے گٹر کے پیسے وہ کھا جاتا ہے تو پھر آگے پیچھے کلاشنکوف کے سائے میں زندگی گزارتے ہیں کہتے ہیں خوشحال قوم۔

حضرت عمرؓ کی حکومت ۲۲ لاکھ مربع میل پر اس نے قوم کو خوشحال رکھا تھا ایک مرتبہ شام کے سرکاری دورے پر تشریف لے گئے تو لوگ بازار میں انگور قیمتاً خرید رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا یہ انگور کس ملک کی پیداوار ہے انہوں نے کہا ملک شام کی پیداوار ہے حضرت عمر نے فرمایا اپنے ملک کی پیداوار تم قیمتاً خرید رہے ہو اگلے سال اگر گھر گھر پیٹ بھر مفت انگور نہ پہنچا تو عمر امیر المومنین نہیں رہے گا اگلے سال خزانے سے پیسے نکالے مالکان سے باغات خریدے گئے پولیس کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ ہر شام کو ایک کریٹ انگور ہر گھر میں پہنچاؤ اس نے قوم کو خوشحال رکھا تھا تو ان کے پیچھے ایک بھی گن مین نہیں تھا

ایک مرتبہ ایران سے وفد آیا ملنے کے لیے لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین جنگل میں گئے ہیں بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو چکا ہے اس کو ڈھونڈنے کے لیے وہ سفیر بھی جنگل میں گیا اس وفد نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ایک کیکر کے درخت کے نیچے سو رہے ہیں اور اس اونٹ کی رسی اپنے پاؤں سے باندھ رکھی ہے کہ اگر یہ بھاگ جائے تو مجھے کھینچے گا میں اٹھوں گا اس کو سنبھالوں گا سفیر نے کھڑے ہو کر کہا کہ "عدلت وامنت فنمت" عمر آپ نے عدل کا بچھونا بچھایا امن کی چادر اوڑھی اس لیے آپ میٹھی نیند سو رہے ہیں

اس لیے سرمایہ دارانہ نظام کے اندر امیر کو غریب کا دشمن بنایا جاتا ہے کہ غریب کو بس اتنا دو کہ وہ مرے نہیں باقی اس کے خون پسینے کی کمائی کو لے لو آج یہ مشرق و مغرب مسلمان قوم کے خون پسینہ سے کھیل رہے ہیں اس لیے سرمایہ دارانہ نظام جو تربیت کے لیے پرورش کے لیے بنایا گیا یہ ایک ملعون نظام ہے۔

اس لیے روس اور چائینہ نے اس سرمایہ دارانہ نظام کو مسترد کر دیا تو انہوں نے سوشل ازم کا نظام قائم کیا کہ اس میں لوگ پھلیں گے پھولیں گے خوشحال ہوں گے اس کو اشتراکی نظام کہتے ہیں لیکن یہ بھی ملعون ہے اشتراکی نظام کا معنی یہ ہے کہ تمام لوگ برابر ہیں برابری کا معنی یہ کہ تمام سرکار کے ملازم ہیں ان کو کھانے کے لیے ملے، پینے کے لیے ملے، رہنے لیے ملے، پہننے کے لیے ملے بس باقی وہ کسی چیز کے مالک نہیں یہ نظام انسان کو جانور بناتا ہے جیسے ایک انسان اپنی بھینس کو چراگاہ میں لے جاتا ہے جتنا گھاس کھائے کھاسکتی ہے کھا جاتی ہے اس کے علاوہ وہ ایک تنکے کا مالک نہیں، سوشل ازم بھی ایسا دستور ہے کہ ہر آدمی صبح لے کر شام تک کام کرے سرکار سے ان کو دو وقت کی روٹی مل جائے اور پہننے کے لیے لباس ملے اور رہنے کے لیے چھوٹا سا مکان ملے اس کے علاوہ وہ ایک تنکے کے مالک نہیں یہ نظام میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس نے انسان کو حیوان بنا دیا دوسری خرابی یہ ہے کہ جب تمام لوگ سرکار کے نوکر ہوتے ہیں تو جب انسان بیمار ہے اور بوڑھا ہے تو وہ نوکری تو کر نہیں سکتا تو چائنہ اور روس میں قانون ہے۔ کہ ان کو گولی ماردیں اور ان کو قبرستان بھیج دیں یہ سوشل ازم قوانین ہیں۔

یہ نظام غریب کو امیر کے خلاف ابھارتا ہے کہ امیر کے پاس کارخانہ ہے اور میرے پاس سلائی مشین بھی نہیں امیر کے پاس کوٹھی ہے میرے پاس جھونپڑی بھی نہیں ہے امیر مرغے کھا رہا ہے اور مجھے نان بھی نصیب نہیں ہے تو کارخانوں میں لڑائی مارکیٹوں میں لڑائی بازاروں میں لڑائی سرمایہ دار نے امیر کو غریب کے خلاف ابھارا تو لڑائی ہو گئی اور سوشل ازم نے غریب کو امیر کے خلاف ابھارا اور معاشرہ میں امن اور سکون کا دارومدار محبت پر ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہو آپ کو مجھ سے محبت ہو میں آپ کی ہمدردی کروں آپ میری ہمدردی کریں اس لیے جیسے سرمایہ دارانہ نظام تربیت کے لیے نامکمل ہے تو سوشل ازم کا نظام جو ہے یہ بھی ناکافی ہے یورپ، امریکہ کا نظام سرمایہ دارانہ ہے اور روس اور چائینہ کا نظام اشتراکیت پر مبنی ہے شوشل ازم، کیمونیزم پر مبنی نظام ہے یہ بھی غلط ہے ایک نے سرمایہ دار کو غریب کا دشمن بنایا دوسرے نے غریب کو سرمایہ دار کا دشمن بنایا۔

اللہ "رب العلمین" ہے اس نے مخلوق کے پلنے اور پھولنے کے لیے اسلام کا نظام دیا اسلام بڑا پاکیزہ ہے اس نے غریب کو امیر اور امیر کو غریب کے قریب کر دیا

غریب کو کہا کہ یہ آدمی امیر ہے جب اس کی گاڑی پنکچر ہو جائے آپ سڑک کے کنارے بیٹھو جب اس کو ضرورت لگے آپ اس کا پنکچر لگاؤ تو مجھے اس کا خادم بنایا جب اس کو گاڑی کی ضرورت ہے تو آپ پٹرول پمپ وغیرہ بنالو اور بیٹھ جاؤ جب امیر صاحب آئے تو فوراً اس کی گاڑی میں تیل ڈالو تاکہ امیر کو تکلیف نہ ہو اب دیکھو غریب کو امیر کا دشمن نہیں بنایا غریب کو امیر کا خادم بنادیا جب یہ امیر بیمار ہو جائے تو یہ چارپائی سے نہیں اٹھ رہا غریب کو کہا یا ڈاکٹر بنو یا خادم بنو ڈاکٹر سے لاکر دوائی امیر کو دو

اور جب بندہ مر جائے تو امیر جنازہ نہیں اٹھا سکتا قبر کی کھدائی نہیں کر سکتا غریب کو کہا جاؤ قبرستان میں بیٹھو گورکن بنو اور اس کے لیے قبر بناؤ اب دیکھو غریب کو امیر کا خادم بنا دیا لیکن امیر کو کہہ دیا تم بھی الو نہ بنو سال میں زکوۃ نکال کر غریب کو دو عید میں صدقہ فطر نکال کر غریب کو دو بڑی عید میں قربانی کر کے غریب کو دے دو اپنے غریب رشتہ داروں میں دیکھو بچوں کو عید کے کپڑے پہنچاؤ بیواؤں کی ۔کرو بیماروں کا علاج کرو تو دیکھو امیر کو غریب کا اور غریب کو امیر کا خادم بنادیا وہ جو مساوات ہے وہ غلط ہے۔

اگر ہم ایک درجے کے مساوی ہیں تو آپ کسی کو کہہ سکتے ہیں کہ آؤ میرے بال اتارو امیر کو کون کہہ سکتا ہے اس لیے اللہ نے غریب کو نائی بنایا کہ امیر کے بال اتارو اگر یہ سب امیر ہو جائیں تو ایک امیر دوسرے کو کہہ دے کہ موچی صاحب میرے لیے جوتا بناؤ وہ تھپڑ مارے گا اس لیے غریب کو موچی بنایا کہ امیر کے لیے جوتی بناؤ امیر کا جوتا میلا ہو چکا ہے اس کو پالش کرو کیسا بہترین نظام ہے۔ اس کے بدلہ میں امیر اسے کمتر نہیں بلکہ بھائی سمجھے اور اس کے جذبہ کی قدر کرے اور اس کی عزت کرے ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔

دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم مرد کے شانہ بشانہ ہیں میں کمانڈر ہوں میں محاذ پر لڑ رہا ہوں چلو عورت بھی میرے ساتھ کمانڈر ہو گئی اس کو عین جنگ کے وقت بچہ پیدا ہونے کی شکایت ہو گئی وہ بچہ سنبھالے گی یا دشمن کا مقابلہ کرے گی پاگل ہو گئے ہیں عورتیں کہتی ہیں کہ ہمارے حقوق کی پامالی ہو رہی ہے ہم مردوں کے برابر ہیں اسلام نے جس مقام پر رکھا ہے عورت کی عزت اسی میں ہے مسٹر لوگ کہتے ہیں باپ مر رہا ہے ایک بیٹا ہے ایک بچی ہے تین روپے ہوں تو بیٹے کو اسلام نے دو روپے دیے ہیں اور بچی کو ایک

روپیہ "للذکر مثل حظ الانثیین" تو یہ ناانصافی ہے لیکن اسلام نے انصاف کیا کل یہ بیٹا جب شادی کرے گا تو بیوی کو ایک روپیہ مہر میں دے گا تو اس کے پاس بھی روپیہ ہے بہن کے پاس بھی روپیہ ہے اور کل جب اس بیٹی کا نکاح ہوگا تو یہ خاوند سے ایک روپیہ مہر میں لے گی اب بیٹی کے پاس دوروپے ہو گئے اور بھائی کے پاس ایک روپیہ اور ایک بھی نہیں ہے اس بیچارے کے گھر بیوی آئی کہنے لگی کہ اب جوتا لاؤ اب سوٹ لاؤ اب دوپٹہ لاؤ اب میک اپ کا سامان لاؤ اب سبزی لاؤ اب گوشت لاؤ وہ بیچارہ تو کنگال ہو گیا اور بیٹی کو قرآن نے بتایا کہ یہ آپ کا جیب خرچ نہیں ہے جب تک آپ باپ کے گھر تھیں باپ ذمہ دار تھا خاوند کے گھر آئیں خاوند ذمہ دار ہے۔

اور اگر عورت مرد کے برابر ہونا چاہے تو پھر عقل میں بھی برابر ہو عورت مرد کے عقل کے برابر ہے؟ (نہیں ہے) قرآن نے کہا جہاں ایک مرد گواہی دے سکتا ہے وہاں دو عورتیں دیں گی معلوم ہوا دو عورتوں کی عقل مل کر ایک مرد کی عقل کے برابر ہے آج جتنی عیاشی کا زمانہ ہے کہ مرد بازار جا کر اپنا جوتا بھی نہیں پسند کر سکتا بیگم جائے گی جوتا خریدے گی ، واہ واہ! اپنا سوٹ بھی پسند نہیں کر سکتا بیگم جائے گی اور خاوند کو لا کر دے گی یہ اسلام کا مذاق ہے تو اگر عورت مرد کے برابر ہونا چاہتی ہے تو پہلے عقل میں بھی برابر ہو اور پھر جسمانی قوت میں بھی برابر ہو عورت مرد کے برابر ہے؟ (نہیں) اس کی جسمانی قوت آدھی ہے اور اس کی صحت بھی آدھی ہے اس کو ہر ماہ ماہواری آتی ہے اس کا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے کمزوری ہوتی ہے حمل سے بھی کمزور ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا میں "رب العٰلمین" ہوں میں نے اسلام تمہاری تربیت کے لیے بھیجا ہے یہ بہترین مذہب ہے۔

اور جب آپ کو اللہ نے مسلمان بنایا تو اسلام کے بعد پھر دوسری دولتوں کی طرف دھیان نہ کرو غنی جیب کا ہے یا دل کا ہے؟ (دل کا ہے) "الغنی غنی النفس" غنی وہ ہے جو قلب کا غنی ہے یہ امیر لوگ کروڑ پتی تو ہیں لیکن ایک پیسہ کسی کو دیتے ہوئے ہاتھ کانپتے ہیں اور جو پکا سچا مسلمان ہے وہ کروڑوں خرچ کرے کا غنی تو نفس اور قلب کا غنی ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کو مکہ میں ایک دوست نے ولیمے پر بلایا عالم تھا سادہ زندگی تھی سادے کپڑے تھے میلے کچیلے جوتا بھی پالش نہیں تھا شادی پر جا رہا تھا تو نائی کی دکان پر گیا

اور کہنے لگا کہ میرے بال تو ٹھیک ٹھاک کرو بن ٹھن کے جاؤں نائی کہنے لگا مولوی بیٹھ جاؤ ایک سیٹھ کو ٹھیک کیا دوسرے کو تیسرے کو جب تمام گاہک ختم ہو گئے تو امام شافعی کو کہا آ جاؤ کسی نے ایک آنہ دیا کسی نے دو آنے امام شافعی نے بارہ تولے سونا اس کو دے دیا ایک اشرفی ایک تولہ کی ہوتی ہے نائی اوپر سے نیچے دیکھتا ہے امام شافعی نے کہا میرے کپڑے بے قیمت ہیں لیکن میری روح بہت قیمتی ہے "الغنی غنی النفس "غنی یہ نہیں ہے کہ انسان کے پاس پیسہ ہو۔

تو اسلام نے ایک عجیب بات دولت مندی کی بتائی ہے کہ دولت مند اس کو نہیں کہتے جو لاکھوں کا مالک ہو میرے پاس لاکھ روپیہ ہے لیکن میری حاجات کروڑ سے پوری نہیں ہوتیں میں غریب ہوں میرے پاس کروڑ روپیہ ہے لیکن میرے گھر کا خرچہ اربوں میں ہے غریب ہوں اسلام نے کہا اپنے خرچ گھٹاؤ جہاں سو روپے ہے آپ کی کمائی "۸۰" روپے خرچہ کرو "۲۰" روپے بچاؤ اب سو روپے کا مالک غنی ہے اس کی حاجات اس کے کنٹرول میں ہیں آج لوگوں کے پاس دولت بڑی ہے لیکن بے چارے سب فقیر ہیں کیونکہ ان کے خرچے ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں اللہ نے فرمایا کہ امریکہ رب نہیں ہے روس رب نہیں ہے اس نے اشتراکیت کا نظام غلط بنایا ہے میں رب ہوں میں نے اسلام کا نظام بہترین نافذ فرمایا ہے۔

کیونکہ "رب العٰلمین "تمام جہانوں کا پالنے والا۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۵

# سورة فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العلمین"

پالنے والا ہے تمام جہانوں کا تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہمارے جسم کو بھی پالتا ہے اور ہماری روح کو بھی پالتا ہے روح کی غذا قرآن پاک ہے یہ غذا کھلانے والے انبیاءؑ اور خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ ہیں جسم جس چیز سے پلتا ہے وہ غذائیں ہیں ان غذاؤں کا راستہ کون بتاتا ہے عقل بتاتی ہے تجارت کرو صنعت کرو زراعت کرو ملازمت کرو غذائیں پیدا ہوں گی اور جسم پھولے گا۔

لیکن جسم کی پرورش کے لیے جو کاروبار ہے تجارت ہے اسلام نے اس کے تین اصول مقرر کیے ہیں ایک یہ کہ کمائی پر پابندی ہے دوسرا یہ کہ خرچ کرنے پر بھی کچھ پابندیاں ہیں تیسرا یہ ہے کہ مال اور دولت کو حرکت دو ایک اصول ہے کمائی میں پابندی کو ملحوظ رکھو دوسرا اصول ہے کہ خرچ کرنے میں بھی پابندی کا خیال کرو تیسرا اصول یہ ہے کہ مال دولت کو ذخیرہ نہ بناؤ اس کو حرکت دو۔

پہلا اصول کہ کمانے پر پابندی ہے کہ آپ مال کماؤ مگر سود کے ذریعہ مت کماؤ کیونکہ خدا کا مقصد ہے تمھیں پالنا اور سود سے تم پلتے نہیں مرتے ہو حضورؐ نے فرمایا کہ "لعن اللہ اکل الربو وموکلہ" اللہ رزق سے محروم کرے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے کو تو تجارت کا مقصد تھا ہمارے جسم کو پالنا تو اللہ نے تجارت پر شرط لگائی کہ کمائی میں سود کا راستہ نہ اختیار کرو کیونکہ تمھارا مقصد کاروبار سے جسم کو پالنا ہے اور جسم پلے گا

رزق سے اور سود سے رزق ختم ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ "لعن اللہ اکل الربوا و موکلہ" کہ جو سود کھانے والا ہے جو کھلانے والا ہے اللہ ان کو رزق سے محروم کر دیتا ہے جب رزق سے محروم ہوگا مرے گا اس لیے پابندی لگائی کہ سود کے قریب مت جاؤ کمائی میں قدغن پابندی لگائی کہ جوا مت کھیلو کیونکہ کمائی کا مقصد جسم کو پالنا ہے کہ اس کو کھلاؤ پلاؤ اس کو بساؤ اس کی شادی کرو اور جوا سے انسان کی دولت مر جاتی ہے "انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ" یہ دوسرا قدغن اور دوسری پابندی ہے کمائی میں پابندی کا خیال ملحوظ رکھو رشوت سے مال نہ کماؤ۔

کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا "لعن اللہ الراشی والمرتشی والمراعش" اللہ رشوت لینے والے کو رزق سے محروم کرتا ہے۔ رشوت دینے والے کو رزق سے محروم کرتا ہے۔ اور بیچ میں ثالث بننے والے کو رزق سے محروم کرتا ہے۔ تو کمائی کا مقصد تو جسم پالنا تھا اور جسم پلتا ہے غذا سے رشوت غذا کو تباہ کر دیتی ہے رشوت کا پیسہ یا چور لے جائے گا یا ڈاکو لے جائے گا یا ڈاکٹر لے جائے گا تو اس سے انسان مرتا ہے اس لیے اسلام نے پابندی لگا دی کہ آپ انعامی بانڈ کا پیسہ مت کھاؤ انشورنس کا پیسہ مت کھاؤ بیمہ کا پیسہ مت کھاؤ کسی کی فیکٹری دکان مکان پر قبضہ کر کے مت کھاؤ۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو کسی کے مال پر قبضہ کرے گا اللہ ساتوں زمینیں اس کی گردن پر ڈال دے گا یہ پابندیاں ہیں آج لوگ ان پابندیوں کا خیال نہیں کرتے انعامی بانڈ، بیمہ، انشورنس، سودی کاروبار، لاٹری، ان کے پیسے لیں گے تو کھاتے پیتے ہونے کے باوجود پریشان اس لیے حضورؐ نے علماء کو نصیحت کی کہ آپ روکھی سوکھی کھاؤ کرائے کے مکان میں رہو لیکن تبلیغ عوام کے حوالے نہ کرو کیونکہ عوام میں ایک بہت بڑی کمزوری ہے ملاوٹ کی جب یہ سونا بیچتے ہیں تو اس میں پیتل کی ملاوٹ کرتے ہیں اور جب یہ دودھ فروخت کرتے ہیں تو پانی ملا لیتے ہیں اور جب یہ چائے کی پتی تیار کرتے ہیں سور کے چھلکے ملا لیتے ہیں اور جب یہ ہلدی پیستے ہیں تو اس میں اینٹ پیس کر اس میں ڈال لیتے ہیں اور جب یہ

شہد بیچتے ہیں تو گڑ اور چینی کی ملاوٹ کرتے ہیں تو یہ توحید میں شرک کی ملاوٹ کریں گے اور سنت میں بدعت کی ملاوٹ کریں گے اور حسنات میں سیئات کی ملاوٹ کریں گے دین کا چہرہ بگڑ جائے گا۔

اور اللہ نے فرمایا اگر دین بگڑے گا تو میں علماء کے چہروں کو بگاڑ دوں گا "لتأمرون بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليبدلن الله وجوهكم" بڑی سخت دھمکی ہے علماء کے لیے یہ کام اپنے کنٹرول میں لے لیں عوام کے سپرد نہ کرو اسلام نے پابندیاں لگائیں لیکن آج کل حرام کو حرام نہیں سمجھا جاتا میں نے کئی پیروں کو دیکھا ہے کہ بڑے بڑے امیر ان کی جوتی سیدھی کرتے ہیں پاؤں میں پڑتے ہیں اکثر جاہل مولوی بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں کہ حضرت پیر صاحب سود کی گاڑی میں سفر کرتے ہیں اور بزرگ ہیں عجیب بات ہے آج دن کو رات اور رات کو دن کہتے ہیں وہ اتنا نہیں کہہ سکتے کہ یہ جھوٹا ہے اول تو ۹۹ فیصد پیر آئی ایس آئی کے لوگ ہیں جاسوس ہیں اور اگر کوئی مخلص بھی ہو تو وہ مخلص انشورنس کی گاڑی میں بیٹھا ہے اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہے اور اللہ نے فرمایا "ان كثيرا من الاحبار والرهبان ليأكلون اموال الناس بالباطل" بہت سے پیر ہیں جو لوگوں کے مال حرام طریقے سے کھاتے ہیں یہ قرآن ہے اس میں کوئی غلطی تو نہیں "وهل افسد الدين الا الملوك" کہ دین کو اگر بگاڑا تو بادشاہوں نے بگاڑا "او احبار سوء ورهبانها" اور بڑے بڑے پیروں نے دین کا چہرہ مسخ کر دیا۔

اس لیے کمائی کے حلال راستے! کاشت کاری کرو ملازمت کرو لیکن وقت پورا دو آٹھ بجے حاضری ہے چار بجے چھٹی ہے "۸" سے "۴" تک "۸" گھنٹے پورے ڈیوٹی دو اس میں آپ کو صرف فرض نماز کے لیے جانے کی ضرورت ہے نفل پڑھنا بھی حرام ہے ڈیوٹی کے دوران قرآن پڑھنا بھی حرام ہے اب ملازم جاتا ہے رجسٹر لیتا ہے حاضری میں نام لکھتا ہے چلا جاتا ہے "۳۰" تاریخ ہو جاتی ہے تنخواہ لے لیتا ہے یہ ناظمین رجسٹر میں ۱۰،۱۰ ملازم لکھتے ہیں کہ ان کی تنخواہیں مقرر ہیں پھر وہ ان کی تنخواہیں جیب میں ڈال لیتا ہے

اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر ایک دور آنے والا ہے داڑھی لمبی ہوگی جبہ ٹخنوں سے لگے گا ماتھے پر سجدے کا نشان ہوگا کیونکہ ان کے پیٹ میں ایک لقمہ حلال کا نہیں ہوگا ان کے کپڑوں میں ایک دھاگہ حلال کا نہیں ہوگا ان کے مکان میں ایک اینٹ حلال کی نہیں ہوگی "فانیٰ یستجاب لھم" کیسے اللہ ان کی دعا قبول کرے یہ کمائی پر قدغن ہے آگے خرچ کرنے پر قدغن ہے کہ جب خرچ کرتے ہو تو یہ پیسہ خدا کی امانت ہے اس سے ٹی وی لینا حرام ہے وی سی آر لینا حرام ہے کیبل لینا حرام ہے تھیٹر بنانا اور اس کا دیکھنا حرام ہے اس سے جوا کھیلنا حرام ہے پیسوں کے بل بوتے پر غریب کی توہین حرام ہے لیکن آج لوگ جیسے کمائی میں پرواہ نہیں کرتے تو خرچ کرنے میں بھی پرواہ نہیں کرتے ہمارا اپنا مال ہے کون ہے ہمیں روکنے والا تمھارا مال کہاں یہ لباس بھی اپنا نہیں ہے گھر بھی اپنا نہیں ہے جب مروں گا تو یہ لباس اتارا جائے گا اس گھر سے مجھے نکالا جائے گا جوتے اتارے جائیں گے ٹوپی اتاری جائے گی اگر یہ اپنے ہوتے تو اپنی چیز کوئی چھین نہیں سکتا اس لیے جس طرح ہم پر کمانے میں پابندی ہے خرچ کرنے پر بھی پابندی ہے۔

حدیث میں ہے قیامت کے دن جب ہم اٹھیں گے ابھی قبر پر کھڑے ہوں گے ہم سے پانچ سوالات ہوں گے عمر کہاں خرچ کی، جوانی کہاں گزاری، مال کہاں سے کمایا، کہاں خرچ کیا، اور جو علم تھا اس پر کہاں تک عمل کیا لیکن آج حرص اتنی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دور آئے گا کہ اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادی ہوں تو تیسری طلب کرے گا تین ہوں چوتھی طلب کرے گا "لو کان لابن آدم وادیا" اس کا پیٹ قبر کی مٹی بھر سکے گی۔

تیسری شرط کمائی کے لیے یہ ہے کہ مال میں حرکت پیدا کرو یہ کاروباری لوگ حرکت نہیں یہ ذخیرہ بناتے ہیں ذخیرہ اندوزی شریعت میں حرام ہے مال میں حرکت ہوگی تو برکت ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے پستہ، بادام، اخروٹ، چلغوزہ افغانستان میں پیدا کیا اور پنجاب سے پیسہ حرکت ہو کر وہاں پہنچے گا اور ان کے پھلوں میں حرکت پیدا کر کے یہاں

پہنچے گا چاول اور گندم کو یہاں پیدا کیا تا کہ یہ حرکت کرے افغانستان میں جائے وہاں سے پیسہ حرکت کر کے یہاں آئے سوئی گیس اور بجلی کو سرحد، بلوچستان میں پیدا کیا تا کہ وہ حرکت کر کے یہاں آئے اور پنجاب کا پیسہ حرکت کر کے وہاں جائے یہ اللہ نے مختلف منڈیاں بنائیں تا کہ مال میں حرکت ہو اور اسی وجہ سے امیر کو کہا مال میں حرکت پیدا کرو زکوۃ کا مال غریب کو دو صدقے کا مال غریب کو دے دو قربانی کا گوشت غریب کے گھر میں پہنچاؤ عید کے کپڑے بیواؤں کے اور یتیموں کے اور غریبوں کے گھر بھیجو تا کہ مال میں حرکت آجائے تو مال رکھنے سے بڑھتا نہیں ہے ہلانے سے بڑھتا ہے۔

جیسے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار خون پر ہے اب اگر خون ٹھہر جائے جم جائے تو انسان فورا مر جاتا ہے خون حرکت کرے گا تو انسان کو زندگی ملے گی تو مال پر بھی دارومدار ہے مال سے روٹی ملے گی روٹی کھائیں گے تو زندہ ہوں گے اب مال میں حرکت ہوگی تو انسان زندہ رہے گا یہ اللہ نے اصول بنائے ہیں۔

اس لیے کہ وہ "رب العٰلمین" ہے "الحمد للہ رب العٰلمین"۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۶

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العلمین"

پالنے والا ہے تمام جہانوں کا تمام مخلوقات کا انسانی تربیت اور پلنے کے لیے مغرب نے سرمایہ دارانہ نظام نافذ کیا اور مشرق روس اور چائینہ نے اشتراکیت کا نظام قائم کیا کل یہ بات گزر چکی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں امیر غریب کا دشمن ہوتا ہے اور اشتراکیت میں غریب امیر کا دشمن ہوتا ہے۔

اللہ نے انسانی تربیت اور پالنے کے لیے ایک تیسرا اور پاکیزہ نظام بھیجا ہے جس کا نام اسلام ہے اسلام نے تربیت کے لیے ایک عقیدہ دیا ہے عقیدہ یہ ہے کہ تم مال کے مالک نہیں ہو مالک اللہ ہے "للہ ما فی السموت وما فی الارض" اللہ کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جب سب مخلوق دم توڑے گی اور چالیس سال تک بالکل سکتہ طاری ہوگا اس وقت بھی اللہ اعلان خود فرمائے گا "لمن الملک الیوم" بتاؤ آج مالک کون ہے آج بادشاہ کون ہے کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا تو اللہ فرمائے گا "للہ الواحد القہار" کہ مالک اللہ ہے۔

کیونکہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے تو ہم اپنے اعمال کے بدلے ثواب کے بھی مستحق نہیں ہیں یہ ثواب اور جنت جو اللہ دے گا اپنے فضل سے دے گا اب اگر خدا کے سامنے نماز میں کھڑے ہیں تو یہ پاؤں ہمارے تو نہیں ہیں خدا کے دیے ہوئے ہیں اگر ہم زبان سے خدا کی تسبیح کرتے ہیں ہم اللہ پر احسان نہیں جتلا سکتے یہ زبان تو اس کی دی ہوئی ہے اگر ہم نے رکوع میں کمر کو جھکایا یہ کمر بھی خدا کی عطا ہے اگر سجدے میں پیشانی زمین پر ٹیک دی تو

یہ پیشانی بھی خدا کی دی ہوئی ہے یہاں تک کہ سب سے اولوالعزم مسلمان مجاھد جب جان دیتے ہیں تو وہ دی ہوئی جان بھی خدا کی ہے تو اسلام نے یہ عقیدہ دیا کہ تم مال کے مالک نہیں مال کا مالک اللہ ہے تم صرف نوکر ہو چوکیدار ہو۔

اگر آپ کے ساتھ نوکر حج پر جائے اور آپ رقم کا تھیلا نوکر کو دے دیں تو نوکر اپنی مرضی سے وہ خرچ نہیں کر سکتا آپ جہاں کہیں خرچ کہیں گے وہاں خرچ کرے گا آپ جس کو کہیں دینے کا اس کو دے گا وہ نہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکتا ہے نہ اپنی مرضی سے کسی کو دے سکتا ہے اور اگر اپنی مرضی سے خرچ کرے یا اپنے باپ بھائی کو دے دے تو آپ فوراً تھیلا چھین لیں گے اور اس کو ملازمت سے نکال دیں گے کہ تجھ سے بڑا بددیانت نہیں لیکن ہم خود خدا کے مال میں بددیانتی کرتے ہیں کہ مالک وہ ہے ہم تو ایک چوکیدار ہیں اللہ نے فرمایا یتیم کو دو، بیوا کو دو محتاج کو دو، مسکین کو دو، فقیر کو دو ان کو ہم نہیں دیتے اور اللہ نے فرمایا کہ اس مال کو گناہوں میں مت دو مت خرچ کرو ہم وہاں خرچ کرتے ہیں پھر بھی وہ ہمیں نوکری سے نہیں نکال رہا "رب العالمین" ہے۔

تو اسلام نے تربیت کے لیے پہلا عقیدہ دیا تو تمھارے ہاتھ میں جو مال ہے اس کے مالک تم نہیں بلکہ اللہ ہے جس مسلمان کا یہ عقیدہ بنے کہ یہ مال اللہ کا ہے تو اللہ جس کے بارے میں کہے کہ اس کو دو تو میں اس کو دے دوں گا "وفی اموالھم حق للسائل والمحروم" کہ میرے بندے وہ ہیں کہ میں جب ان کے ہاتھ میں مال رکھتا ہوں تو اس مال میں مانگنے والے کا بھی حصہ ہے اور خاموش محتاج کا بھی حصہ ہے میرے بندے وہ ہیں "واتی المال علی حبه ذوی القربی والمسکین وابن السبیل" میرے بندے وہ نہیں ہیں جو نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، تسبیح ہاتھ میں رکھیں نہیں! وہ اپنے آپ کو چوکیدار سمجھ کر اپنا مال مساکین، فقراء، رشتہ داروں کو دیتے ہیں اب جب ہمارا عقیدہ ہو گا کہ مال میرا نہیں ہے اس کا مالک خدا ہے اور خدا نے کہا کہ رشتہ داروں کو دو تو ہم دینے میں سوچیں گے نہیں ہاتھ کانپیں گے نہیں فقیر کو دیں گے دل گھبرائے گا نہیں مالک نے جو کہا ہے اس کو دے دو اور اگر مالک نے کہا فقیر کو دو، ہم نہیں دیں گے تو اللہ کہے گا ہر چیز چھین لو یہ

ناشکری ہے۔

موسیٰ کوہ طور پر جا رہے تھے تو دو آدمی سامنے آئے ایک امیر تھا ایک غریب تھا اس غریب نے کہا کہ آپ خدا کے پاس جاتے ہیں میرے لیے درخواست تو دو میرے گھر میں کھانا نہیں ہے رات کو بھوکا سوتا ہوں ایک وقت کا کھانا تو دو اور دوسرا امیر تھا اس نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کہو کہ مزید مال کو دینا بند کرو مجھ سے حساب کتاب نہیں ہوتا خزانے بھرے پڑے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کے لیے سوال کیا اللہ نے غریب کے بارے میں فرمایا کہ اس سے کہو صبر کرو انتظار کرو شکر کرو اور امیر کو کہا کہ تم فقراء میں میرے حکم پر مال بانٹتے ہو تم وہ بانٹنا بند کرو میں تمھارے پاس بھیجنا بند کر دوں گا جب موسیٰ علیہ السلام نے غریب کو کہا کہ شکر کرو اس نے کہا کس بات کا شکر ایک تو تہہ ہے میرے پاس اس کا شکر کروں؟ اس وقت اللہ نے ہوا بھیجی وہ تہہ اتار کر لے گئی وہ ننگا رہ گیا دوسرا اس امیر کو کہا کہ آپ خدا کے حکم پر مال غرباء میں تقسیم کرتے ہیں اللہ فرماتا ہے کہ آپ یہ سپلائی غرباء کو بند کریں یہ تو ناشکری ہو گی اگر میں سپلائی بند کروں اس امیر نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا میں تو تقسیم کروں گا اللہ نے فرمایا کہ تو بندہ ہو کر ہاتھ نہیں روکتا میں کیوں روکوں میں بھی آپ کو دوں گا "لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید"

تو آج سخاوت مٹ چکی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مال کا مالک اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور اپنا گھر کوئی کسی کو نہیں دیتا اپنی کوئی چیز کسی کو نہیں دیتا اپنا ہاتھ کوئی کسی کو نہیں دیتا اپنا پاؤں کسی لنگڑے کو نہیں دیتا تو اپنا پیسہ بھی نہیں دیتا وہ اپنا سمجھتے ہیں اگر سمجھیں کہ اس کا مالک خدا ہے اور خدا نے مجھے کہا ہے کہ زکوۃ دو صدقہ فطر دو سائل اور محتاج کو دو ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرو آپ اس پر کتنا عمل کرتے ہیں۔

لیکن حدیث مبارک میں ہے کہ فقیر کو مسکین کو رشتہ داروں کو وہ آدمی مال دیتا ہے جس کا مال سو فیصد حلال ہو حرام مال دینے کی توفیق مال دار کو نہیں ہوتی آج دینے کی توفیق ہی چھن گئی کہ سو فیصد مال حلال نہیں امام بخاریؒ کا والد بزرگوار نزع کی حالت میں تھے فرمایا میرے گھر میں "۸۰" لاکھ اشرفیاں پڑی ہیں اور اب میں خدا کے سامنے جا رہا ہوں "۸۰"

لاکھ میں ایک پیسہ حرام کا نہیں ہے مجھے یقین ہے یہ سارے حلال ہیں۔اس لیے سعید ابن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ حلال مال خدا کی راہ میں خرچ ہوتا ہے حرام مال خرچ نہیں ہوتا فرماتے ہیں کہ میں حج پر جارہا تھا میرے ایک پڑوسی کا بھی حج کا رادہ تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس "۳۰۰" درہم تھے میری گھر والی بیمار تھی تو میں پڑوس کے گھر میں گیا اور میں نے کہا کہ میں آج کھانا یہاں کھاؤں گا انہوں نے کہا کہ آپ کے لیے ہمارے گھر میں گنجائش نہیں ہے میں نے کہا کہ وہ ہانڈی جو پک رہی ہے انہوں نے کہا کہ جناب ہم تین دن سے بھوکے ہیں اور بالکل مجبوری کے عالم میں پہنچ چکے ہیں ہمارے لیے مردار حلال ہے یہ تو ہم ایک کتے کو ہانڈی میں ڈال کر پکا رہے ہیں اور آپ تو امیر آدمی ہیں آپ کے لیے مردار حلال نہیں فرمایا میں نے رات کو وہ "۳۰۰" درہم لے کر پڑوسیوں کو دے دیے حلال مال ہے یہ سعید ابن مسیب کے پڑوسی کا واقعہ ہے حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں کہ میں حج پر گیا میں ملتزم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا مجھے اونگھ آئی میں نے خواب میں دو فرشتو ں کو دیکھا ایک دوسرے کو کہتا ہے اس سال پانچ لاکھ آدمیوں نے حج کیا دوسرے نے کہا قبول بھی ہے یا نہیں فرمایا ایک آدمی کا حج قبول ہو گیا وہ کون؟ "ابن موفی" فرمایا میں واپس گیا ابن موفی کو میں جانتا تھا میں نے کہا آپ تو اس سال حج پر گئے ہی نہیں ہیں آپ کا حج قبول کیسے ہوا فرمایا وہ حج کا پیسہ میں نے پڑوسیوں کو دے دیا تھا۔

اب دیکھو جو گئے تھے ان کا حج قبول نہیں ہوا کیونکہ وہ مشکوک مال تھا اور جو نہیں گیا تھا اللہ نے اس کو مبرور حج کا ثواب عطا فرما دیا تو اسلام نے یہ عقیدہ دیا کہ تیرے مال کا مالک اللہ ہے تو اب آپ انتظار کریں گے کہ اللہ مجھے کہاں حکم دیتا ہے کہ یہ دو کہاں حکم دیتا ہے کہ یہ کھاؤ کہاں حکم ہے کہ یہ پہنو اور کہاں خرچ کرنے سے مجھے روکا گیا لیکن یہ تب مال کی تقسیم میں ہم انتظار کریں گے کہ مال حلال تو ہو حرام مال کو نہ اللہ نظر رحمت سے دیکھتا ہے "لا تقبل صلوۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول" مال حرام سے کوئی صدقہ جائز نہیں ہے آج دینی مدارس میں روحانیت بہت کم ہے کسی کا "۲۰" لاکھ کا انعامی بانڈ نکلتا ہے تو ایک لاکھ مولوی کو دیتا ہے اب اس کے پیٹ میں وہ زہر اترتا ہے وہ کہاں قرآن سنتا

بیان کرے گا بہرحال جس کو صحیح مصرف میں مال تقسیم کرنے کی توفیق ہوتی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مال حلال کا ہے۔

ہمارے ایک استاذ ہیں شاہ عبدالعزیزؒ انہوں نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ حلال مال صحیح مصرف میں خرچ ہوتا ہے غلط جگہ میں خرچ نہیں ہوتا ایک طالب علم نے کہا یہ کیسے ان کو ایک روپیہ دیا اور فرمایا جو آدمی پہلا ملے اس کو دے دو یہ روپیہ حلال کا ہے پہلا آدمی جو ملے گا وہ مستحق ہوگا وہ دہلی میں نکلا سب سے پہلے ایک آدمی گھوڑے پر سوار آرہا تھا استاد کے کہنے کے مطابق اس کو پکڑا دیا مگر دل میں شک گزرا کہ استاذ نے کہا تھا کہ روپیہ حلال کا ہے یہ جو لے گا وہ مستحق ہوگا یہ کیسے مستحق ہوگا؟ یہ تو گھوڑے پر سوار ہے غنی آدمی ہے صدقے کا مستحق نہیں گھوڑے کو روک لیا فرمایا آپ کون ہیں کہنے لگا میں غریب آدمی ہوں کئی دنوں سے بھوکا تھا میں نے پڑوسی سے یہ گھوڑا عاریۃً مانگا جنگل میں پتہ چلا تھا کہ ایک مردار سانڈ پڑا ہوا ہے میں نے اس کی ران کاٹ کر اس چادر میں لپیٹی ہوئی ہے میں جارہا ہوں پکانے کے لیے مگر آپ نے روپیہ دیا اس کو پھینک دیا تو حضرت صاحب نے سچ کہا تھا کہ حلال پیسا حرام جگہ میں خرچ نہیں ہوتا یہ جو ٹی وی پر خرچ ہوتا ہے کیبل پر خرچ ہوتا ہے تھیٹروں میں سینماؤں میں خرچ ہوتا ہے شراب میں خرچ ہوتا ہے حرام مال ہے جہاں سے آیا تھا وہاں خرچ ہوا تو اسلام نے تربیت کے لیے قانون بنا دیا کہ مالک خدا کو مانو جب تمہارا عقیدہ بن جائے کہ مال کا مالک اللہ ہے اب غریب کو دینے میں مسکین کو دینے میں فقیر کو دینے میں خصوصا رشتہ دار کو دینے میں آپ جھجک محسوس نہیں کریں گے یہ ہے "رب العالمین" کہ غریبوں کو پالنے کے لیے زکوۃ، صدقات، عشر، قربانی جیسی دفعات نافذ فرمائیں اور امیر کا عقیدہ بنایا کہ مالک تو نہیں ہے مالک اللہ ہے کھلے دل سے مستحقین میں مال تقسیم کرو۔

اسی کا نام ہے "رب العٰلمین"

-------☆-------

درس نمبر ۳۷

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ربّ العٰلمین"

اللہ پالنے والا ہے تمام جہانوں کو تمام مخلوق کو چونکہ اللہ رب ہے اور رب کا کام پالنا ہے تو پالنے کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں اللہ نے ان سب کو حرام قرار دیا تا کہ پھلنے پھولنے میں رکاوٹیں نہ بنیں۔

اللہ چونکہ "ربّ العٰلمین" ہے پالنے والا ہے تو پالنے میں جو چیز رکاوٹ بنے اللہ نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے جو چیزیں پالنے میں رکاوٹ ہیں وہ حرام کمائی ہے وہ ذخیرہ اندوزی ہے وہ بخل ہے اور وہ بے جا تکلف ہے اور ان چاروں چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا تا کہ لوگوں کی تربیت میں یہ رکاوٹ نہ بنیں۔

سب سے پہلی چیز حرام کمائی ہے علماء اقتصادیات لکھتے ہیں ایک نقدی ہے اور ایک سودا ہے ان دونوں میں فرق ہے جنس کی پیداوار جب زیادہ ہوتی ہے تو چیز سستی ہوتی ہے اور جب پیداوار کم ہوتی ہے تو چیز مہنگی ہوتی ہے آم کے موسم میں اگر آم زیادہ پیدا ہو تو آم سستا ہوگا اور اگر آم کی پیداوار کم ہو جائے تو آم مہنگا ہوتا ہے لیکن نقدی اس کا الٹ ہے جب پیسہ زیادہ ہوتا ہے تو مہنگائی ہوتی ہے اور جب پیسہ کم ہو تو ارزانی ہوتی ہے۔

اب آپ سرحد میں جائیں تو وہاں کدو آلو تول کر نہیں دیتے ایک ڈھیر بنا کر کہتے ہیں پانچ روپے کا یہ ڈھیر ہے گوبی کا پیاز کا ڈھیر بناتے ہیں اور پنجاب میں چالیس روپے کلو ہے وہاں پیسہ کم ہے تو ارزانی ہے یہاں پیسہ زیادہ ہے تو مہنگائی ہے نقدی میں اور اجناس میں فرق کہ اجناس کی پیداوار زیادہ ہو تو چیز سستی ہوتی ہے آم جس سال کم پیدا ہو تو اس سال

وہ مہنگا ہوتا ہے لیکن نقدی میں اس کا الٹ ہے پیسہ زیادہ ہو تو مہنگائی ہوتی ہے اور اگر پیسہ کم ہو تو چیزیں سستی ہوتی ہیں۔ تو اسلام نے حرام کمائی کو اس لیے منع کیا کہ حرام کمائی اگر اسلام رشوت کا بھی دروازہ کھول دے سود کا بھی کھول دے انعامی بانڈ کا بھی کھول دے بیمہ اور انشورنس کا بھی کھول دے تو پیسہ زیادہ ہوگا تو ایک آدمی کے پاس تو پیسہ زیادہ ہوا باقی سب بھوکے مر جائیں گے تربیت میں رکاوٹ ہوگی۔

تو چونکہ پیسہ بڑھنے سے مہنگائی ہوتی ہے اس لیے اسلام نے حرام کمائی پر پابندی لگائی حرام کمائی میں یہ نقصان ہے کہ ایک آدمی کے پاس پیسہ بڑا آیا اور اس کی وجہ سے تمام چیزیں مہنگی ہوگئیں اور تمام لوگ تو پیسے کماتے نہیں ہیں تو پیسہ ایک نے جمع کیا اور تمام غریب غرباء بیچ میں پس گئے اس لیے اللہ نے فرمایا ہے میں "رب العلمین" ہوں جو چیز پلنے اور پالنے میں روکاوٹ بنے گی میں اس کو حرام قرار دوں گا یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان چیزوں کو ممنوع قرار دیا۔

اور ہمارے معاشرے میں ویسے بھی تربیت کیخلاف ہے فرض کرو میں دودھ چالیس روپے کلو بیچتا ہوں تو میں نے آدھا کلو میں آدھا کلو پانی ڈال دیا اور چالیس روپے لیکر آپ کو بیچ دیا تو میں نے اسی روپے کلو بیچ دیا وہ تو خالص دودھ تھا تو چالیس کا تھا جب میں آدھا پانی ڈال کر سیر بنایا تو میں نے آدھا کلو پانی اور آدھا کلو دودھ آپ کو چالیس روپے کا بیچا تو آدھا کلو آپ کو چالیس روپے کا دیا چالیس روپے آپ کے لوٹ لیے لیکن آپ بھی تو اتنے سادہ نہیں ہیں آپ وہاں مرچ بیچتے ہیں آپ کہتے ہیں اس نے مجھے دودھ میں لوٹا میں مرچ میں اینٹ پیس دیتا ہوں میں نے کہا کتنے کی ہے آپ نے کہا اسی روپے کلو مرچ ہے میں نے کہا دے دو اب آپ نے مجھے آدھ کلو مرچ دے دی اور آدھ کلو اس میں اینٹ پیس کر دے دی آپ نے مجھ سے اسی روپے لوٹ لیے یہ پلنا ہے یا لوٹنا ہے۔ اس لیے اسلام نے حرام کمائی پر پابندی لگائی ہے کہ اللہ رب العلمین ہے اللہ ہر کسی کو پالتا ہے اس لیے اللہ نے حرام کمائی پر پابندی لگا دی۔

دوسری چیز جو ربوبیت کے منافی ہے وہ ذخیرہ اندوزی ہے لوگ مال کو سٹاک

کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں جب مہنگا ہو جائے تو نکال دیں گے ذخیرہ اندوزی سے رزق بڑھتا نہیں ہے گھٹتا ہے جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "الجالب مرزوق و المحتکر ملعون" جو کاروباری آدمی ادھر سے سودا لے اور ادھر بیچ دے یا اللہ اس کے رزق میں برکت دے حضور ﷺ دعا فرما رہے ہیں جب حضور ﷺ نے دعا کی یقیناً برکت ہوگی "والمحتکر ملعون" فرمایا جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے یا اللہ اس کی زندگی اور رزق سے برکت سلب کر دے جب حضور ﷺ نے بددعا کی اب ذخیرہ اندوزی سے تو وہ کمائی نہیں کر سکتا "والمحتکر ملعون" جو آدمی اس نیت سے ذخیرہ اندوزی کرتا ہے کہ مہنگا ہو جائے مجھے زیادہ پیسے مل جائیں فرمایا "ملعون" اس کے رزق میں بے برکتی ہوگی پلے گا نہیں اور اللہ فرماتے ہیں میں "رب العٰلمین" ہوں آپ میری ربوبیت میں رکاوٹ بنتے اور آپ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں یہاں تک حضور ﷺ نے فرمایا اگر ایک آدمی چالیس دن تک ایک مال ذخیرہ اندوزی کرے وہ اتنا گنہگار ہے کہ اس کے بعد اگر وہ سارا مال خدا کے نام صدقہ دے دے وہ اس گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ مگر آج کپڑے والا کپڑے کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے دھاگے والا دھاگے میں کرتا ہے غلے والا غلے کی کرتا ہے تو اسلام نے ذخیرہ اندوزی کو بھی ممنوع قرار دیا یہ اللہ کی ربوبیت کے خلاف ہے۔

تیسری چیز جو ربوبیت کے خلاف ہے وہ بخل ہے بخل یہ ہے کہ میرے پاس ایک وقت کا کھانا نہیں ہے اور ایک آدمی ہے امیر ترین جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن" تین بار قسم اٹھائی حضور ﷺ نے فرمایا وہ شخص مؤمن نہیں ہے وہ شخص مؤمن نہیں ہے وہ شخص مؤمن نہیں ہے صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ کون فرمایا "من نام شبعان وجارہ جائع" جو پیٹ بھرا سوتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہے اس نے خدا کی ربوبیت پر داغ لگا دیا اللہ اس کو پالنا چاہتا ہے اور یہ پیٹ بھر سویا ہے اس کا پڑوسی بھوکا ہے "واللہ لا یؤمن" تین بار آپ نے قسم اٹھائی تا کہ یہ بخل دور ہو جائے۔

چوتھی چیز جو اللہ کی ربوبیت کے منافی ہے وہ تکلفات ہیں ایک آدمی شادی میں تکلف نہیں کرتا تو نکاح کے لیے نہ بارات کی ضرورت ہے نہ لڑکی کے گھر جا کر کھانے کی ضرورت ہے بس صرف لڑکا ہو کہ ایجاب کرے اور بچی ہو کہ قبول کرے اور دو سننے والے گواہ ہوں یہ راستے پر چلتے بھی ہو سکتا ہے اس میں نہ رجسٹر کی ضرورت ہے نہ مولوی کی ضرورت ہے نہ اس کی فیس کی ضرورت ہے نہ اتنی دھوم دھام کی ضرورت ہے اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ اس سادگی سے شادی ہو جائے تو جو دس دس لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں وہ چالیس لاکھ غرباء میں تقسیم ہو سکتے ہیں آخرت بن سکتی ہے۔

آپ جب بیرون ملک جائیں تو آپ ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور باقی گھر وطن بھیج دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم بھی مسافر ہو جتنا کھا سکتے ہو کھا لو باقی پارسل کر کے آخرت میں بھیجو وہاں نہیں جانا تمہارا اصلی وطن تو وہ ہے لیکن یہاں بیاہ شادیوں پر کتنا خرچ ہوتا ہے بے پناہ خرچہ اب زیور ہے اب جہیز ہے اب لڑکا گاڑی کا امیدوار ہے ٹی وی کا، سونے کی گھڑی کا امیدوار ہے اب رمضان میں یہ دنیا دار کلنڈر چھپواتے ہیں نظام الاوقات کہ کس وقت افطاری ہوگی کس وقت سحری ہوگی اور نیچے لکھتے ہیں فلاں انڈسٹری اور فلاں دکان وغیرہ بتاؤ یہ مسجد کی خدمت ہے یا انڈسٹری کی خدمت ہے خدا سے سودا کر لیتے ہیں کلنڈر مسجد میں لٹکا دیتے ہیں یا کہیں دو سو روپے کا پنکھا لگوایا اور پر لکھ دیا حاجی محمد بوٹا عجیب لوگ ہیں یقین جانئے ہم نے دین کو مذاق بنا دیا ہے۔ ان ظالموں نے مساجد کو بھی معاف نہیں کیا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں اگر آج ایک صحابیؓ آ جائے اور ہم دیکھیں تو ہم کہیں گے خاکم بدہن کہ یہ تو پاگل ہے کیونکہ ہم انسان اس کو کہتے ہیں جو سوٹ بوٹ میں ہو عینک لگائی ہو اور ہاتھ میں موبائل ہو اور بڑی گاڑی سے اترے اور صحابیؓ تو اس رنگ میں آئے گا کہ ایک آستین ہوگا ایک نہیں ہوگا سر پر ٹوپی نہیں ہوگی پاؤں میں جوتے نہیں ہونگے تو ہم کہیں گے یہ سائیں پاگل آدمی ہے لیکن وہ صحابیؓ اپنے ایمان کے راڈار میں ہمیں دیکھے گا تو کہے گا ان میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے بڑے خطرے والی بات ہے اسلام میں چوتھی

روکاوٹ جو ممنوع قرار دی ہے وہ تکلفات ہیں شادیوں پر، کوٹھیوں پر، گاڑیوں پر اتنا خرچہ بالکل ناجائز ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی فرشتے خوشیاں منا رہے تھے جنت کی زیب وزینت ہو رہی تھی آسمانوں پر دھوم دھام تھی اور نیچے کیا تھا حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا بیٹی آپ وضو کرو وضو کیا دو رکعات نفل پڑھو پڑھ لی تو حضور ﷺ نے حضرت ام ھانیؓ کو کہا بیٹی کو لے کر حضرت علیؓ کے گھر چھوڑ آؤ نہ مہندی ہے نہ مائیوں ہے نہ کچھ ہے نہ کچھ ہے نہ کچھ۔ آج کل لوگوں میں مہمان نوازی بھی نہیں ہے کیوں نہیں ہے اس کی وجہ یہ تکلفات ہیں اب میں آپ کے گھر آتا ہوں جناب آپ مرغا پیش کریں گے آپ حلوہ پیش کریں گے آپ بوتل پیش کریں گے آپ فروٹ پیش کریں گے آپ گونا گون چیزیں پیش کریں گے یہ تکلف ہے ہر روز تو آپ سے یہ تکلف ہوتا نہیں دوسرے دن میں گزر جاؤں تو آپ منہ چھپا کر اندر بیٹھ جائیں گے۔

اگر یہ ہوتا کہ مہمان آتا اگر دال پکی ہے تو دال کھالی سوکھی روٹی ہے تو سوکھی روٹی کھالی "بسم اللہ"، لیکن آج مہمان بھی ماشاءاللہ پر تکلف ہے اور میزبان بھی۔ وہ مہمانی اور میزبانی کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا آپ قبائل میں جائیں مغرب کے وقت ایک دسترخوان کھلتا ہے اگر مسجد میں دس بیس مہمان ہوں تو بلا تکلف کھانا کھاتے ہیں لیکن کسی نے صرف روٹی بغل میں دبائی ہے کوئی دال ساتھ لایا ہے کوئی شلجم ساتھ لایا ہے اپنی اپنی روٹی جتنے نمازی ہیں روٹی اکٹھے کھاتے ہیں دس بیس مہمان باآسانی کھانا کھاتے ہیں اور ان کو بوجھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

اس لیے اسلام نے جہاں حرام خوری منع کی ہے جہاں ذخیرہ اندوزی منع کی ہے جہاں بخل کو حرام قرار دیا ہے وہاں زندگی میں تکلفات کو بھی ممنوع قرار دیا ہے کہ میں "رب العلمین" ہوں اور یہ چیزیں میرے پالنے میں رکاوٹ ہیں۔ یہ اسلام سید ھا خط ہے اور یہ ٹیڑھا خط ہماری زندگی ہے اب سیدھا خط اور ٹیڑھا خط ایک دوسرے پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔

-------☆-------

درس نمبر ۳۸

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

پالنے والا ہے تمام جہانوں کا اللہ پاک ہمیں دو احکام جاری فرماتا ہے ایک حکم ہے نیکی کرنے کا نماز پڑھو، روزہ رکھو، تلاوت کرو، حج کرو، عمرے کرو، ذکر کرو اور دوسرا حکم ہے گناہوں سے بچنے کا زنا مت کرو، جوا مت کھیلو، شراب مت پیو، تھیٹروں میں مت جاؤ یہ دونوں احکام میں اللہ کا فائدہ نہیں ہے ہمارا فائدہ ہے۔

اگر آپ مجھے کہیں کہ فلاں کی چھت پر جاؤ وہاں بڑی رقم پڑی ہے وہ اٹھالو تو میں چڑھوں جو مجھے رقم ملے اس میں آپ کا فائدہ نہیں ہے فائدہ میرا ہے چاہیے کہ میں آپ کا شکر گزار رہوں تو اللہ نے ہمیں نیکیوں کا حکم دے کر جنت کا پتہ دے دیا اس میں اللہ کا فائدہ نہیں ہے اس میں ہمارا فائدہ ہے چاہیے کہ ہم اللہ کے شکر گزار بنیں اور جب اللہ ہمیں گناہوں سے روکے تو گناہ میں ہمارا نقصان ہے خدا کا نقصان نہیں ہے اگر آپ مجھے کہیں کہ یہ بند کمرہ جس میں اندھیرا ہے اس میں مت داخل ہو اس میں سانپ ہے تو اس میں آپ کا نقصان نہیں ہے نقصان میرا تھا آپ نے مجھے بچایا مجھے آپ کا شکر گزار ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر آپ نہ بتلاتے تو میں کوٹھے میں جاتا سانپ مجھے کاٹتا اللہ نے بھی فرمایا گناہوں کو ہاتھ مت لگاؤ یہ سانپ ہیں یہ تمہیں ڈسیں گے اس میں خدا کا نقصان نہیں ہے نقصان ہمارا تھا اللہ نے ہمیں نقصان سے بچا کر گناہوں سے روکا اور منع فرمایا۔ اور گناہ سانپ ہے۔ گناہ کرنے سے پہلے کاروبار پر اثر پڑتا ہے کاروبار اجڑتا ہے

اگر کاروبار چلے تو کمائی پر اثر پڑتا ہے کمائی نہیں ہوتی اگر کمائی پر گناہ کا اثر نہ پڑے تو برکت پر بڑا اثر پڑتا ہے کمائی میں برکت نہیں ہوتی اگر برکت پر اثر نہ پڑے تو صحت پر اثر

پڑ جاتا ہے انسان بیمار ہو جاتا ہے صحت پر نہ پڑے تو دل پر اثر پڑتا ہے انسان کھاتے پیتے ہونے کے باوجود دل بجھا بجھا پریشان رہتا ہے یہ تمام گناہوں کی وجہ سے ہے تو گناہ سانپ ہے اللہ نے ہمیں روکا گویا کہ اللہ نے ہمیں خبردار کیا کہ اگر تم نے گناہ پر ہاتھ ڈالا تو گناہ تمہیں ڈس لے گا یہ نیکوں کا حکم بھی اللہ "رب العٰلمین" ہونے کی دلیل ہے اور گناہوں سے روکنے کا حکم یہ بھی اللہ "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضہ ہے۔

کیونکہ اللہ رب ہے تو وہ ہمیں نیکی بتاتا ہے نیکی سے زندگی ملتی ہے زندگی پھلتی اور پھولتی ہے "فلنحیینه حیوٰة طیبة" جو آدمی میرے احکام پر عمل کرے گا اس کو پاکیزہ زندگی ملے گی "ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشرہ یوم القیامة اعمی" بہرحال نیکیوں کا حکم یہ اللہ کے "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضا ہے اور گناہوں سے روکنا یہ اللہ کے "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضہ ہے۔

اسی وجہ سے کہ اللہ "رب العٰلمین" ہے اس نے ہمیں اسراف سے بھی بچایا کہ بے جا مال خرچ نہ کرو گناہوں میں خرچ نہ کرو قرآن بتاتا ہے تمھارا مال بیج ہے بیج کو اگر صحیح زمین میں بویا جائے تو ایک دانے کے بدلے سات سو دانے مل جاتے ہیں "کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مأة حبة" کہ ایک دانہ سے سات خوشے نکلے گندم کے ہر خوشے میں سو دانے ہوں تو ہر بیج سے سات سو دانے نکلیں گے مگر شرط یہ ہے کہ بیج کو زمین میں بوؤ اور اگر آپ بیج کو شیشے کی میز پر رکھیں گے تو اس سے درخت نہیں نکلے گا بلکہ وہ بیج بھی سڑ جائے گا اللہ نے فرمایا یہ تمھارا مال یہ بھی ایک بیج ہے اگر تم نے تھیٹر میں فلم میں ڈراموں میں، گانوں میں، جوئے میں خرچ کیا تو یہ گویا کہ تم نے میز کے اوپر رکھ دیا اور اگر تم نے فقیر غریب محتاج کو دے دیا تو تم نے زمین میں بیج بویا۔

اسی لیے اللہ نے فرمایا "ولا تبذر تبذیرا" بذر کہتے ہیں تخم کو کہ یہ مال جو ایک تخم ہے اس کو زمین شور میں مت بوؤ یہ تمھارا تخم مال ضائع ہو جائے گا جیسے شیشے کی میز پر آم کی گٹھلی رکھیں تو اس سے آم کا درخت نہیں اگتا "ولا تبذر تبذیرا" مال کو غلط جگہوں کا تخم مت بناؤ بلکہ اس کو اچھی زمین میں بوؤ اچھی زمین محتاج ہے غریب ہے بیوہ ہے یتیم ہے ان میں خرچ کرو تو مال بڑھ جائے گا اسراف مت کرو اسراف یہ اللہ کے "رب العالمین" ہونے کے خلاف ہے۔

آج لوگ اسراف کرتے ہیں "۲۰" گز روپے کپڑے سے انسان کا پردہ ہو جاتا ہے لیکن یہ امیر لوگ "۲۰۰" روپے گز کا کپڑا لیتے ہیں یہ جو "۱۸۰" روپے گز زیادہ لیا اس کا حساب دینا پڑے گا "ولا تبذر تبذیرا" فرمایا اسراف مت کرو دوسری جگہ میں فرمایا یہ کوئی فضیلت والی بات نہیں ہے "ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین" یہ جو اسراف کرنے والے ہیں وہ پکے شیطان ہیں لیکن آج ہر چیز میں اسراف ہے بعض مولوی بھی سفید کپڑا پہنیں گے لیکن قیمتی پہنیں گے تا کہ مولوی کسی سے کم نہ ہو اور شو بھی رہے کہ حضرت نے "۲۰۰۰" کا سوٹ پہنا ہوا ہے۔

حضرات صحابہ کرام بڑے سادے کپڑے پہنتے تھے جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والے کو نظر رحمت سے نہیں دیکھتے اور اللہ بخل کرنے والے کو بھی نظر رحمت سے نہیں دیکھتے اور اللہ اس آدمی کو بھی نظر رحمت سے نہیں دیکھتا جس کا تہہ، پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ہو یہ مسٹر لوگ بوٹوں میں پاجامہ دے دیتے ہیں دیہات میں چوہدری لوگ زمین پر کھینچتے ہیں یہ فخر محسوس کرتے ہیں حضور نے فرمایا جس نے اپنے تہہ یا پاجامے کو ٹخنے سے نیچے لٹکایا اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میزان کی قسم کہ ان ٹخنوں کو جلا کر چھوڑوں گا "ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین" مبذرین جو ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں تو حضرات صحابہ کرام کا لباس بڑا سادہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو خنجر لگا نزع کی حالت میں ہیں ایک نوجوان تیمارداری کے لیے آیا اس کا تہہ ٹخنوں سے نیچے تھا فرمایا بیٹے پہلے اس کو اٹھاؤ دیکھو اپنی فکر نہیں سنت کی فکر ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں مجھے سفر پر جانا پڑا تو میں نے ایک پیالہ کھانے کے لیے لیا ایک پیالہ پانی پینے کے لیے لیا اور ایک لوٹا ساتھ لیا لیکن جب میں جا رہا تھا تو میں نے دجلہ کے دریا پر ایک غریب آدمی کو دیکھا کہ وہ ہاتھوں سے پانی پی رہا تھا تو میں نے کہا کہ یہ پانی کے لیے پیالہ یہ بھی بلا ضرورت ہے اللہ نے جو پیالہ دیا ہے اسی سے پی لوں گا وہ میں نے صدقہ کر دیا اور جب میں آگے جا رہا تھا تو ایک دیہاتی روٹی پر پیاز رکھ کر اس کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا وہ روٹی اس کی پلیٹ بھی تھی اور اس کا کھانا بھی تھا کہتے ہیں وہ سالن کا پیالہ بھی میں نے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا اب آپ لوگ کرتے ہیں ڈھائی سو روپے کا گوشت، دیسی گھی، جناب پانچ سو روپے کی پلیٹیں ہم کیسی ضروریات میں پڑ گئے اپنی آخرت کی فکر ختم

اور دنیا کے مال پر لڑائی ہو رہی ہے۔

حضرات صحابہ کی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ باپ بیٹا آپس میں لڑا ہو کبھی بہو، ساس آپس میں لڑی ہوں وجہ یہ ہے کہ لڑنے والی چیز ان کے پاس نہیں تھی جیب میں ستو ڈالے اور بغل میں کھجور کا بنا ہوا دستر خوان ہوتا تھا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے جایا کرتے تھے جہاں بھوک لگی کھجور کے پتوں کا دستر خوان بچھایا اس کے اوپر ستو رکھے اور اس کے اوپر بیٹھ کر کھا لیا لڑائی کس بات کی اب تو بہو اور ساس کی لڑائی چھا گئی کہ ساس کہتی ہے کہ اب تک چابی اس دراز کی میرے پاس تھی بہو کہتی ہے کہ اب تو میں مالکہ بنی تو قرآن نے بتایا کہ اللہ "رب العلمین" ہے۔ اس نے سب کو مالک بنایا لیکن حقیقی مالک وہ رب ہے۔

تو اسراف مت کرو یہ اسراف خدا کی ربوبیت کے منافی ہے اصل میں آج لوگ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے اور جب مال حرام سے آتا ہے ضرور ہی خراب ہوتا ہے اگر انسان محنت سے کمائے تو اتنا خرچ نہیں کرتا جو باپ محنت سے کارخانہ بناتا ہے وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے اور جو بچے سونے کے چمچے سے دودھ پی چکے ہوتے ہیں اور دولت میں آنکھ کھولتے ہیں وہ مال کو لٹا دیتے ہیں پہلے زمانے میں حلال اور حرام کی تمیز تھی۔

ہارون الرشید کشمیر سے لے کر ثمر قند تک اس کی حکومت تھی امام ابو یوسفؒ اس کے دربار کے چیف جسٹس، قاضی تھے ایک دن ہارون الرشید نے کہا دنیا میں رہ رہ کر دل میلا ہو گیا ابو یوسف کو کہا کہ کسی بزرگ کے پاس لے جاؤ اس نے کہا میرا ایک ہم سبق ہے داؤد چلو ان کے پاس چلتے ہیں عشاء کی نماز پڑھ کر ان کے دروازے پر گئے امام یوسف نے آواز دی وہ بڑا خوش ہوا کہ میرا ہم سبق آیا دروازے پر پہنچا دیکھا ہارون الرشید کھڑا ہے دروازہ پھر بند کر دیا کہ میں ظالم کو اپنے گھر میں گھسنے نہیں دوں گا نہ کہ میں اس کا استقبال کروں تو داؤد نے دروازہ بند کر دیا کہنے لگا کہ میں ظالم کا قدم اپنے صحن میں نہیں لگنے دوں گا۔ امام یوسف ان کی والدہ کے پاس گئے کہ بادشاہ آیا ہے بیٹے کو سمجھاؤ بادشاہ کا بھی حق ہے آپ کا بھی حق ہے شاید مان جائے ماں نے کہا کہ ماں ہونے کا حق ادا کرو اور بادشاہ سے ملاقات کر لو دروازہ کھولا مگر کھولتے ہی چراغ بجھایا کہ ظالم کے چہرے پر میری نگاہ نہ پڑے "آج کابینہ مشرف کے ہاتھ چوم رہی ہے اور اس نے شرط بھی لگائی کہ تمہارا وزیر اعظم پارلیمنٹ میں

حلف نہیں اٹھائے گا میرے گھر میں اٹھائے گا اس نے کہا حضور اٹھاؤں گا گھر تو دور کی بات ہے آپ کے جوتوں میں بھی" اندھیرے میں ملاقات ہوئی بادشاہ نے اجازت لیتے وقت کچھ رقم پیش کی فرمایا مجھے رقم کی ضرورت نہیں میں نے باپ کا مکان بیچا ہے اور وہ رقم میرے پاس ہے امام یوسف نے کہا کہ کتنی رقم باقی ہے کہتے ہیں باقی کھا چکا ہوں "۱۰" روپے باقی ہیں فرمانے لگے کہ یومیہ خرچہ کتنا ہے کہتے ہیں یومیہ ایک روپیہ کہنے لگے کہ دس دن میں ختم ہو جائے گا فرمایا میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ یہ حلال کمائی ختم ہو مجھے دنیا سے اٹھا لے وہ واپس چلے گئے دس دن گزر گئے امام یوسف نے طالب علموں کے اسباق موقوف کر دیے کہ داؤد طائی آج مر چکے ہونگے اس کے جنازے کے لیے جاتے ہیں یہ اعلان کر رہے تھے کہ اطلاع آئی کہ داؤد طائی کا انتقال ہو گیا ہے دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ حلال کمائی تھی آج تو سیٹھ کے "۲۰" لاکھ انعامی بانڈ نکلے تو ایک لاکھ مولوی کو بھی دیتا ہے کہ زہر تم بھی پی لو اکٹھے جہنم چلے جائیں گے اس لیے قرآن کریم بتاتا ہے کہ اللہ پر اعتماد کرو اللہ "رب العٰلمین" ہے پالنے والا اگر کل کا دن آپ کی زندگی میں ہے جیسے موت ہمیں تلاش کرتی ہے ہم نے موت کو کبھی تلاش نہیں کیا رزق بھی آپ کو تلاش کرتا ہے۔

اس لیے قرآن نے اللہ کی صفات میں بیان فرمایا "رب العٰلمین"

-------☆-------

درس نمبر ۳۹

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

پالنے والا ہے تمام جہانوں تمام مخلوقات کا کیونکہ اللہ "رب العالمین" ہے ساری مخلوق کو وہ پالتا ہے اس لیے اس تربیت کی خاطر اللہ نے فرمایا کہ انسان اپنے مال میں حرکت پیدا کرے۔

کیونکہ ایک شخصی زندگی ہے ایک اجتماعی زندگی ہے شخصی زندگی کا دارومدار خون کی حرکت پر ہے خون جب تک حرکت میں ہے تو انسان کی شخصی زندگی باقی ہے اور اگر خون ٹھنڈا ہو جائے تو انسان مر جاتا ہے تو اجتماعی زندگی کا دارومدار مال پر ہے اور خون میں تو حرکت ضروری تھی زندگی کے لیے تو مال میں حرکت ضروری ہے اجتماعی زندگی کے لیے اس حرکت کے سلسلے میں اللہ نے آپ پر زکوۃ واجب کی تاکہ زکوۃ حرکت کر کے امیر سے غریب کے ہاتھ میں پہنچے اور وہ پلے اسلام نے آپ پر صدقہ فطر واجب کیا تاکہ صدقہ فطر کا پیسہ آپ سے حرکت کر کے غریب تک پہنچے اور غریب پلے اسلام نے امیر پر قربانی دینی واجب کردی تاکہ قربانی کا گوشت امیر سے حرکت کر کے چلے اور غریب کے پیٹ میں پہنچے اور وہ بھی پلے پھر اللہ نے صدقات کے لیے مقدار مقرر فرمائی ہے کہ نقدی میں سے چالیسواں حصہ دو ہر چالیس میں سے ایک روپیہ

زمین کی پیداوار اگر زمین بارانی ہے تو دسواں حصہ فقیر تک پہنچاؤ اور اگر راکھ اور نہری زمین ہے تو اس کا بیسواں حصہ غریب کو پہنچاؤ اور اگر معدنیات ہیں ذخائر ہیں، گیس

، پٹرول، سونا، چاندی، کوئلہ زمین سے نکلے تو اس کا پانچواں حصہ غریب کے گھر پہنچاؤ یہ اللہ نے مال میں حرکت اس لیے پیدا کی کہ اگر پورے شہر کا پیسہ میرے پاس ہو تو باقی بیچارے تو بھوکے، ننگے، پیاسے، بغیر رہائش کے تڑپ تڑپ کے دم توڑ دیں گے اس لیے اسلام نے امیر پر صدقات، صدقہ فطر، قربانی، زکوۃ، اور زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ اگر وہ بارانی زمین ہو اگر نہری زمین ہے تو بیسواں حصہ اگر زمین سے معدنیات اور ذخائر نکلیں تو غریب کے گھر اس کا پانچواں حصہ پہنچاؤ آج حکومت اس کا پانچواں حصہ دے کوئلہ کا پانچواں حصہ لے لیتی ہے اور اپنی تجوریاں بھر دیتی ہے تو "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضہ یہ تھا کہ مال کے اندر حرکت پیدا ہوتی کہ صرف امیر نہ پلے بلکہ غریب بھی پلے۔

اور پھر موت کے بعد بھی اللہ نے حرکت پیدا کی میں مرا تو میرا مال میرے ساتھ دفن نہیں ہوگا اس کو ورثاء کی طرف منتقل کر دیا جائے گا کہ اب تک تو یہ مزے اڑاتا رہا اب اس کے مال میں حرکت پیدا کرو تا کہ اس کے غریب رشتہ داروں کو میراث مل جائے اور وہ بھی پھلیں اور پھولیں یہ دنیا کا جتنا نظام آپ کو دکھائی دیتا ہے یہ اللہ کے "رب العٰلمین" ہونے کے کرشمے ہیں یہاں تک یہ جو ہماری موت ہے اس سے بھی ہماری تربیت ہو رہی ہے اور وجہ یہ کہ اللہ صرف دنیا میں ہمارا رب نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی رب ہے اور آخرت میں بھی رب ہے اور اس ربوبیت کو پروان جو چڑھاتی ہے وہ موت ہے دیکھو اگر مجھے موت یاد نہیں ہے تو پھر دنیا کے ساتھ میرا تعلق ہوگا کوٹھی سے مجھے محبت ہوگی گاڑی سے مجھے محبت ہوگی زمین فیکٹری دکان سے مجھے محبت ہوگی تو آخرت کو بھول جاؤں گا تو آخرت میں پلوں گا یا سانپ اور بچھو کا شکار ہو جاؤں گا لیکن جب مجھے موت یاد ہے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے کھانا پینا ہے مرنے کے بعد بھی مجھے پہننا ہے مرنے کے بعد بھی میں غذاؤں اور مکان کا محتاج ہوں تو اب میں نے اعمال کرنے ہیں اور ان نیک اعمال کی وجہ سے میں آخرت میں پلوں گا۔

دیکھو ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں ان میں یہ تعلق ہے کہ جو پلڑا جھک جائے تو

دوسرا آٹو میٹک اوپر ہو جاتا ہے جو اوپر ہو جائے تو دوسرا آٹو میٹک نیچے ہو جاتا ہے تو یہ دنیا اور آخرت ایک ترازو ہے دنیا ایک پلڑا ہے اور آخرت دوسرا پلڑا ہے ہم جو صبح سے شام تک مکان بنانے میں، کپڑا بنانے میں، پیٹ بھرنے میں، پیسے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں تو ہمارا دنیاوی پلڑا جھکا ہوا ہے آخرت کا پلڑا ہلکا ہے ہمیں یہ انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ قیامت آئے گی اور میرا نامہ اعمال تولے جائیں گے ابھی تول لیے جاتے ہیں چوبیس گھنٹے میں میں تیئیس گھنٹے دنیا میں گزارتا ہوں اور پانچ نمازوں میں ایک گھنٹہ بھی نہیں دیتا آخرت کے پلڑے میں ایک گھنٹے کے اعمال ہیں اور دنیا کے گھنٹے میں تیئیس گھنٹے کے اعمال ہیں میں تو خود فیصلہ کروں گا کہ میرا دنیاوی پلڑا بھاری ہے آخرت کا پلڑا ہلکا ہے تو اب میں آخرت میں کیسے پلوں گا تو اللہ نے موت مقرر کی موت نے مجھے بتایا کہ یہ کھوکھے پر جو تم وقت صرف کرتے ہو اس سے تمھیں نکالا جائے گا موت آنے پر یہ کپڑوں پر جو آپ وقت صرف کرتے ہیں یہ تختہ پر تم سے اتارے جائیں گے یہ عہدہ جس پر تم کٹتے اور مرتے ہو یہ عہدہ موت پر تم سے چھینا جائے گا یہ گاڑی اور یہ موبائلیں موت پر چھینے جائیں گے موت کہتی ہے کہ ان چیزوں سے دل نہ لگاؤ اور جب ان سے دل نہ لگے تو اب یہاں مشغولی کم ہوگی تو دنیا کا پلڑا ہلکا ہوگا تو آخرت کا پلڑا جھک جائے گا اب میں آخرت میں پل سکتا ہوں تو یہ موت آخرت میں پلنے کا ذریعہ ہے کیونکہ اللہ "رب العٰلمین" ہے اس "رب العٰلمین" کا کرشمہ یہ ہے کہ اس نے موت کو پیدا کر دیا کہ اگر موت نہ ہوتی تو انسان دنیا میں مگن ہوتا تو دنیا کا پلڑا بھاری ہوتا آخرت کا پلڑا ہلکا ہوتا پلنے کی بجائے مشکل ہو جاتی اور اللہ کو منظور ہے کہ آپ کو آخرت میں بھی پالے یہ نہ سمجھیں کہ ہم مر گئے تو ختم ہو گئے۔

حضور جنازے میں دعا پڑھتے تھے "اللھم بدلہ دارا خیرا من دارہ" یا اللہ اس مکان سے بہتر مکان اس کو عطا کر "ورزقا خیرا من رزقہ" اس رزق سے وہاں اچھا رزق دے "ومجلسا خیرا من مجلسہ" اور یا اللہ یہاں کے دوستوں سے بہتر دوست عطا فرما تو ہم یہاں پلنے کے محتاج نہیں آخرت میں بھی پلنے کے محتاج ہیں اب

اگر موت نہ ہوتی تو پھر ہم چوبیس گھنٹے دنیا میں گزارتے تو دنیاوی پلڑا بھاری ہوتا اور آخرت کا پلڑا بھاری نہ ہوتا پھر وہاں پلنا ہمارے لیے مشکل ہوتا۔

یہ انسان کا دل و دماغ چکی کی طرح ہے چکی میں اگر آپ پتھر پیسنا شروع کریں تو پیسنے کے بعد آپ کو روٹی مل سکتی ہے مٹھائی جیسی مل سکتی ہے ریت سے تو کچھ نہیں بنتا اور اگر آپ چکی میں گندم پیسیں تو اس کے بعد آپ کو روٹی ملے گی یہ سمجھ لو ہمارے دل و دماغ چکی ہیں اور دنیاوی اعمال ریت ہیں اور نیک اعمال بہترین دانے ہیں اگر ہم نیک اعمال پیسنا شروع کریں گے اتنا آٹا نکلے گا کہ قبر اور جنت میں کھا کر ختم نہیں ہوگا پلیں گے پھولیں گے تو اللہ نے موت مقرر فرمائی ہے یہ بھی "رب العالمین" ہونے کی وجہ سے کہ اگر ان کو موت کا خطرہ نہ ہو تو پھر تو یہ چوبیس گھنٹے دنیا میں مگن ہوں گے تو ان کا دنیاوی پلڑا بھاری ہوگا موت نے ہمیں یہ فائدہ پہنچایا کہ پلڑا میں توازن رکھا۔

دوسرا فائدہ موت نے ہمیں یہ پہنچایا کہ دیکھو اگر یہاں کے چوہدری وہاں سونے کا ڈھیر لگا دیں اور کہیں کہ اب سات بجے ہیں آٹھ بجے تک کوئی لوٹنا چاہے اٹھا لے آٹھ بجے کے بعد ایک ماشہ سونا نہیں اٹھا سکتا تو ہم تمام کام چھوڑ کر سونا اٹھانے میں لگ جائیں گے کہ ایک گھنٹے کے بعد ایک ماشہ بھی نہیں ملے گا تو اللہ نے بھی اس دنیا میں نیک اعمال کا سونا رکھ دیا ہے اور فرمایا موت تک جتنے اعمال کر سکتے ہو کر لو کوئی روک ٹوک نہیں ہے موت کے بعد تم چاہو گے کہ میں روزہ رکھ لوں نہیں رکھ سکتے چاہو گے میں نماز پڑھ لوں نہیں پڑھ سکتے چاہو گے میں سخاوت کروں نہیں کر سکتے جو جس آدمی کے سامنے موت ہو یقیناً وہ نیک اعمال میں ضرور مشغول ہوگا کہ موت کے بعد تو کچھ بھی نہیں ہے تو موت نے ہمیں دنیا سے روکا اور موت نے ہمیں نیک اعمال پر ابھارا تا کہ موت کے بعد ہماری تربیت ہو یہ ہے "رب العٰلمین"

اور اگر ہم یہاں بد اعمال کریں تو پھر نہ وہاں روح پلے گی اور نہ جسم پلے گا کفار کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں یہ جسم نہیں جائے گا اس کو عذاب نہیں ہوگا اگر بالفرض ہو تو روح کو

ہوگا کیونکہ روح کے بغیر یہ جسم نہ تو چوری کرسکتا ہے اگر یہ لاشا پڑا ہو نہ زنا کرسکتا ہے نہ شراب پی سکتا ہے جو کچھ کرتی ہے روح کرتی ہے لیکن شریعت کا مسئلہ ہے کہ قیامت کے دن یہی جسم اٹھے گا یہی روح بیچ میں ہوگی اور خدانخواستہ سزا ہوگی تو دونوں کو۔

مولانا روم نے مثال پیش کی ہے کہ بٹ صاحب اندھا اور میں لنگڑا اب اس کے پاؤں ہیں لیکن یہ پھل نہیں دیکھ سکتا میں پھل دیکھتا ہوں لیکن میرے پاؤں نہیں ہیں تو بٹ صاحب نے مجھے کندھوں پر اٹھایا تو میں نے کسی باغ کے پھل توڑ لیے تو مالک آئے گا تو صرف بٹ کی پٹائی کرے گا یا دونوں کی کرے گا؟ دونوں کی اس کے پاؤں کا جرم ہے اور اس کے ہاتھ اور آنکھ کا جرم ہے تو جسم اندھا ہے روح کے بغیر اور روح لنگڑی ہے اس کے پاؤں نہیں روح جسم کے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے اور جسم اس کو اٹھا لیتا ہے تو مجرم دونوں ہیں اس لیے اللہ سزا دے گا تو دونوں کو "ربّ العٰلمین" ہونے کا تقاضہ تھا کہ موت مسلط ہوتی کہ لوگ گناہ چھوڑ کر دنیا کا جو پلڑا بھاری تھا وہ ہلکا ہو جائے اور موت کا تقاضہ تھا کہ انسان جلد از جلد نیکیاں جمع کرے تا کہ مرنے کے بعد کام آئیں تو یہ مال کے اندر حرکت اور پھر موت کی پیدائش یہ تمام "ربّ العٰلمین" ہونے کے کرشمے ہیں۔

اس لیے اللہ نے فرمایا میں "ربّ العٰلمین" ہوں میں نے مال میں حرکت پیدا کی میں نے موت دی تا کہ لوگ چوکنے رہیں۔

---☆---

درس نمبر ۴۰

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

پالنے والا ہے تمام جہانوں تمام مخلوقات کا مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ اللہ کے "رب العالمین" ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے ہمیں زندگی عطا کی اور ایک دلیل اللہ کے پروردگار ہونے کی یہ ہے کہ وہ ہمیں موت دیتا ہے زندگی بھی پالنے کا ذریعہ ہے اور موت بھی پالنے کا ذریعہ ہے زندگی کیسے پلنے کا ذریعہ ہے۔ تو انسان کے جسم کے اندر اللہ نے روح پھونکی اس روح کا تعلق انسانی جسم کے ساتھ ایسا ہے جیسے بادام کی گری کے اندر روغن ہے جب تک گری میں روغن تیل ہے تو وہ گری تر و تازہ اور اگر اندر کا روغن اور تیل خشک ہو جائے سوکھ جائے تو وہ گری مرجھا جاتی ہے خشک لکڑی اور برادے کی طرح بن جاتی ہے تو جو تعلق روغن اور تیل کا ہے گری کے ساتھ وہی تعلق انسانی روح کا ہے جسم کے ساتھ اگر روح اندر ہے تو جسم جو گری کی مانند ہے یہ تر و تازہ ہے اور اگر روح والا روغن اور تیل نکل جائے تو یہ جسم جو ایک گری ہے مرجھا جاتا ہے ٹوٹ جاتا ہے پھٹ جاتا ہے۔

یہ سمجھو کہ یہ آپ کا جسم پھول ہے اور روح اس کے اندر خوشبودار عرق ہے پھول کی تازگی اور حسن اندرونی عرق کی وجہ سے ہے جب تک خوشبودار عرق ہے تو پھول تر و تازہ ہے حسین اور سرخ ہے اور اگر اندر کا عرق سوکھ جائے تو پھر پھول کی پتی تازی نہیں ہے مرجھا جاتی ہے خوشبو بھی ختم ہو جاتی ہے انسان سمجھے کہ میرا جسم پھول ہے اور اس کے اندر جو روح ہے وہ عرق گلاب کی مانند ہے جب تک عرق اندر رہے گا تو یہ پھول تر و تازہ ہوگا اور اگر روح والا عرق اس سے نکل جائے تو پھر یہ جسم جو پھول کی مانند ہے یہ مرجھا جائے گا بلکہ تار

تار ہو جائے گا۔

کوئلے کے اندر آگ ہے اس اندرونی آگ کی وجہ سے کوئلہ بھٹی کو گرماتا ہے جب وہ اندرونی آگ ختم ہو جاتی ہے تو کوئلہ مٹی ہو جاتا ہے تو گویا کہ یہ انسانی جسم کوئلہ ہے اور اندرونی روح آگ کی مانند ہے کہ جب تک یہ آگ اندر ہے تو کوئلہ دنیا کی بھٹی کو روشن کرے گا اور اگر اندرونی چنگاری ختم ہو جائے تو پھر جسم سے دنیا بدبودار ہو جائے گی جسم گلے گا سڑے گا۔

تو انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونک دی اور آپ کہتے ہیں کہ وہ روح تو دکھائی نہیں دیتی تو ہم کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح ہے ہی نہیں تو دیکھو پھول میں خوشبو ہے لیکن وہ خوشبو دکھائی تو نہیں دیتی کوئلے کے اندر آگ ہے مگر وہ آگ دکھائی تو نہیں دیتی یہ ہمارے سامنے فضا میں ہوا ہے لیکن ہوا دکھائی تو نہیں دیتی لیکن نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں کہ ہوا ہے ہی نہیں انسانی جسم کے اندر روح موجود ہے البتہ یہ جسم گھٹتا ہے اور بڑھتا ہے روح ایک ہی حالت میں رہتی ہے البتہ کبھی اس کی روشنی دھیمی ہوتی ہے کبھی اس کی روشنی تیز ہوتی ہے پھر اس کی روشنی دھیمی پڑ جاتی ہے۔

جیسے سورج گھٹتا اور بڑھتا نہیں ہے لیکن طلوع کے وقت اس کی روشنی کمزور ہوتی ہے اور سر پر آتے وقت بالکل تیز ہو جاتی ہے اور غروب کے وقت پھر روشنی دھیمی ہو جاتی ہے تو انسان کی روح آفتاب ہے بچپن میں بھی انسان میں روشنی کم ہوتی ہے جوانی میں روشنی پوری جوان ہوتی ہے اور بڑھاپے میں پھر روشنی دھیمی پڑھ جاتی ہے۔

تو انسان کے اندر اللہ نے روح پیدا کی کیوں؟ تربیت کے لیے اگر روح نہ ہوتی تو یہ جسم سجدہ نہ کر سکتا رکوع نہ کر سکتا یہ تلاوت نہ کر سکتا یہ ذکر نہ کر سکتا تو آخر پھلنے پھولنے کے قابل نہیں تھا تو پالنے کے لیے اللہ نے اس میں روح پھونک دی تاکہ انسان کو زندگی ملے تو یہ زندگی اللہ کے "ربّ العٰلمین" ہونے کی دلیل ہے روح نہ ہوتی تو روحانی تربیت جسم کو نہ ملتی اور اگر جسم نہ ہوتا تو روح کو بھی ترقی نہ ہوتی روح کے پاس تو سجدہ کے لیے پیشانی نہیں رکوع کے لیے کمر نہیں ہے تسبیحات، قرآن پڑھنے کے لیے زبان نہیں ہے تو اس لیے اللہ نے دونوں کو مربوط کر دیا تاکہ زندگی سے جسم بھی پلے اور روح بھی یہ تو انسانی زندگی اللہ کے "ربّ

العٰلمین" ہونے کی دلیل ہے۔

اور پھر انسان کی موت یہ بھی اللہ کی ربوبیت کی دلیل ہے دیکھو اگر میں ایک لمحے میں مر جاؤں تو مجھے روحانی ترقی نہیں ہو سکتی کیونکہ جو جنت کے بلند مقامات ہیں میرے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ مجھے اس مقام تک پہنچا دیں تو اللہ نے موت میں سختی رکھ دی تاکہ سختیوں کی وجہ سے میرے گناہ معاف ہو جائیں اور میں ہلکا ہو جاؤں اور با آسانی اونچے مقامات تک پرواز کر جاؤں یہ مسلمان کے لیے موت کی جو سختیاں ہیں یہ انسان کی تربیت کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ موت کی سختیاں دے کر انسان کو سزا نہیں دیتا اور نہ انسان پر اللہ ظلم کرتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ انسان کے لیے اللہ جنت میں اعلیٰ مقام تیار کرتا ہے پھر اس کے نیک اعمال اس قابل نہیں ہوتے کہ اس آدمی کو اس مقام تک پہنچا دیں تو اللہ کبھی دنیا میں پریشانیاں مسلط کرتا ہے کبھی نزع کی حالت میں پریشانی مسلط کر دیتا ہے موت کی سختی انسانی تربیت اور ترقی کے لیے ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کو لوگوں نے کہا کہ آپ نئے نئے مردوں کو زندہ کرتے ہیں وہ مرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ اصل میں ان پر غشی طاری ہوتی ہے پھر آپ اس کو اٹھاتے ہیں کہ میں نے اس کو زندہ کیا آپ کسی پرانی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو زندہ کریں حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو لے کر ایک پرانی قبر جو کہ اجڑ چکی تھی اس پر کھڑے ہوئے اور کہا "قم باذن اللہ" وہ کھڑا ہو گیا عیسیٰؑ نے پوچھا آپ کب مرے فرمایا میں آدمؑ کا پوتا ہوں یعنی تقریباً "۲۱،۲۰" ہزار سال پہلے مر چکا تھا فرمایا موت کی سناؤ موت کی کیا تکلیف ہے کہتے ہیں "۲۲،۲۱" ہزار سال گزرنے کے باوجود آج تک موت کی تلخی محسوس ہوتی ہے یہ موت کی تلخیاں اللہ کا ظلم نہیں یہ تو میری گناہوں سے توبہ ہے تو جس طرح انسان کی زندگی اللہ کی ربوبیت کی دلیل ہے تو انسان کی موت بھی اللہ کی ربوبیت کی دلیل ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک ہزار نوجوان اور ان کے ہاتھوں میں ایک ہزار تلواریں ہوں اور وہ ایک آدمی پر حملہ کریں اور اس کی ایک ہزار بوٹیاں بنائیں ایک ہزار بوٹیوں کی اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی تکلیف جان کنی کی ہے یہ ہے موت کی سختی اللہ تعالیٰ نے

یہ اس لیے مقرر کی ہے تا کہ اس سے انسان کی روحانی تربیت حاصل ہو جائے اور تربیت یہ ہے کہ اس سے بلند مقامات اللہ پاک عطا کر دیں تو انسانی زندگی ہو یا انسانی موت ہو یہ دونوں خدا کے رب ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے ایک خالی دیگ کو آگ پر رکھو اور جب وہ لال سرخ ہو جائے تو اس میں ایک زندہ پرندہ اتارو اور اوپر ڈھکنا رکھو جو کچھ اس پرندے پر لال دیگ میں گزرتا ہے اس سے بھی زیادہ تکلیف جان کنی کی ہوتی ہے۔

یہ صرف اس لیے کہ انسان کو تربیت حاصل ہو جائے اور وہ ترقی کر سکے تو انسان کی زندگی ہے یا انسان کی موت یہ دونوں خدا کے رب ہونے کی دلیلیں ہیں اس لیے موت کی سختی گناہ کی دلیل نہیں ہے یہ درجات بلند ہونے کی دلیل ہے۔

عمرو ابن عاص بہت بڑے صحابی ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ مرنے والا مرتا ہے نہ آنسو بہاتا ہے نہ زبان سے فریاد کرتا ہے اور گزر جاتا ہے جب میں مرنے کے قریب ہوں گا تو میں موت کی کیفیت بیان کروں گا جب خود حضرت موت کے منہ میں پہنچے تو اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمرو ابن العاص نے پوچھا ابا جان موت کی کیفیت بیان کرو فرمایا بیٹے ایک چکی ہے اس کا نیچے پاٹ زمین ہے اوپر پاٹ آسمان ہے میں ان دو پاٹوں میں پس رہا ہوں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سات آسمان کسی نے میرے سینے پر رکھ دیے ہیں اور مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے اتنی تکلیف ہے۔

حضور نے بھی فرمایا کہ موت کی تکلیف کا اس سے اندازہ لگاؤ کہ گیلی روئی ہو اون ہو اور اس میں کانٹے دار شاخ پھنسی ہو پھر زور سے کھینچو تو وہ اس اون کو تار تار کر کے رکھ دے گی اسی طرح روح نکلنے سے انسان کا اندر گوشت پارہ پارہ ہو جاتا ہے رگ رگ کٹ جاتی ہے یہ سختیاں اس لیے ہیں تا کہ انسان کو آخرت میں بلند مقام مل جائے۔

اسی تربیت کا معنی ہے " رب العلمین " کہ اللہ " دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے۔"

------☆------

درس نمبر ۴۱

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ربّ العٰلمین"

اللہ تعالیٰ پالنے والا ہے تمام مخلوقات کو تمام جہانوں کو مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو پالتا ہے دو طریقوں سے پالتا ہے ایک عام مخلوقات کی تربیت کرتا ہے اور ایک اپنے خاص بندوں کی تربیت کرتا ہے۔

عام تربیت غذاؤں سے، لباسوں سے، مکانات سے، مشروبات سے کرتا ہے یہ تربیت عام ہے کھلا کر پالتا ہے، پلا کر پالتا ہے، بسا کر پالتا ہے اور یہ تربیت عام اس لیے ہے کہ کوئی جاندار ایسا نہیں جسے اللہ تعالیٰ نہ کھلاتا ہو نہ پلاتا ہو "ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" یہ تربیت عام ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کھلاتا ہے تو جانوروں کو بھی کھلا کر پالتا ہے جس پانی کو پی کر ہم پیاس بجھاتے ہیں وہی پانی گدھے اور کتے پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں جو غذائیں ہم کھا کر اپنی بھوک کو دور کرتے ہیں وہ غذائیں کھا کر جانور اپنی بھوک دور کرتے ہیں جس ہوا میں ہم سانس لے کر زندگی بچاتے ہیں اسی ہوا میں کتے اور گدھے سانس لے کر اپنی زندگی بچاتے ہیں۔

ان تین چیزوں سے اگر مسلمان پلتے ہیں تو انہی تین چیزوں سے ہندو، سکھ اور عیسائی بھی پلتے ہیں اس کا نام تربیت عام ہے اس میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں "ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" بلکہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کو اچھا کھلاتا پلاتا ہے دوستوں کو روکھی سوکھی کھلاتا ہے دشمنوں کو مرغن کھانے کھلاتا ہے اس لیے اگر یہ ہم فخر کریں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا، عمدہ کھانا دیا، عمدہ لباس دیا، اونچی کوٹھی دی، بڑی

کاردی یہ سعادت کی نشانی نہیں ہے اس تربیت میں تو ہمارے ساتھ جانور بھی شریک ہیں اور ھندو، سکھ عیسائی، یہودی شریک ہیں

اور آپ یہ نہ کہیں کہ ہم گوشت کھاتے ہیں اور کتے ہڈی کھاتے ہیں حدیث میں ہے کہ جو لذت آپ کے لیے گوشت میں ہے وہی لذت اللہ تعالیٰ نے کتے کے لیے ہڈی میں رکھ دی ہے جو لذت آپ کو مرغا بھون کر کھانے میں محسوس ہوتی ہے وہی لذت جانوروں کو گھاس کھانے میں ہوتی ہے لذت مرغی میں تو نہیں ہے لذت اندر کی چیز ہے ایک آدمی گلے تک سیر ہوا ہے وہ مرغی کو دیکھ کر الٹی کرے گا اس کے لیے اس میں کوئی لذت نہیں ہے اور دوسرا آدمی بھوکا ہے وہ سوکھی روٹی کھائے گا اسے بڑا مزہ آئے گا یہ تربیت عامہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کھانے کیلئے عمدہ دے، پہننے کے لیے اعلیٰ اور قیمتی لباس دے، رہنے کے لیے مکان دے، سواری کیلئے بڑی گاڑی دے تو آپ اس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہوں یہ تو جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے ہمارے ہاں شرافت کا معیار مال اور دولت ہے لیکن قرآن اس کی تردید کرتا ہے حدیث اس کی تردید کرتی ہے کہ مالدار ہونا یہ شرافت کا معیار نہیں ہے ہمارے ہاں امیر آدمی جھوٹ بھی بولے تو ہم کہتے ہیں واہ واہ کتنی سچی بات کہی اور غریب آدمی سچی بات بھی کرے تو ہم کہتے ہیں بیٹھ جاؤ تمہیں بات کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا حالانکہ امیر کے کہنے سے جھوٹ سچ نہیں ہوتا اگر امیر کہے دو ضرب دو پانچ ہوتے ہیں کیا یہ سچ ہو سکتا ہے اور اگر غریب آدمی کہے تو دو ضرب دو چار ہوتے ہیں تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

لیکن یہاں خاص طور پر پنجاب میں کسی کو گنجا پکارتے ہیں جب وہ مالدار ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ حاجی صاحب لگا دیتے ہیں کہ اب مال آگیا امیر آدمی اگر گنجا بھی ہو تو لوگ کہتے ہیں حج مبارک ہو عمرہ کر کے آئے ہیں اور غریب آدمی اگر حج کر کے آئے اور ٹنڈ کرائے تو کہتے ہیں او گنجے۔ بہر حال حدیث میں ہے کہ یہ تربیت عام کو دیکھ کر خوش فہمی

میں مبتلا نہ ہوں بلکہ بعض اوقات یہ کھانا پینا خدا کے غضب کی نشانی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ پہلی امتیں جب گناہوں میں مبتلا ہو جاتی تھیں "فتحنا ابواب کل شیئ" تو میں نے ان کی تجارتیں کھول دیں، صنعتیں چمکا دیں، دولتیں بڑھا دیں، عزتیں چمکا دیں اور جب وہ خوب مستی میں پہنچے "اخذنا بغتة" اچانک میں نے ان کو پکڑ لیا۔

ایک ہے تربیت خاص اللہ تعالیٰ تربیت خاص دو چیزوں سے کرتا ہے ایک علم سے اور ایک عمل سے۔ اللہ تعالیٰ جس کو علم دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کی تربیت کی۔ ربوبیت خاص علم اور عمل ہیں علم اگر براہ راست خدا سے ملے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور اگر خدا سے علم حاصل کرے نبی کی وساطت سے وہ صدیقین ہیں اور اگر عمل میں آگے ہیں اور اگر انتہاء تک کرے یہاں تک کہ اپنا گلہ بھی کٹوا دے وہ شہداء ہیں "منھم من قضیٰ نحبه" اور اگر اس سے ذرا پیچھے رہے تو وہ "ومنھم من ینتظر" وہ صالحین ہیں یہ چار گروہ ہیں۔

ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کہتے ہیں یا اللہ ہمیں ان چار گروہوں میں شمار فرما "الذین انعمت علیھم" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الذین انعم اللہ علیھم اولئك الذین انعم من النبین ولتھدار بعاطینه من النبین والصدیقین والشھداء والصٰلحین" اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن کی صرف تربیت عامہ ہو موت کے وقت ان کو جہنم دکھائی دے گی اور جن کے ساتھ تربیت روحانی ہو خاص تربیت ہو مرتے وقت انکو جنت دکھائی دے گی قرآن بتلاتا ہے "ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون" آپ کی روح ابھی بدن میں ہو گی جنت آپ کو دکھائی دے گی۔

یہ جو روح ہے اس کی مثال آئینہ کی ہے آئینہ کے پیچھے گتہ ہوتا ہے اور اس کے سامنے آپ کا چہرہ ہوتا ہے آئینہ اپنے پیچھے گتہ آپ کو دیکھنے نہیں دیتا اور آپ کا چہرہ آپ کو دکھائی دیتا ہے اس وقت روح کے پیچھے گتہ ہے اور وہ آخرت ہے دنیا جو ہے وہ ہمارا چہرہ ہے اس وقت روح میں دنیا نظر آتی ہے یہ فیکٹری ہے زمین ہے تجارت ہے صنعت ہے اور وہ گتہ

دکھائی نہیں دیتا موت کے وقت دنیا گتہ بن جائے گی اور آخرت چہرہ بن جائے گی مرنے کے قریب انسان کو دور تک راستہ نظر آتا ہے کہ اب میرے ساتھ قبر میں کیا ہونے والا ہے میدان محشر میں پل صراط سے کیسے گزروں گا آخری ٹھکانہ جنت ہوگی یا خدانخواستہ جہنم۔

اور جن کی تربیت خاص ہے تو علم میں سب سے اونچے انبیاء علیہم السلام ہیں تو جنت میں سب سے اونچا درجہ انبیاء اکرام علیہم السلام کا ہے دوسرا صدیقین کا تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا مگر حدیث میں ہے کہ ترتیب تو یہ ہے کہ پہلے انبیاء اونچے ہوں گے اس کے بعد صدیقین ہوں گے اس کے بعد شہداء ہوں گے اس کے بعد صالحین مسلمان ہوں گے علماء ان صدیقین میں شہداء سے اوپر ہوں گے کیونکہ حدیث میں ہے کہ عالم جس سیاہی سے ایک دینی مسئلہ لکھتا ہے اس سیاہی کا ایک قطرہ سو شہیدوں کے خون سے بھاری ہے۔

آج آپ لوگ فلمی ایکٹر جانتے ہیں کہ فلاں فلمی ایکٹریہ ہے اور شہر کے مولویوں کو کوئی بھی نہیں جانتا مولانا سرفراز صاحب ایک زمانے میں انجمن تھا آج کسی شہری نے پوچھا ہے کہ وہ زندہ ہے یہ اپنی کمزوری ہے انہوں نے جو مقام حاصل کرنا تھا کرلیا تربیت خاص علم اور عمل سے ہے جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا جنت میں مرتبہ زیادہ ہوگا انبیاء علیہم السلام ہوں گے صدیقین ہوں گے شہداء ہوں گے صالحین ہوں گے اور جتنی روحانی تربیت زیادہ ہو ان پر انعامات زیادہ ہوں گے۔

حاکم نے اپنی تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ میرا والد بہت بڑا عالم بھی تھا لیکن مجاھد بھی تھا وہ بغداد کی لڑائی میں شہید ہو گیا میں نے پہلی رات خواب میں دیکھا کہ جنت میں بیٹھا ہوا پھل کھا رہا تھا میں بھی قریب بیٹھا مجھے بھی ایک خوشہ پکڑایا میں نے ایک دانہ منہ میں ڈالا کہ آنکھ کھل گئی فرمایا کہ موت تک مجھے کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی جتنا درجہ بلند ہے اس قدر مقام اللہ تعالیٰ بلند عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ "رب العلمین" میں مخلوق کا پالنے والا ہوں اس میں تربیت عام بھی ہے اور تربیت خاص بھی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین بھی مخلوق میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ ان کی تربیت عام بھی کرتا ہے اور تربیت خاص بھی

کرتا ہے اور جس قدر تربیت خاص بڑھتی ہے تو ان مادی غذاؤں کی کم ضرورت پڑتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے پاس خدا کے بعد سب سے بڑا علم تھا عمل میں سب سے آگے تھے آپ کو کھانے کی ضرورت بہت کم پڑتی تھی۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ عمر مبارک تریسٹھ سال تھی تریسٹھ سال میں آپ ﷺ نے چار من بیس کلو کھانا کھایا جو فی وقت ایک تولہ بھی نہیں آتا ہم ایک ہفتے میں ایک من کھا جاتے ہیں پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے تھے تو اٹھارہ دن بعد روزہ افطار کرتے تھے ایک روزہ اٹھارہ دن لمبا ہوتا تھا اور جب حضرات صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے بھی شروع کیا تو حضور ﷺ کے پیچھے جماعت کھڑی تھی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو صرف ایک آدمی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے تھے باقی سب بھوک کی وجہ سے غشی کھا کر گر گئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا "ایکم مثلی یطعمنی ربی ویسقینی" تم میرے جیسے نہیں مسلسل روزے نہ رکھو خدا کا ذکر، فکر میرے رگوں میں رچا ہوا ہے مجھے مادی غذاؤں کی ضرورت کم پڑتی ہے۔

آپ دیکھتے ہیں یہ پہلوان لوگ ہیں یہ علم وعمل سے بالکل محروم ہوتے ہیں تو کتنا کھاتے ہیں جیسے بھینس کھاتی ہے اتنی وہ سردائی لیتے ہیں اتنی لسی پی لیتے ہیں وجہ یہ ہے کہ روحانی تربیت نہیں ہے تو بھینس کی طرح ہضم کر لیتے ہیں جتنی تربیت خاص ہو کھانے پینے کی ضرورت کم پڑتی ہے اس وقت علماء بھی آپ سے کم کھاتے ہیں آپ تو ویسے ہی کہتے ہیں مولوی حلوہ کھاتے ہیں یہ سیالکوٹی دروازے پر جائیں اور پوچھیں کہ یہ مرغے سیٹھ کھاتے ہیں یا مولوی تو جواب آئے گا سیٹھ کھاتے ہیں مولوی بیچارے کو تو آپ پندرہ سو روپے دیتے ہیں پندرہ سو میں تو اس کا ناشتہ بھی نہیں چلتا یہ امیر بڑے ظالم ہوتے ہیں پندرہ سو سے زیادہ تنخواہ نہیں دیتے اس میں وہ مرغے کھائے حلوے کھائے یا بچوں کا پیٹ پالے کھاتے ہو تم اور الزام لگاتے ہو مولویوں پر۔

مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ ایک عورت نے ایک بندر کا تھا اور ایک بھینس کا بچہ رکھا تھا وہ رات کو آٹا گوندھتی تھی اور بندر کھا جاتا تھا اور پھر آ کر پنجہ بھینس کے بچے کے منہ پر

پھیرتا تھا تا کہ عورت کو پتہ چلے کہ آٹا کھانے والا بھینس کا بچہ ہے صبح وہ اٹھتی تھی کٹے کے منہ پر آٹا دیکھتی جوتا اٹھا کر خوب پٹائی کرتی تھی ایک دن پڑوسیوں نے کہا ظالم عورت یہ کوئی انسان تو نہیں ہے کٹا یہاں بندھا ہوا ہے اور آٹا وہاں ہے اس نے اپنے آپ کو کھولا وہاں جا کر آٹا کھایا پھر آ کر اپنے آپ کو باندھ دیا عقل بھی ہے کہ نہیں ایک رات اس نے دیکھا کہ بندر نے آ کر کھایا اور اس کے منہ پر مل دیا چور کا پتہ چل گیا اسی طرح یہ سب بھینس کے بچے نہیں کھاتے بندر کھاتے ہیں۔

"رب العٰلمین" جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ وہ ہمیں کھلاتا پلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کریں کہ اس نے ہماری روحانی تربیت کی ایمان روحانی تربیت ، اسلام روحانی تربیت ہے یہ نیک اعمال جو ہیں یہ روحانی تربیت ہیں یہ گناہ چھوڑ کر تقویٰ والی زندگی یہ روحانی تربیت ہے اس لیے ہم جہاں کھا کر "الحمد للہ" کہتے ہیں نماز پڑھ کر بھی "الحمد اللہ" کہیں قرآن پڑھ کر بھی "الحمد للہ" کہیں اور حضور ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جہاں کھانے پر شکر کرتے ہو وہاں اسلام پر بھی کرو "الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی من المسلمین" یا اللہ شکر ہے آپ نے کھلایا شکر ہے آپ نے پلایا شکر ہے آپ نے اسلام سے نوازا رات کو سوتے ہیں "الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی واوانی وجعلنی من المسلمین" یا اللہ شکر ہے آپ نے کھلایا شکر ہے آپ نے پلایا شکر ہے سونے کے لیے جگہ دی اور شکر ہے مسلمان بنایا۔

تو دیکھو ہر جگہ اسلام پر شکر کا ذکر ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جو آدمی ایمان اسلام پر شکر نہیں کرتا مجھے ڈر ہے کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کی دولت چھین لے گا۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۲

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب العٰلمین"

اللہ تعالیٰ رب ہے پالنے والا تمام مخلوقات تمام جہانوں کا مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ رب ہونے کے بہت سے تقاضے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پورا فرما دیتا ہے وہ جسم کو بھی پالتا ہے اور روح کو بھی پالتا ہے دنیا میں بھی پالتا ہے قبر میں بھی پالتا ہے آخرت میں بھی پالتا ہے۔

خدا کی تربیت کی ایک قسم یہ ہے کہ ہمیں روحانی طور پر پالے اور آخرت میں پالے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین روشنیاں عطا فرمائی ہیں یہ "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضہ ہے کہ اس نے انسان کو موت کے بعد تین روشنیاں عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ کو انسانی فطرت کا علم تھا کہ یہ صرف ایک نیند ہے جو اندھیرے میں نیند پوری کرتا ہے باقی ہر کام میں یہ روشنی کا محتاج ہے صنعت ہو، تجارت ہو، ملازمت ہو، زراعت ہو، کتابت ہو روشنی کے بغیر گزارہ نہیں اور اسی روشنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سورج کا انتظام فرمایا مگر سورج کی روشنی سوتے میں کام نہیں کرتی جب سونے میں کام نہیں دیتی تو موت کے بعد یہ روشنی کام نہیں دیتی تو موت کے بعد ہمیں مستقل روشنی کی ضرورت ہے وہ روشنیاں تین ہیں۔

ان میں سے ایک روشنی قرآن ہے "واتبع النور الذی انزل معہ" کہ حضرات صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم وہ روشنی حاصل کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دنیا میں بھیجی گئی ہے یعنی قرآن کریم وہ اس کو دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں تو پہلی روشنی جس کی آخرت میں ضرورت پڑے گی وہ قرآن کریم ہے۔

امام رازیؒ نے فرمایا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کیسی روشنی ہے چراغ تو پہاڑوں کے سر پر بھی روشن ہیں پہاڑ کے دامن میں بھی روشن ہیں اور اگر آپ کو اس کو تہہ خانے میں لے جائیں وہاں بھی روشن ہے اگر یہ قرآن روشنی ہے تو ہم یہاں اس کی روشنی کیوں نہیں دیکھتے رات کے اندھیرے میں ہم قرآن نہیں پڑھ سکتے تو علامہ لکھتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ہر روشنی ہر جگہ دکھائی دے ایک روشنی ایک وقت میں دکھائی نہیں دیتی دوسرے وقت میں دکھائی دیتی دیکھو سورج کے علاوہ چاند کے علاوہ جتنے ستارے ہیں یہ روشن ہیں اور روشنی دینے والے ہیں مگر یہ روشن ہیں اور یہ روشن رات کو دکھائی دیتے ہیں یہی چمکتے ستارے اوران کی روشنی دن میں بھی ہوتی ہے مگر ہم نہیں دیکھ سکتے اسی لئے لازم نہیں آتا کہ دن کو ستارے کالے ہو جاتے ہیں روشن نہیں ہیں روشنی نہیں دیتے روشنی دیتے ہیں اور روشن ہیں لیکن دن کو آنکھ اس قابل نہیں ہے کہ ستاروں کی چمک اور دمک کو دیکھے۔

اسی طریقہ سے قرآن کریم ستاروں کی طرح آخرت میں چمک دار ہے دنیا میں بھی چمک دار ہے لیکن اس کی چمک دمک موت کے بعد دکھائی دے گی جیسے تارے دن میں ہونے کے باوجود دکھائی نہیں دیتے اسی طرح قرآن کریم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واتبع النور الذی انزل معہ" کہ حضرات صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے ہی نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اسی طرح اس نور کو بھی حاصل کرتے ہیں جو نور ہم نے نبی کریمؐ کے ساتھ اتارا اس نور کی ضرورت پڑے گی حدیث میں ہے کہ روز انسان کو قبر آواز دیتی ہے "انا بیت الدود انا بیت الوحدۃ انا بیت الظلمۃ" کہ میرے اندر سانپ اور بچھو ہیں پہلے کیڑے مار دوا بھیج دو تا کہ قبر میں سانپوں اور بچھوؤں کا صفایا ہو "الا وھی القرآن" وہ کیڑے مار دوا قبر میں کیا ہے قرآن ہے مسٹر لوگ میت کو صندوق میں بند کر کے رکھ دیتے ہیں وہ صندوق سڑے گا نہیں لکڑی گلے گی نہیں اور اللہ تعالیٰ کو سانپ اور کیڑے باہر سے مسلط کرنے کی کیا ضرورت ہے اندر سے خود کیڑے بن جاتے ہیں قبر روز ہر انسان کو آواز دیتی ہے "انا بیت الدود" یہاں سانپ اور بچھو کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اگر یہاں آنے کا ارادہ ہے تو یہاں کیڑے مار دوا پہلے بھیج دو تا کہ آنے سے پہلے کوئی کیڑا قبر میں نہ ہو آپ کو تنگ نہ کرے "انا بیت الوحدۃ" میں تنہائی کی جگہ ہوں آپ اپنے ساتھ دل بہلانے والا ساتھی لاؤ "الا وھو القرآن" اور وہ بھی قرآن ہے "انا بیت الظلمۃ" میرے اندر ظلمت

کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اپنے ساتھ روشنی لاؤ "الا وحی القرآن" قبر کی روشنی جو ہے قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے تین روشنیوں کا انتظام فرمایا یہ "رب العٰلمین" ہونے کا تقاضہ ہے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ نیند کے علاوہ ہر کام روشنی میں کرتا ہے تو قبر اور آخرت کی زندگی کے لیے قرآن کی روشنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی قیامت میں آپ قبروں سے اٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "نورهم يسعىٰ بين ايديهم وبايمانهم وعن شمائلهم" یہی قرآن نور بن کر آپ کا قائد ہوگا آپ کو جنتی مقام پر پہنچا دے گا وہاں آپ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی جو قرآن آپ نے پڑھا ہے جس سورت میں اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ہیں آپ کا پڑھا ہوا قرآن بادل بن کر آپ پر سایہ کرے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں وہ تاروں کا کام دے کر آپ کو روشنی دینگے اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ قبر میں، حشر میں، پل صراط میں اگر روشنی ہو ظلمت کے شکار نہ ہوں تو قرآن کریم دیکھیں اور دیکھ کر پڑھیں اور پڑھ کر سنیں اور سن کر سمجھیں اور سمجھ کر اسکے مطابق عمل کریں یہ پہلی روشنی کا مل جانا یہ خدا کے "رب العٰلمین" ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرا جو اللہ تعالیٰ نے تقاضہ "رب العٰلمین" کا پورا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں حکم دیا کہ تم ایک دوسری روشنی حاصل کرو اس کا نام صبر ہے صبر کی بہت قسمیں ہیں ایک صبر ہے جو انسان کو ظلمتوں سے نکالتا ہے وہ خواہشات سے صبر ہے صبر کا معنی اپنے آپ کو روکنا تو انسان میں خواہشات ہیں خواہشات کی مثال بے لگام گھوڑے کی ہے بے لگام گھوڑے پر انسان بیٹھ جائے اس کے منہ میں لگام نہ ہو وہ کسی گڑھے میں چھلانگ لگا کر انسان کا ستیاناس کر دے گا اگر خواہش کے منہ میں صبر کی لگام نہ ہو تو خواہشات انسان کو لے ڈوبتی ہیں۔

خصوصاً اس پرفتن دور میں یورپ نے فحاشی اور عریانی کے وہ اڈے قائم کیے ہیں جن میں جانے کے بعد انسان ظلمت میں رہتا ہے دفاتر میں مردوں کے ساتھ لڑکیاں بٹھائی ہیں تاکہ یہ کاروباری اداروں میں کام صحیح طور پر نہ ہو سکے بلی کے سامنے گوشت ہے وہ گوشت کو دیکھے گی یا قلم دوات کو دیکھے گی دفاتر میں مردوں کے شانہ بشانہ لڑکیاں بٹھائیں اس سے بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہوا یہ تو دفتر تک فحاشی ہے اور جو نیک لوگ سڑکوں پر

گزرتے ہیں ان کو کیسے پھنسائیں تو ہر ٹول پلازہ کے ساتھ ٹریفک پولیس کے ساتھ ایک لڑکی بٹھائی ہے اس کو پتلون پہنائی ہے اس کو کوٹ پہنایا ہے لڑکوں جیسی ٹوپی پہنائی ہے ٹول پلازہ سے تو گزرنا پڑے گا وہ پل صراط ہے موت کا پھاٹک ہے تاکہ عام راستوں میں بھی فحاشی ہو۔

ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان آرام سے بیٹھا ہوا ہے ٹیک لگا کر میں نے کہا کون ہے وہ بولا شیطان میں نے کہا شیطان ہے اور آرام سے بیٹھا ہوا ہے وہ تو پھرتا ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس نے کہا جب سے یورپ میں میرے بیٹے پیدا ہوئے ہیں تب سے مجھے زیادہ مشقت اٹھانے کی تکلیف نہیں ہوتی یقینی بات ہے جہاں انگریز وہاں شیطان کی کیا ضرورت ہے اب ٹول پلازوں میں لڑکیوں کو بٹھایا اسمبلیوں میں تو میرا خیال ہے جہاں ایک آدمی ہے آگے پیچھے دائیں بائیں عورتیں ہیں وہاں بھی یہی چیز ہے ہسپتالوں میں دیکھیں نرسیں ہی نرسیں ہیں کون سی جگہ ہے جہاں یورپ نے اس کو نہیں اجاڑا۔

یہ انسانیت بننے کے ادارے تھے تعلیمی ادارے وہاں لڑکے کے ساتھ لڑکی کو بٹھا دیا لوگ کہتے ہیں مولوی کم ظرف ہیں انگریزی کو منع کرتے ہیں زبان کو تو ہم منع نہیں کرتے جناب نبی کریم ﷺ کے پاس یہود کی طرف سے خطوط عبرانی زبان میں آتے تھے آپ ﷺ مدینہ کے کسی یہودی کو بلاتے تھے کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے آپ ﷺ خفت بھی محسوس کرتے تھے بالآخر مجبور ہو کر آپ نے زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ عبرانی زبان سیکھ لو اور یہودیوں کی محتاجی ختم ہو جائے تاکہ باہر سے خطوط عبرانی زبان میں آتے ہیں تو آپ مجھے پڑھ کر سنائیں اور ترجمہ کریں چنانچہ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک ہفتے میں عبرانی زبان پر مکمل عبور حاصل کر لیا اور جو خط آتا تھا وہ پڑھ کر سناتے تھے علماء زبان کو منع نہیں کرتے یہ جو زبان کے پیچھے فحاشی اور عریانی ہے اسے منع کرتے ہیں۔

تو دوسری روشنی جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہے رب ہونے کی حیثیت سے وہ صبر ہے اب ایک آدمی دفتر میں بیٹھ کر اپنی زبان کو بچائے نظر کو بچائے اپنے دامن کو بچائے ٹول پلازے کا ٹریفک پولیس ہو کر اپنے آپ کو بچائے تعلیمی اداروں کا پرنسپل ہو کر اپنے آپ کو بچائے لڑکی بیچاری مجبور ہو کر ملازمت کے لئے آتی ہے وہ درخواست دے اور وہ

بغیر لالچ کے اسے ملازمت دے یہ صبر ہے اس لیے اللہ نے نماز کے لیے تو ثواب محدود رکھا ہے کہ گھر پڑھو ایک نماز کا ثواب اگر مسجد میں پڑھو تو پچیس یا ستائیس نمازوں کا ثواب ہے مکہ میں پڑھو تو ایک لاکھ کا ثواب ہے حج کا ثواب بھی محدود ہے لیکن صبر کا ثواب لامحدود ہے "انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب" نماز پڑھنی مشکل نہیں ہے گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ ولیُّ الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور والذین کفروا اولیآئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت"

تو رب ہونے کا تقاضہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سے پورا فرمایا یہ پہلی روشنی ہے اس لیے ہم قرآن کی تلاوت کو معمول بنائیں حدیث میں ہے جو مسلمان سورت ملک عشاء کے بعد پڑھے گا یہ سورت قبر میں اس کے سرہانے کھڑی ہوگی اور جب فرشتے عذاب لے کر داخل ہو جائیں گے تو یہ سورت ان کو للکارے گی کہ خبردار یہ آدمی مجھے پڑھنے والا تھا اور پھر یہ سورت خدا کو پکارے گی کہ یا اللہ میں تیرے قرآن کا حصہ ہوں یا نہیں اگر نہیں ہوں تو اعلان کرو مجھے نکال دو اور اگر تیرے قرآن کا حصہ ہوں تو میری مدد کرو ان فرشتوں کو واپس کرو حدیث میں ہے کہ وہ فرشتے شکست خوردہ فوج کی طرح واپس چلے جاتے ہیں "واتبع النور الذی انزل معہ" آج اگر قرآن کے آئینے میں ہم دیکھیں تو یقین جانیے ہم انسانوں میں نہیں درندوں میں ہیں لیکن ہماری آنکھ ہی نہیں ہے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے تھے کہ میں بغداد سے باہر جنگل میں آ رہا تھا شہر کی طرف تو ایک آدمی جس کے ہاتھ میں چراغ تھا کچھ ڈھونڈ رہا تھا میں نے پوچھا حضرت کسے ڈھونڈ رہے ہو فرمانے لگے بیٹے انسان کو ڈھونڈ رہا ہوں میں نے کہا آؤ میں شہر جا رہا ہوں آپ کو لے جاؤں فرمایا میں ابھی آ رہا ہوں کوئی کتا ہے کوئی گدھا ہے کوئی چیتا ہے کوئی شیر ہے اولیاء کو انسان اخلاق کے آئینے میں دکھائی دیتے ہیں اگر کسی میں مکر و فریب ہے تو وہ لومڑی کی شکل میں اسے دیکھتے ہیں کسی میں چیر پھاڑ کی بیماری ہے تو اس کو درندے اور چیتے کی شکل میں دیکھتے ہیں اس لیے اللہ پاک نے رب ہونے کا تقاضہ پورا فرمایا ایک ہمیں قرآن کی روشنی عطا فرمائی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ "رب العٰلمین" ہے۔

دوسرا صبر خواہشات پر قابو پانا خواہشات وہ گھوڑا ہے جو سرکش ہو وہ گھوڑا ہے جس کے منہ میں لگام نہ ہو سرکش بے لگام گھوڑے پر جو بیٹھے گا کنٹرول تو اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا وہ کسی گڑھے میں کنویں میں چھلانگ لگا کر سوار کا خاتمہ کر دے گا آج خواہشات ہمیں سوا کر رہی ہیں ہم سود سے پرہیز نہیں کرتے انعامی بانڈ سے پرہیز نہیں کرتے انشورنس سے پرہیز نہیں کرتے بیمے سے پرہیز نہیں کر۔ لاٹری سے پرہیز نہیں کرتے کہیں کھیل ہو گھر میں بیٹھے جوا لگاتے ہیں اور جوا کھیل رہے ہیں یہ کیوں خواہشات بڑی ہیں ان کے بغیر پوری نہیں ہوتیں گھر میں فرنیچر کی ضرورت ہے گاڑی کی ضرورت ہے بنگلہ ضرورت ہے بنگلے میں لان ضروری ہے بنگلے میں ٹی وی لان ضروری ہے اب وہ ان مردار کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔

اس لیے حدیث میں ہے "الغناء غنى النفس" دولت مند وہ نہیں ہے اس کے پاس پیسہ زیادہ ہے دولت مند وہ ہے جس کی ضرورتیں کم ہیں میرے پاس لاکھ روپیہ ہے لیکن میری حاجات کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہیں میں غریب ترین آدمی ہوں آپ کے پاس سو روپیہ ہے اور آپ کی حاجات پچاس کی بھی نہیں ہیں آپ سے بڑھ کر زیادہ معزز اور غنی آدمی نہیں ہے آج پنجاب کے لوگ پریشان ہیں حالانکہ سب سے زیادہ کمانے والے یہاں کے لوگ ہیں سب سے زیادہ کمائی انکی ہے لیکن پریشانی یہ ہے ان کے خرچے ان کے کنٹرول میں نہیں اگر لاکھ کی آمدن ہے تو لاکھ کا خرچہ ہے اگر کروڑ کی آمدن ہے تو کروڑ کا خرچہ ہے اس کے برعکس افغانستان میں بائیس روپے ملتے ہیں لیکن ان کا خرچہ بارہ روپے کا بھی نہیں روٹی مل جائے اگر اخروٹ کا موسم ہے تو اخروٹ کے ساتھ کھالی، اگر بادام کا موسم ہے، تو بادام کے ساتھ کھالی، اگر خربوزے کا موسم ہے، تو خربوزے کے ساتھ کھالی، خوبانی کے ساتھ کھانا کھالیا سالن کا خرچہ نہیں ہے چائے کا خرچہ نہیں ہے پانی ڈالا درخت کا پتہ ڈالا نہ چینی ہے نہ دودھ ہے اب اس سے کیا خرچہ ہوگا وہ ذہنی ٹینشن میں مبتلا نہیں ہیں۔

پورے افغانستان میں آپ کو کوئی عینک کی دکان نہیں ملے گی بینائی تو بیٹھتی ہے ذہنی ٹینشن کی وجہ سے ہم قندھار میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ یقین کریں افغانستان کے بکرے اتنے بڑے ہوتے ہیں جیسے ہمارے گدھے ہوتے ہیں ان کے کھوتے ہماری بھینس کے برابر ہوتے ہیں ایک بابا جس کی عمر نوے، پچانوے سال تھی وہ اس بکرے کو

سینگ سے پکڑ کر چلنے نہیں دیتا اسے کھینچ رہا تھا ساتھی کہتے ہیں یہ بابا ہے یاد یو ہے ان کو ذہنی ٹینشن نہیں ہے شوگر نہیں ہے بلڈ پریشر نہیں ہے اس لیے خواہشات انسان کو لے ڈوبتی ہیں اس لیے جو دوسری روشنی اللہ نے عطا فرمائی وہ صبر ہے ہم پہلی روشنی سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے ہم معمول کے مطابق قرآن کی تلاوت نہیں کرتے دوسری روشنی سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے اگر ہم کو کوئی گھور کر دیکھے تو ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں اگر کوئی ہاتھ اٹھائے تو ہم ڈنڈا اٹھاتے ہیں یہ صبر والی بات نہیں ہے صبر میں بڑی برکت ہے۔

اور تیسری روشنی تو ہم خواب میں بھی نہیں دیکھتے اس کا نام جہاد ہے وہ ہم سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر ہم یقین سے صرف ایک بار تجربہ کریں تو خدا کی قسم جیسا ہم یہاں پر اپنے آپ کو پر امن تصور کرتے ہیں وہاں گولوں کی بارش میں اللہ تعالیٰ اتنا اطمینان دیتا ہے کہ انسان پر امن ہے یہ خوف اس وقت تک ہے کہ محاذ نہیں ہے محاذ آنے کے بعد کچھ بھی نہیں ہے انسان کو خدا کی خدائی وہاں دکھائی دے رہی ہے تو یہ "رب العلمین" ہونے کے تقاضے ہیں یکے بعد دیگرے اس نے ہمیں روشنیاں عطا فرمائیں ہم اولاد کی ظلمت میں دنیا کی ظلمت میں ایسے مگن نہ ہوں کہ قبر تک اندھیروں میں جائیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ گے "الھکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر" فرمایا لوگوں کو مال کی کثرت اولاد کی کثرت اور خواہشات نے ایسا مگن کیا کہ "زرتم المقابر" کہ لاش قبر میں اتاری گئی تو اب آنکھ کھلی دائیں بائیں قبر کی دیواریں وہاں کھولنے کا کیا فائدہ۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں رب ہوں میرے رب ہونے سے فائدہ اٹھاؤ جیسے ہمارا کوئی رشتہ دار گورنر ہو تو ہم ناچتے ہیں یار اب گورنری سے فائدہ اٹھائیں یہ گورنر کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں رب ہوں گورنروں کا گورنر ہوں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں حاکموں کا حاکم ہوں اس لیے مجھ سے فائدہ لو فائدہ اٹھاؤ۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۳

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایاك نعبدوایاك نستعین"

"رحمن" اور "رحیم" کی تفسیر "بسم اللہ" میں گزر چکی ہے "ملك یوم الدین" کی تفسیر "ایاك نعبدوایاك نستعین" کے بعد آئیگی یہاں لفظ ہے "ایاك نعبد" پہلا لفظ ہے "ایاك" دوسرا لفظ ہے "نعبد" اس کے متبادل عبارت ہے "نعبد ایاك" کہ "نعبد" پہلے ہو "ایاك" بعد میں ہو دونوں کے مفہوم اور معنی میں فرق ہے اگر "نعبد ایاك" کا ہوتا اس کا معنی یہ ہوتا یا اللہ ہم تیری بھی عبادت کرتے ہیں اس کا صاف مطلب ہے کہ ہم دوسروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور "ایاك نعبد" جب "ایاك" پہلے ہو تو اس کا معنی یہ کہ یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو اس کا معنی کیا ہوا تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کریں گے۔

یہ بات کہ ہم تیری عبادت کرینگے کافر بھی مانتے ہیں قرآن نے خود بتایا ہے کہ آپ کفار سے پوچھیں کہ یہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے "ولئن سألتهم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ" وہ کہیں گے اللہ "لیقولن اللہ" اسی طرح "ولئن سألتهم من انزل من السمآء مآء" اگر آپ ان سے پوچھیں کہ یہ بارش کون برساتا ہے "لیقولن اللہ" وہ کہیں گے اللہ "ولئن سألتهم من یرسل الریاح" یہ ہوائیں کون چلاتا ہے "لیقولن اللہ" وہ کہیں گے اللہ "ولئن سألتهم من خلقکم" اگر ان سے پوچھے تمہارا خالق کون ہے "لیقولن اللہ" وہ کہیں گے اللہ تو یہاں تک اتفاق ہے کہ اللہ قابل عبادت ہے۔ اسلام بھی کہتا ہے اور کفر بھی کہتا ہے۔

آگے لڑائی اس بات کی ہے کہ غیر بھی پوجا کے قابل ہے کہ نہیں تو کفر کہتا ہے کہ ہے تو اگر "نعبد ایاك" ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ ہم تیری بھی عبادت کرتے ہیں اسکا معنی یہ ہے کہ غیر کی بھی پوجا کریں گے اور "ایاك نعبد" جب "ایاك" پہلے آیا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم تیری ہی عبادت کریں گے اس کا مفہوم یہ کہ ہم کسی اور کی پوجا نہیں کریں گے یہ "نہیں" جو ہے اس میں لڑائی ہے اسلام دو چیزوں سے بنا ہے ہاں اور نا سے "لاالــہ" کوئی معبود نہیں یہ نا ہے "الاالــلــہ" یہ ہاں ہے اسلام ہاں اور نہیں دونوں کا نام ہے اگر نہیں ہٹایا جائے تو کفار سے کوئی جھگڑا نہیں ہے وہ ہاں کے قائل ہے کہ خدا کی عبادت کریں گے نہ کے قائل نہیں ہیں کہ بتوں کی نہیں کریں گے تو اسلام کا پہلا کلمہ ہاں اور نہ پر مشتمل ہے۔

آج مشرف کے ساتھ بھی یہی لڑائی ہے مشرف کہتا ہے دودھ پیو ہاں لیکن اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ شراب پیئیں گے تو نا نہ کروتا کہ آپ کا انٹرنیشنل سطح پر عیسائیوں سے ہندوؤں سے یہودیوں سے نہ ملنا لڑائی ہے مشرف کہتا ہے کہ اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ بکرا کاٹیں تو آپ ضرور کہیں ہاں لیکن اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ سور کاٹیں تو نا نہ کرو یہود ،عیسائی ناراض ہوتے ہیں ہندو ناراض ہوتے ہیں سکھ ناراض ہوتے ہیں آپ انٹرنیشنل روشن خیال بن جاؤ نا نہ کرو خدا کی عبادت ہے ہاں بتوں کی پوجا ہے نا نہ کرو لڑائی نہیں ہوگی تم بکرا کاٹو وہ سور کاٹیں گے تم نا نہ کرو صلح ہو جائے گی تم دودھ پیو وہ شراب پیئیں ان کو نا نہ کرو لڑائی نہیں ہوگی تم روشن خیال بن جاؤ گے۔

قرآن کریم میں "ایــاك نعبد" میں "ایاك" کو پہلے اور "نعبد" کو بعد میں لایا اس کا معنی یہ کہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور غیروں کی نہیں کرتے اس نہ سے یہود کو چڑ ہے لیکن آپ یہ سمجھ لیں کہ ہمارا اسلام ہاں اور نہ کا نام ہے ایک جگہ پر ہاں کرنا ہوگی اور دوسری جگہ پر نہ مرد کپڑا پہن سکتا ہے ہاں ریشم پہن سکتا ہے نہ مرد کپڑا پہن سکتا ہے ہاں سونا پہن سکتا ہے نہ ہر کاروبار کر سکتا ہے ہاں سود کا کاروبار کر سکتا ہے نہ اگر نہ ختم ہو جائے تو آدھے سے زیادہ دین ختم ہو جائے۔

اس لیے ابوجہل نے ایک وفد تشکیل کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہنے

لگا کہ بیٹھ جاؤ آپس میں صلح کر لیتے ہیں کہ تم اپنے خدا کی عبادت کرو ہم نہیں روکیں گے ہم اپنے بتوں کی پوجا کریں گے آپ ہمیں نہ روکنا آپ اپنا دودھ پانی پئیں ہم نہیں روکیں گے ہم اپنی شراب پئیں گے آپ نہ روکیں آپ حلال شادیاں کریں ہم کرائیں گے ہمیں آپ زنا سے نہ روکیں ابوجہل نے بھی یہ ہی مطالبہ کیا کہ دین سے نہ نکالو قرآن کریم اس ہی مجلس میں اترا کہ "قل یاایھا الکفرون" اے پیغمبر ان کافروں کو کہیں کہ "لا اعبد ما تعبدون" ہم بالکل وہ بت نہیں مانیں گے وہ شراب نہیں مانیں گے وہ سور نہیں مانیں گے وہ زنا نہیں مانیں گے جس کو تم مانتے ہو۔

قرآن نے نہ کہہ کر ڈٹ کر مقابلہ کیا ابوجہل کو لوگوں نے کہا کہ آپ ان پڑھ لوگوں کو لے کر گئے تھے جو حضور ﷺ کو مطمئن نہیں کر سکے ایسا کریں کہ عیسائی پڑھے لکھے ہیں ان کے پادریوں کو بلاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے بٹھاؤ وہ ان کو مطمئن کریں گے نجران سے بڑے بڑے پادری بلائے گئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے یہ بات شروع کی کہ مثبت انداز میں چلو یہ منفی انداز چھوڑ دو ہر گوشت کھاؤ لیکن سور کو منع نہ کرو ہر مشروب پیو لیکن شراب کو منع نہ کرو خدا کی عبادت کرو لیکن صلیب کی مذمت نہ کرو اسی مجلس میں قرآن اترا "قل یاأھل الکتاب" اے پیغمبرؐ آپ فرمادے ان اہل کتاب کو نجران کے پادریوں کو "تعالو الی کلمۃ" پہلے تو کلمہ پڑھو کلمہ میں ہاں اور نہ ہے "لاالہ الا اللہ ، الا نعبد الا اللہ" کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرینگے یہ نہ ہے۔

"ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ" کوئی پہلوان کوئی چوہدری نہیں مانیں گے کہ جگا ٹیکس وصول کرے اسلام میں یہ گنجائش نہیں "فان تولو" اگر وہ آپ کے ساتھ آپ کی بات نہیں مانتے "فقولوا اشھدوا بانا مسلمون" آپ کہیں ہم خدا کے بندے ہیں ہم تمہارے سامنے نہیں جھکیں گے خدا کے سامنے جھکیں گے تو یہ آج کے کفار کے باپ دادا نے پہلے یہ مولویوں سے مطالبہ کیا تھا کہ روشن خیال بنو انٹرنیشنل سطح پر آؤ یہودی کے ساتھ یہودی عیسائی کے عیسائی ہندو کے ساتھ ہندو سکھ کے ساتھ سکھ لیکن قرآن نے اس چیز کو برداشت نہیں کیا۔

قرآن کی مثال آنکھ کی ہے آپ کی آنکھ میں خدانخواستہ ایک ذرہ گر جائے تو آنکھ برداشت نہیں کرتی روئے گی آنسو بہائے گی یہاں تک کہ وہ تنکا اپنے اندر سے نکالے گی آپ کا ایمان آپ کی آنکھ سے زیادہ نازک ہے اس میں نہ یہودیت کی گنجائش ہے نہ عیسائیت کی گنجائش ہے نہ ہندو اور نہ سکھ کی گنجائش ہے اس لیے قرآن نے "نعبد ایاك" نہیں فرمایا کہ تیری بھی عبادت کرتے ہیں بلکہ "ایاك نعبد" فرمایا یعنی تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

اب عبادت کی کیا اہمیت ہے تو بھائی عبادت سے آپ کی قیمت بنتی ہے اور عبادت نہ کرنے سے آپ کی قیمت ختم ہو جاتی ہے پھر جتنی آپ کی عبادت ہو اتنی آپ کی قیمت زیادہ ہوگی اگر عبادت زیادہ ہے آپ کی بڑی قیمت ہے اگر عبادت کم کرو گے تو قیمت کم ہوگی اگر عبادت درمیانی درجے کی کرو گے تو قیمت درمیانی ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے عبادت "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" جب یہ مقصد ہے تو ہر چیز کی قیمت کا دارومدار مقصد پر ہے۔

آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ بھینس خریدتے ہیں گھر میں پالتے ہیں دیدار کے لئے یا دودھ کے لیے دودھ کے لیے اب ایک بھینس وہ ہے جو ایک وقت میں دو کلو دودھ دیتی ہے اور دوسری بھینس ہے وہ چار کلو دودھ دیتی ہے اور تیسری بھینس ہے وہ آٹھ کلو دودھ دیتی ہے تینوں کی قیمت برابر ہے یا فرق ہے فرق ہے دو سیر والی اگر دو ہزار کی ہے تو چار سیر والی چار ہزار کی ہے تو آٹھ سیر والی آٹھ ہزار کی ہے جتنی مقصد میں کامیابی ہے اتنی ہی قیمت بڑھتی ہے جیسا مقصد بڑھا تو بھینس کی قیمت بڑھی مقصد گھٹا تو بھینس کی قیمت گھٹی اور اگر مقصد ہی نہ ہو وہ بھینس بانجھ گئی جاتی ہے وہ بھینس قصائی کے سپرد کر دی جاتی ہے۔

تو انسان کی زندگی کا مقصد عبادت ہے اگر یہ عبادت سب سے زیادہ کرے تو وہ بڑا قیمتی انسان ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" سب سے بڑی قیمت اس آدمی کی ہے جو سب سے بڑا عبادت گزار ہو اور اگر عبادت درمیانی درجے کی ہے تو قیمت درمیانی ہے اگر عبادت کم درجے کی ہے تو قیمت بہت کم ہے اور اگر عبادت ہے ہی نہیں ہو تو وہ بانجھ

لیکن یہاں الٹا چل رہا ہے کہ بھینس جب [illegible] دودھ ہی نہ دے تو ہم اسے قصائی کے حوالے کر دیتے ہیں اور یہاں جو مسٹر بانجھ [illegible] نماز بھی نہیں پڑھتا ہم کہتے ہیں یہ وزیراعظم ہے یہ صدر مملکت یہ شہر کا سفید پوش اور باعزت آدمی ہے اور جو زیادہ دودھ دینے والا اور عبادت گزار آدمی ہے ہم کہتے ہیں یہ دہشت گرد ہے اب تم بتاؤ کہ آج یہ کھوپڑی الٹی ہے کہ نہیں۔

اگر ایک آدمی بیس کلو دودھ دینے والی بھینس کو قصائی کے سپرد کرے اور دودھ نہ دینے والی بھینس کی خدمت کرے تو لوگ کہتے ہیں بلاشبہ پاگل آدمی ہے لیکن یہاں دودھ دینے والے انسان جو انتہائی عبادت گزار ہیں شب گزار ہیں قرآن خوان ہیں زبان میں مٹھاس ہے آنکھوں میں حیا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں جلاد کو کہتے ہیں اس کو پھانسی دو اسکو جیل میں ڈالو اس پر کوڑے برساؤ اس پر لاٹھی چارج کرو اس پر آنسو گیس چھوڑو یہ دہشت گرد ہے اور جو بانجھ ہیں کہ نہ نماز نہ روزہ، تلاوت نہ خدا کا خوف نہ رسول کی محبت تو وہ بانجھ انسان وزیراعظم اور صدر مملکت ہے اللہ کے بندو یہ بانجھ بھینسیں ہیں ان سے کیا لینا دینا جب کہیں مسٹر تیرا دماغ الٹا ہے تو کہتے ہیں مولوی تنگ نظر ہے۔

بہر حال عبادت انسانی زندگی کا مقصد ہے اس مقصد میں جتنی کمی ہوگی قیمت گھٹ جائے گی انسان جتنی عبادت زیادہ کرے گا اتنی قیمت زیادہ ہوگی ایسے ایسے لوگ ہیں کہ جو عبادت کی معراج پر پہنچے تو خدا نے اپنا سلام بھیجا جبرائیل علیہ السلام نے اپنا سلام بھیجا اب عبادت کس چیز کا نام ہے آپ تو یہ بھی نہیں سمجھتے پہلے تو عبادت کو سمجھیں پھر اختیار کریں کہ عبادت کیا ہے۔

دیکھو بھئی ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے ایک صورت ہوتی ہے سخاوت کی بھی ایک حقیقت ہے اور ایک صورت ہے صورت یہ ہے کہ آپ مجھے روپیہ دیں یہ دینا مشکل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دیتے وقت آپ کا دل خوش ہو تب ثواب ملے گا اگر آپ مجبوری سے منہ بنا کر مجھے لاکھ روپیہ بھی دیں ایک پیسے کا بھی ثواب نہیں ملے گا اسی طرح شجاعت کی ایک حقیقت ہے ایک صحیح صورت ہے صورت تو یہ ہے کہ میں تلوار اٹھاؤں اور دوڑتا جاؤں اور

کافر سے دست وگریبان ہو کر خوب لڑوں اور خوشی سے جان دیتے ہوئے فخر محسوس کروں تو یہ ہے جہاد کی اصل صورت۔ اور اگر یہ صورت ہے شجاعت کی کہ جان دے کر فخر محسوس کروں خوش ہو جاؤ۔ اگر آپ باندھ کر مجھے محاذ پر پھینکیں اور بادل نخواستہ میں جنگ کروں مجھے ایک ذرہ ثواب نہیں ملے گا۔

عبادت کی بھی ایک حقیقت ہے ایک صورت ہے اصل صورت یہ ہے کہ میں قیام کروں، رکوع کروں، سجدہ کروں اور جب میں نماز کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوں میں نماز میں اللہ اکبر کہتا ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے پیچھے ڈال دیا اور آپ میرے سامنے ہیں اور اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے بیوی سے، بچوں سے فیکٹری سے، جائیداد سے، اپنی ذات سے سب کو میں نے پس پشت ڈال دیا یہ ہے نماز کی حقیقت رکوع میں جا کر کہیں کہ یا اللہ میں نے عاجزی تو کی لیکن میرے جرائم اس سے زیادہ ہیں یہ ناکافی ہے اب آپ نے گردن جھکا دی یا اللہ ساتوں آسمان میری گردن پر رکھو میں تب بھی گنہگار ہوں اور سجدہ سے پہلے یہ تصور کرے کہ یا اللہ رکوع میں میں نے کمر تو جھکا دی۔ لیکن میرے اعضاء میں سب سے قیمتی چیز پیشانی ہے۔ کوئی کروڑ روپیہ دے میں کسی کے آگے ناک کی لکیر نہیں کھینچوں گا گردن کٹواؤں گا لیکن ناک کی لکیریں نہیں لگاؤں گا یا اللہ میں آج معزز پیشانی کو آپ کے قدموں میں رکھتا ہوں سبحان ربی الاعلیٰ "تو ہی سب سے اعلیٰ ہے"

امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ عبادت نام ہے خدا کی انتہائی عظمت کا اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ عبادت نام ہے انسان کی انتہائی پستی کا دونوں ٹھیک ہیں کہ عبادت عبد اور معبود میں نسبت ہے جس نے عبد کو دیکھا اس نے کہا کہ یہ انتہائی پستی کا نام ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے سامنے ذلیل مطلق بنا دے اور جس نے معبود کی طرف دیکھا تو اس نے کہا عبادت کا معنی ہے کہ خالق کی عظمت سب سے زیادہ آپ کے دل ودماغ میں ہے اب یہ عبادت خدا ہی کے لیے ہے۔

اگر خدا ہی کے لیے کرے غیر کیلئے نہ کرے تو "ایاك نعبد" اور اگر سجدہ یہاں خدا

کی چوکھٹ اور علی ہجویریؒ کے مزار پر بھی کریں تو "ایاك نعبد" نہیں رہے گا یہ "نعبد ایاك" بن جائیگا اور یہ شرک ہے میں آپ کا مجرم ہوں تو میں یہاں بڑا آدمی تلاش کروں گا کہ میری سفارش کرادے کہ مجلس میں اس کی عظمت کے برابر نہ ہو تو جب آپ میری بات کا اعتماد نہیں کرتے تو میں کہوں گا خدا کی قسم بات یہ ہے کہ میں نے سب سے بڑا خدا ضامن بنایا تو یہ قسم عبادت ہے اور عبادت خدا کے ساتھ ہے تو میں کہوں نبی کی قسم، کعبہ کی قسم، قرآن کی قسم، بچوں کی قسم تو میں نے شرک کیا "من حلف بغیر الله فقد اشرك" قسم تو انتہائی باعزت ہستی کو پیش کرنا ہوتا ہے کہ یہ آدمی میری بات کا اعتماد کرے اور انتہائی باعزت ہستی خدا کی ہے تو اگر میں کہوں کعبہ کی قسم تو میں نے خدا سے بڑا کعبہ کو مانا نبی کو مانا اولاد مانی "فقد اشرك"

میرے پیٹ میں درد ہے میں نے کہا یا اللہ یہ بیماری دور ہو جائے ایک بکرا تیرے نام پر دوں گا یہ خدا کو معاوضہ دینا ہے کہ آپ میرا کام کرو میں معاوضہ دوں گا اب یہ کام پیٹ کا درد خدا کے سوا اور کوئی بھی دور نہیں کر سکتا تو منت بھی خدا کے سوا کسی اور کے نام کی نہیں مانی جاتی اگر میں قبر کے نام منت مانگوں تو میں نے شرک کیا یہ تو معاوضہ خدا کے عمل کا تھا جو شفا ہے اس کے بعد شفا کس کے پاس ہے جو میں اس کو معاوضہ دوں۔

اس لیے عبادت کا معنی یہ ہے کہ انسان خدا کے مقابل میں اپنے آپ کو انتہائی پستی میں محسوس کرے اور اپنے مقابلے میں خدا کو انتہائی عظمت میں محسوس کرے اور کیفیت کے ساتھ جو عبادت کریں گے وہ پھر غیر کے لیے نہ کریں نہ سجدہ کریں اور نہ قسم غیر کے نام ہو اور نہ منت غیر کے نام تب "ایاك نعبد" برقرار رہے گا اگر سجدہ ادھر بھی ادھر بھی قسم اس کے نام کی بھی منت یہاں بھی وہاں بھی ہم نے قرآن عملاً بدل دیا کہ خدا نے غلط کہا تھا (العیاذ باللہ) " ایاك نعبد" نہیں "نعبد ایاك" کا ہے کہ ہم تیری بھی عبادت کرتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کا ہم احترام کریں "ایاك نعبد" تب ہم مانیں گے ایک تو ہم اللہ کی عبادت کریں اور وہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۴

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**"ایاک نعبد"**

یا اللہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ موت اور زندگی کا اصول ہے کہ جب چیز اپنی اصل سے جڑی ہوئی ہے تو اصل سے جڑ جانا زندگی ہے اور اصل سے کٹ جانا چیز کی موت ہے۔

زندگی کا اصول ہے اصل سے جڑ جانا اور موت نام ہے اصل سے کٹ جانے کا۔ جو چیز اصل سے جڑ جائے وہ زندہ رہتی ہے اور جو چیز اصل سے کٹ جائے وہ مر جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ مسجد ہے اسکی اصل ہے بنیادیں جب تک ان بنیادوں سے یہ عمارت جڑی ہوئی ہے تو یہ قائم ہے اور اگر درمیان میں ستون اور دیواروں کا تعلق ختم کر دیا جائے تو یہ چھت دھڑام کر کے نیچے آ جائے گی۔ جب تک چھت بنیادوں سے جڑی ہوئی تھی تو قائم تھی اور جب بنیادوں سے کٹ گئی تو موت آ گئی۔

درخت ہیں تو درخت کی زندگی یہ ہے کہ وہ اپنی جڑ سے جڑا ہوا ہے تو وہ ہرا بھرا ہے تازہ ہے پھل پھول دیتا ہے اور اگر آپ آری کے ذریعے اسکو کاٹ کر جڑوں سے اسکا تعلق ختم کر دیں تو وہ درخت مرجھا جائے گا نہ پھل لگے گا نہ پھول لگے گا اور نہ وہ تازگی ہوگی یہ اصول ہے کہ مرکز سے جڑ جانا یہ زندگی ہے اور مرکز سے کٹ جانا یہ موت ہے۔

یہ آپکی نہر کا پانی چلتا ہے زندہ ہے کیونکہ اپنی اصل چناب سے جڑا ہوا ہے اور اگر دریا چناب سے اسکا جوڑ کاٹ دیا جائے تو یہ چلتا پانی کھڑا ہوگا سفید پانی کالا ہو جائے گا یہ میٹھا پانی بدبودار ہوگا تو جب ہر چیز کی ایک اصل ہے اور ہر چیز کی زندگی اپنی اصل سے جڑ جانے کا نام ہے تو ہم جو کہتے "ایاک نعبد" یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو

عبادت کی بھی اصل ہے بنیاد ہے جڑ ہے اگر عبادت کی بنیاد ہمارے اندر ہے تو عبادت، عبادت ہے اور اگر بنیاد نہیں ہے تو عبادت نہیں ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں آپ جو نماز پڑھتے ہیں اسکی بنیادی تین چیزیں ہیں۔ ایک نیت، دوسرا اخلاص، یعنی خالص نیت اور تیسری بنیاد یعنی سچائی سے پڑھنا ہے۔ جسکی عبادت ان تین بنیادوں پر مبنی ہو اسکی نماز عبادت ہے۔ اسکا روزہ عبادت ہے اسکی زکوۃ عبادت ہے اسکا حج عبادت ہے اسکی تلاوت عبادت ہے۔ اگر نیت خراب ہو جائے تو وہ عبادت کی صورت ہوگی لیکن خدا کے ہاں وہ عبادت نہیں گنی جائے گی۔

جناب نبی کریم ﷺ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ حضرات صحابہؓ بھی گئے خواتین بھی مکہ چھوڑ کر چلی گئیں ان میں ایک خاتون ام قیسؓ بیوہ عورت تھیں اس نے بھی ہجرت کی مکے میں ایک رئیس آدمی تھا کاروبار کی وجہ سے وہ مکہ مکرمہ میں تھا اس نے کسی کے ذریعے اس خاتون کو پیغام بھیجا کہ آپ میرے ساتھ نکاح کرو۔ اس نے شرط لگائی اگر آپ مکہ چھوڑ کر ہجرت کریں تو تیرے ساتھ نکاح ہو جائے گا۔ اس نے فوراً کاروبار لپیٹا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ لوگوں نے کہا آپ کا تو وہاں بڑا کاروبار تھا اس نے کہا کہ میں نے اس عورت کو کسی کے ذریعے نکاح کی بات کی تو اس نے شرط لگائی کہ اگر آپ ہجرت کریں گے تو نکاح ہو جائے گا میں نے ہجرت کی۔

جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمام مہاجرین اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کر کے آئے ہیں انکو خدا بھی ملا اور جنت بھی ملی۔ لیکن یہ آدمی ام قیسؓ کا مہاجر ہے اسکو ہجرت کے ایک قدم کا ثواب بھی نہیں ملا دیکھو ہجرت ایک عظیم عبادت ہے اور عبادت کی تین بنیادیں ہیں۔ ان میں سے ایک نیت ہے۔ انسان صحیح نیت سے عبادت کرے تب اسے ثواب ملے گا۔ اس لیے ہر چیز کی اصل اور بنیاد ہے اور عبادت کی بنیاد تین چیزیں ہیں سب سے پہلی بنیاد نیت پھر اخلاص پھر صدق، سچائی۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "هلك الناس كلهم الا العالمون" فرمایا جتنے لوگ بھی ہیں وہ ڈوب گئے سوائے علماء کے "والعلماء هالكون الا العاملون" اور علماء بھی ڈوب گئے سوائے ان علماء کے جو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہیں۔ "وهلك العاملون الا المخلصون" اور فرمایا عمل کرنے والے بھی ڈوب گئے

اور تباہ ہو گئے بجز ان لوگوں کے جن میں اخلاص ہے۔ "وھلك المخلصون الا الصادقون" اور مخلص اور نیک نیت لوگ بھی ڈوب گئے ہاں وہ لوگ جو اپنی عبادت میں سچے تھے وہ کامیاب ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی بنیاد نیت ہے، اخلاص ہے، اور صدق۔

اب نیت کس چیز کا نام ہے تو بھئی ہم کہتے ہیں چار تکبیر نمازِ جنازہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے محمد ﷺ کے دعا واسطے میت کے منہ طرف کعبہ شریف کے یہ زبان کی نیت نہیں ہے نیت کا معنیٰ "انبعاث القلب الی اللہ" کہ عمل میں پہلے قلبی جھکاؤ خدا کی طرف ہو۔ آپ نماز پڑھتے ہیں قلبی جھکاؤ خدا کی طرف ہے تو پھر آپ کہیں چار رکعات نماز "اللہ اکبر" تو نماز ہو جائے گی۔ اور اگر قلبی توجہ الی اللہ نہیں ہے دکان کی طرف ہے آپ آٹو میٹک دو رکعات "اللہ اکبر" کہتے ہیں تو وہ نماز نہیں ہوگی۔ عام لوگ اس مغالطے میں ہیں کہ نیت زبان سے کہنے کا نام ہے۔ یہ جو عمل آپ کرتے ہیں اسکی طرف قلبی توجہ ہو جیسے میں آپکو کہتا ہوں مجھے پیاس لگی ہے پانی پلاؤ تو دل میں پانی کی طرف جھکاؤ ہے تو یہ بات سچی ہے کہ مجھے پانی کی طلب ہے۔ مجھے بھوک ہے دل میں کھانے کی طرف جھکاؤ ہے اب میں آپکو کہتا ہوں کہ میں نیت کرتا ہوں کہ کھانا کھالوں اب یہ زبان سچی ہے کیونکہ قلبی جھکاؤ ہے لیکن اگر میں گلے تک بھرا ہوا ہوں کھانا دیکھ کر تے آتی ہے اور میں آپکو کہوں کہ میرا ارادہ ہے کھانا کھانے کا اگر میرے پیٹ کا پتہ لوگوں کو ہے تو کہتے ہیں جھوٹ بولتا ہے۔ ابھی میرے سامنے کھانا کھایا ہے اور الٹی آرہی ہے معلوم ہوا جس چیز کی طرف قلبی جھکاؤ نہیں ہے زبان سے اس کا اقرار جھوٹ ہے میں نے آپ کے سامنے تین گلاس پانی پی لیا ہے اب مزید گنجائش نہیں ہے اور آپ کو کہتا ہوں کہ میری نیت ہے پانی پینے کی اب آپ مجھے جھوٹا سمجھیں گے کہ ابھی تو پانی پی چکا ہے دل میں جھکاؤ نہیں ہے پانی کی طرف زبان سے ویسے ہی ان کو دھوکہ دے رہا ہے۔

تو اگر قلبی جھکاؤ عمل کی طرف نہ ہو تو زبان سے عمل کا نام لینا یہ جھوٹ ہے عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ دل دکان پر ہے، اپنے دنیاوی دھندوں میں ہے، ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہے اور میں چار رکعات نماز پڑھوں ظہر کی اللہ اکبر تو یہ نماز ہوتی ہی نہیں ہے اس لیے جب بھی آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں کم از کم تکبیر تحریمہ کے وقت آپ کی قلبی توجہ آپ کی نماز

کی طرف ہو اور یہ نماز کی طرف توجہ تب ہوگی کہ آپ کو نماز کے فوائد کا یقین ہو اور اس کی حقیقت کا علم ہو۔

اب دیکھو دنیاوی کاروبار کے فوائد کا یقین ہے تو ہم پوری توجہ سے کرتے ہیں صنعت ہے، زراعت ہے، تجارت ہے ان کے فوائد کا یقین ہے یقین ہونے کے بعد ہم وہ کام توجہ سے کرتے ہیں اگر نماز کے فوائد کا یقین ہوتا تب ہم نماز توجہ سے اور قلبی جھکاؤ کے ساتھ پڑھتے اور نماز کے فوائد سے بہرہ مند ہوتے۔

حضرت عبیدؒ سے ساری زندگی نماز باجماعت کبھی قضاء نہیں ہوئی تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی ایک دن عصر کے وقت ان کی والدہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ماں کے سرہانے بیٹھے کبھی پانی، کبھی دوائی اتنے میں نماز باجماعت نکل گئی پریشان ہو گئے حدیث شریف میں ہے جو آدمی اکیلے نماز پڑھے اسے ایک نماز کا ثواب ملتا ہے اور جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اسکو ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے تو پریشان ہوئے کہ میں تو ستائیس نمازوں کے ثواب سے محروم ہوگیا تو عصر کی نماز انہوں نے ستائیس مرتبہ پڑھی تاکہ جماعت والا ثواب مل جائے باجماعت ستائیس نمازوں کا ثواب ہے تو میں عصر کی چار رکعات ستائیس مرتبہ پڑھوں گا چار پڑھیں پھر چار پھر چار۔ رات کو سوتے ہوئے خواب میں ایک فرشتے نے بتایا کہ آپ نے ستائیس کا ثواب تو پورا کیا وہ "امین" کہاں سے لاؤ گے حدیث میں ہے جب امام "ولا الضآلین" کہتا ہے اور نمازی "امین" کہیں اس وقت فرشتے بھی "امین" کہتے ہیں فرمایا جب فرشتہ امین کہے اور نمازی بھی امین کہے اس وقت نمازی کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو انہوں نے ستائیس نمازیں تو پڑھیں لیکن اکیلی نماز میں انسان کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے تو آواز آئی کہ وہ "امین" کہاں سے لاؤ گے جو نماز باجماعت میں تھی۔

اس لیے امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ سب سے ادنیٰ عہدے سے لے کر وزیر اعظم کے عہدے تک اتنی کمائی نہیں ہے جتنی کمائی آپ اللہ اکبر کہنے سے کرتے ہیں ایک ادنیٰ سپاہی سے لے کر صدر مملکت، وزارت تک جتنے عہدے ہیں اگر انسان ان تمام عہدوں پر فائز ہوجائے اور تمام کی کمائیاں حاصل کرے وہ اللہ اکبر کے ثواب کے برابر نہیں ہے۔

چونکہ حضرات صحابہ اکرامؓ کو فوائد نماز کا یقین تھا وہ صرف ہماری طرح زبانی نیت نہیں کرتے تھے دل کے جھکاؤ کے ساتھ نیت کرتے تھے جناب نبی کریمؐ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے پہاڑوں میں سحری کا وقت ہوا حضورؐ نے فرمایا یہاں ذرا آرام کر لیں لیکن دو صحابہ کو ایک درے میں مقرر کیا تم یہاں ہماری چوکیداری کرو سوتے میں کوئی مار نہ دے یہ سو گئے وہ جاگ رہے تھے انہوں نے آپس میں کہا کہ دونوں کے جاگنے کا کیا فائدہ ایک سو جائے ایک تہجد پڑھے کچھ دیر تک پھر وہ سوئے گا دوسرا اٹھے گا جب وہ تہجد میں کھڑا ہوا دوسرا ساتھی سو گیا تو کافر نے ان کو تیر مارا مگر ان کو پتہ نہیں چلا پھر تیر مارا پھر پتہ نہیں چلا پھر جب سر میں لگا تو ان کے گرنے سے دھڑام کی آواز ساتھی نے سن لی اس نے کہا اللہ کے بندے آپ پہلے بتاتے انہوں نے کہا پتہ نہیں چلا اس توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نواسہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاؤں پر پھوڑا نکلا ڈاکٹر نے کہا پاؤں کاٹنا پڑے گا اس زمانے میں نشہ تو تھا نہیں لوگ حیران تھے اگر پاؤں کاٹیں گے تو ان کی چیخیں نکلیں گی انہوں نے کہا پریشان نہ ہو انہوں نے وضو کیا دو رکعات نماز کی نیت باندھی اور کہا جب میں نماز پڑھوں تو میرا پاؤں کاٹ لینا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور طبیبوں نے ان کا پاؤں کاٹ لیا تو پتہ ہی نہیں چلا تو نماز عبادت ہے اور عبادت کی بنیادی تین چیزیں ہیں ان میں سے ایک نیت ہے نیت زبان سے کہنے کا نام نہیں۔

اگر مجھے پیاس نہیں ہے اور میں آپ کے سامنے کہوں کہ میں نیت کرتا ہوں پانی پینے کی تو یہ جھوٹ کی بات ہے جھوٹی زبان ہے اس لیے کم از کم نماز کے دوران اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کریں اس وقت ہم ظہر کی نماز چار رکعات پڑھ رہے ہیں دل میں یہ توجہ ہو پھر بے شک زبان سے بھی نیت کریں لیکن اگر دل غافل ہے اور زبان سے یہ الفاظ کہیں تو یہ نماز نہیں ہوگی۔ اس عبادت کا ہم اقرار کرتے ہیں ایاك نعبد دوسری بنیاد اخلاص ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۵

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایاک نعبد"

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں کسی عمل کو عبادت کب کہا جا سکتا ہے ایک عمل کو عبادت کا نام دینے کے لیے چار شرطیں ہیں پہلی شرط یہ کہ انسان کی نیت اچھی ہو دوسری شرط یہ کہ وہ نیک عمل موقع اور محل کے مطابق ہو تیسری شرط یہ کہ اس میں اخلاص ہو چوتھی شرط یہ کہ اس میں استقامت ہو جس عمل میں یہ چار شرائط ہوں گی اس عمل کو عبادت کہا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلی شرط صحیح نیت اگر نیت ہو تو عادت عبادت بن جاتی ہے اور اگر نیت نہ ہو تو عبادت عادت بن جاتی ہے ایک آدمی ظہر کے بعد کھانا کھا کر راحت کے لیے سو جاتا ہے نیت نہیں ہے تو اس نے اپنی عادت پوری کر دی لیکن اگر اسی سونے میں یہ نیت کرے کہ یہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ظہر کے بعد آپ قیلولہ فرماتے تھے اب وہی سونا عبادت ہے نیت کے بغیر سونا بس ایک سونا تھا ایک عادت تھی جو پوری کر لی لیکن ظہر کے بعد کھانا کھانے کی نیت سے کہ یہ آپؐ کا معمول تھا یہ سونا عبادت ہے۔ نیت سے عادت عبادت بن جاتی ہے اور نیت نہ ہونے سے جو قیلولہ عبادت تھی وہ عادت بن گئی۔

ایک آدمی مسجد میں آکر سوتا ہے تھکان اتارنے کے لیے تھکان اتر جائیگی یہ ایک عادت تھی ایک آدمی اس نیت سے مسجد میں سوتا ہے کہ گھر میں کوئی جگانے والا نہیں ہے یہاں پر سو جاتا ہوں کہ ظہر کی نماز کے لیے کوئی اٹھا دے گا تو وہی سونا اب نماز بن جائیگی اس لیے ایک

عمل کو عبادت کا نام دینے کے لیے چار شرائط ہیں۔

جن میں سے پہلی شرط نیت ہے آپ کمرہ بناتے وقت روشن دان رکھتے ہیں اگر آپ نے روشنی کے لیے، تازہ ہوا کے لیے رکھا تو تازہ ہوا اور روشنی آئے گی لیکن اگر آپ نے نیت کی کہ پانچوں وقت کی اذان میرے کمرے میں آجائے تو جب تک روشن دان ہیں آپ کو اذان کا ثواب ملتا رہے گا نیت سے عادت عبادت بن جاتی ہے۔

آج نیت ہی صحیح نہیں آپ میرے جنازے میں آئیں گے اس لیے کہ آپ کہیں گے کہ کل میری بھی ضرورت ہے کل یہ میرے جنازے میں آئیں گے آپ کی نماز جنازہ پڑھنے سے نہ مجھے فائدہ ہوا نہ آپ کو ہوا اور اگر آپ دنیاوی تعلقات کو بالاتر رکھ کر کہ یہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ جب آپ جنازے میں شرکت کریں گے تو احد پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا اور جب تدفین میں شرکت کریں گے تو آپ کو دو احد کے پہاڑوں کے برابر ثواب ملے گا لیکن نیت خراب ہونے کی وجہ سے نہ جنازہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ میت کو فائدہ ہوگا دونوں کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے صرف نیت کی خرابی کی وجہ سے۔

حدیث میں ہے کہ چالیس آدمی مردے پر جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت یقینی ہو جاتی ہے اور چالیس جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو ہم اپنے نیک عمل کو عبادت بنانا چاہتے ہیں تو نیت صحیح رکھیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ آپ جو نیک عمل کریں تو موقع اور محل کی مناسبت سے کریں قرآن کریم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں غضب رکھا ہے دوسری طاقت شفقت اور محبت رکھی ہے تیسری طاقت اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر عقل رکھی ہے قرآن کریم بتاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑے عابد کیوں تھے اس لیے کہ وہ غصے کا استعمال موقع محل پر کرتے تھے "اشداء علی الکفار" کہ غصہ نکالنے کی جگہ ماں نہیں ہے، باپ نہیں ہے، بیٹا نہیں ہے، پڑوسی نہیں ہے، استاد شاگرد نہیں ہے، امیر غریب نہیں ہے کافر ہے فرمایا ان کے غصے کا استعمال موقع پر محل ہوتا تھا "اشداء علی الکفار"

اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اس لیے زیادہ عابد تھے قیامت تک ایسے عبادت گزار پیدا نہیں ہو نگے کہ ان کی رحمت اور شفقت کا استعمال بھی برمحل ہوتا تھا "رحماء بینھم" آپس میں ایک دوسرے سے پیار اور محبت سے رہتے تھے آج کفار کو ہم جھک کر سلام کرتے ہیں ہم نے شفقت بے محل استعمال کی ہمیں عابد نہیں کہا جا سکتا ہم نے فلموں میں، تھیٹروں میں، شرابوں میں، فحاشی کے اڈوں میں شفقت کا اظہار کیا ہم قطعاً عابد کہلانے کے قابل نہیں ہیں ایک عمل کو عبادت کا نام تب دیا جا سکتا ہے کہ وہ عمل موقع اور محل کے مطابق ہو انسان میں غضب ہے اور غضب کا محل اور موقع کفار ہیں۔

قرآن میں بتایا کہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑے عابد اس لیے تھے "اشداء علی الکفار" آج ہماری ساری محنت، محبت اور شفقت اور احترام کی جگہ کافر ہیں اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اس لیے سب سے بڑے عابد تھے کہ ان کی رحمت اور شفقت برمحل استعمال ہوتی تھی "رحماء بینھم" اب بش کو سلام کریں گے اور بھائی کو قتل کریں گے اور کہیں گے کہ میں بہت بڑا عابد ہوں بہت بڑا بزرگ ہوں۔

تیسری بات قرآن کریم نے بتائی کہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑے عابد کیوں تھے وہ عقل کا استعمال ٹھکانے پر کرتے تھے "تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا" انہوں نے اپنی عقل سے اپنے خالق کو پہچانا "تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا" صرف ان کا مقصد خالق کی رضامندی تھا غضب بھی برمحل استعمال ہوا شفقت بھی برمحل استعمال ہوئی عقل بھی برمحل استعمال ہوئی۔

قرآن نے فرمایا صحابہ اکرام اس لیے "اولوالالباب" ہیں "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض" میرے غصے کا استعمال بے محل ہے محبت کا استعمال بے محل ہے عقل کا استعمال بے محل ہے اور میں متقی بھی ہوں اور بزرگ بھی ہوں یہ ایسا ہے جیسے رات کو دن کہنا اور دن کو رات کہنا اور آگ کو ٹھنڈی کہنا اور برف کو گرم کہنا تو برف کو گرم کہنے سے گرم تو نہیں ہوتی نہ

آگ کو ٹھنڈا کہنے سے وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو عبادت بناتے کے لیے شرط ہے کہ صحیح نیت ہو دوسری شرط ہے کہ موقع محل کے مطابق ہو آپ نماز پڑھیں لیکن طلوع آفتاب کے وقت پڑھیں تو وہ موقع محل نہیں ہوگا آپ غروب آفتاب کے وقت پڑھیں تو موقع محل نہیں ہوگا آپ قرآن پڑھیں رکوع اور سجدے میں تو وہ بے محل ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما یؤمن باللہ الا اکثرھم مشرکون" یہ جو عبادت عبادت کرتے ہیں بزرگی بزرگی کرتے ہیں ان میں اکثریت کافر ہے ان کو عبادت کے معنی کا پتہ نہیں ہے کہ عبادت کس چیز کا نام ہے۔ تیسری شرط عمل کو عبادت بنانے کے لیے اخلاص ہے "وما امروا الا لیعبداللہ مخلصین لہ الدین" "وما امرت ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین" "مخلص" اخلاص کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا اور ممتاز کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین" فرمایا تمہاری گائے کے پیٹ کے اندر میں نے ایک کارخانہ بنایا اس میں گھاس ڈالتا ہے اس گھاس سے گوبر بھی بنتا ہے اسی گھاس سے خون بھی بنتا ہے اسی گھاس سے دودھ بھی بنتا ہے لیکن میں جو آپ کو دودھ پلاتا ہوں "لبنا خالصا" نہ اس میں خون کی رنگت ہے نہ اس میں گوبر کی آمیزش ہے نہ اس میں پیشاب کی بدبو ہے "خالصا" فرمایا جیسے میں خالص دودھ پلاتا ہوں ایسے ہی میرے لیے خالص عبادت کرو۔ جو چیز آپ میرے لئے کرتے ہو وہ چیز مزار کے لئے بھی کرتے ہو جو منت میرے نام مانتے ہو وہ مزار کے نام بھی مانتے ہو اس لیے نیک عمل کو عبادت بنانے کے لیے صحیح نیت شرط ہے اس کے ساتھ عمل کا موقع اور محل کے مطابق ہونا شرط ہے اور تیسری شرط ہے کہ وہ خالص ہو یعنی اس میں بلاشرکتِ غیر آپ نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نام ونمود کے لیے بزرگی چمکانے کے لیے نہیں کسی غریب بیوہ کی مدد کرتے ہیں احسان جتلانے کے لیے انکو طعنہ دینے کے لیے ان کو نیچا دکھانے کے لیے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا

خالصا سائغاللشربین" جیسے میں نے پیشاب،خون اور گوبر کے درمیان سے جو دودھ نکالا ہے وہ بالکل ممتاز ہے گوبر سے بھی، پیشاب سے بھی ،خون سے بھی اسی طرح میری خالص عبادت کرو۔

اور چوتھی شرط یہ ہے آپ جو نیک عمل کریں صحیح نیت سے کرو موقع اور محل کے مطابق کریں اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ،اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں اور نیک لوگوں کے ساتھ رہیں "یاآیھاالذین امنواتقواللہ و کونوا مع الصٰدقین" تمہاری نشست و برخواست بھی صدیقین کے ساتھ ہو اگر ایک آدمی نمازی ہے لیکن اس کے دوست احباب بے دین ہیں چرسی ہیں بھنگی ہیں اس کی نماز چھوٹ جائیگی اور وہ بری عادت اس کو لگ جائیگی استقامت شرط ہے اور استقامت کے لیے اولین شرط ہے کہ انسان نیک لوگوں کے ساتھ تعلق رکھے اور جو برے لوگ ہیں اصلاح کی حد تک ان سے تعلق رکھے کہ میں ان کی اصلاح کروں گا اور باقی نیک لوگوں کے ساتھ اٹھنا اور بیٹھنا ہو۔

اگر یہ تمام شرائط ہونگی تو تب ہم کہہ سکیں گے "ایاك نعبد" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۶

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

**"ایاک نعبد"**

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں بندوں پر خدا کی عبادت کیوں فرض ہے کہ خدا کی عبادت انسان کی فطرت کے مطابق ہے کیوں کہ انسان کی فطرت ہے کہ جہاں جسکی طرف اسکی ضرورت ہو اس سے تعلق پیدا کرتا ہے۔

اگر ایک آدمی کو ضرورت ہے وکیل کی تو وہ وکیل سے تعلق پیدا کرتا ہے تا کہ یہ میرا مقدمہ لڑے اگر انسان کو ضرورت پڑے ڈاکٹر کی تو وہ ڈاکٹر سے تعلق بناتا ہے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اگر انسان کو مکان بنانے کی ضرورت پیش آئے تو راج، مستری سے تعلق قائم کرتا ہے انسان کسی کا دوست نہیں ہے اپنی ضرورت کا دوست ہے جہاں سے اسکی ضرورت پوری ہو وہاں اسکا تعلق رہتا ہے آگے پیچھے وکیل سے تعلق نہیں ہے لیکن جب مقدمہ کی ضرورت ہو تو اس سے تعلق رکھتا ہے آگے پیچھے راج مستری سے تعلق نہیں ہے جب مکان بنانے کی ضرورت پیش آئے تو راج مستری سے تعلق رکھتا ہے آگے پیچھے کوئی ڈاکٹر کا نام بھی نہیں لیتا علاج کی ضرورت پیش آئی تو ڈاکٹر سے تعلق قائم کرتا ہے نائی کو آپ سلام بھی نہیں کرتے لیکن جب ضرورت پڑتی ہے تو آپکو اسکی دوکان پر جانا پڑتا ہے اپنا سر اسکے سپرد کرنا پڑتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم ضرورت کے یار ہو جہاں سے تمہاری ضرورت پوری ہوتی ہو وہاں تمہارا تعلق ہے تو کیا میری طرف تمہاری کوئی ضرورت نہیں وجود میں تم

میرے محتاج ہو جان میں تم میرے محتاج ہو، زندگی میں تم میرے محتاج ہو، عزت، صحت میں تم میرے محتاج ہو، اولاد کے اندر تم میرے محتاج ہو، دنیا، آخرت، قبر کے اندر تم میرے محتاج ہو جب ایک ضرورت کے لیے ڈاکٹر سے تعلق رکھتے ہو، ایک ضرورت کے لیے انجینئر سے تعلق رکھتے ہو، ایک ضرورت کے ماتحت وکیل سے تعلق رکھتے ہو تو تمہاری تمام مشکلات کا حل میرے پاس ہے تم ہر چیز میں میرے ضرورت مند اور حاجت مند ہو تم میرے ساتھ کیوں تعلق قائم نہیں کرتے اس تعلق کا نام عبادت ہے۔

"ایاك نعبد" یا تو ہم کہیں کہ ہمیں خدا کی ضرورت نہیں "العیاذ باللہ" اور اگر ہم آنکھ کی بینائی میں خدا کے حاجت مند ہیں، کان کے سننے میں خدا کے حاجت مند ہیں، معدے کے ہضم کرنے میں خدا کے حاجت مند ہیں، بات کے سمجھنے میں خدا کے حاجت مند ہیں، پاؤں کے ذریعے چلنے میں خدا کے حاجت مند ہیں جب ہر جگہ، ہر وقت، ہر کام میں ہمیں خدا کی ضرورت ہے اس ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ساتھ تعلق قائم کرو اور تعلق کیا ہے "ایاك نعبد" ہم تیری ہی عبادت کریں گے۔

ہماری تمام مشکلات کا حل مخلوق کے پاس نہیں ہے خالق کے پاس ہے اللہ تعالیٰ شفاء نہ دینا چاہیے تو ڈاکٹر کون ہے شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ کامیاب نہ کروانا چاہیے تو وکیل کون ہے مقدمہ لڑنے والا جج کون ہے فیصلہ کرنے والا جب ہماری تمام مشکلات کا حل خدا کے پاس ہے تو چلو اپنی ضرورت کے ماتحت، مشکلات کے ماتحت ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھیں اسی تعلق کا نام عبادت ہے۔

عبادت اپنی انتہائی عاجزی کا اظہار ہے اور خدا کی انتہائی عظمت کا اقرار ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے سامنے عاجز مطلق سمجھے اور خدا کو قادر مطلق سمجھے اور جب عبادت کے ذریعے انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے پھر مخلوق اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔

فرعون نے اعلان کیا تھا کہ میں ایک سال بنی اسرائیل کے بچوں کو زندہ چھوڑ دوں گا اور ایک سال قتل کروں گا جس سال چھوڑنے کا سال تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون

علیہ السلام کو بھیجا اور جس سال ذبح کرنے کا سال تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا چلو تم اس کو مٹانا چاہتے ہو اور میں بھیجنا چاہتا ہوں دیکھتے ہیں کہ تم اسے مارتے ہو یا میں اس کو زندگی دیتا ہوں اب اللہ تعالیٰ بچانے کے درپے ہے اور فرعون مارنے کے درپے ہے نتیجہ آپ کے سامنے ہے جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہی ہوا فرعون ناکام ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا "واوحینا الی ام موسیٰ" کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی "اذا خفت علیہ" جب آپ کو فرعون کا ڈر ہو "فالقیہ فی الیم" اس کو دریا میں ڈالو اس نے کہا دریا کہاں پھینکے گا "فالیلقہ الیم بالساحل" وہ کسی کنارے پر پھینک دے گا یا اللہ اس کو تو درندے کھا جائیں گے فرمایا "یاخذہ عدولی وعدولہ" وہی آدمی اس کو اٹھائے گا جو اس کے قتل کے درپے ہے اسی گھر میں اس کو پالوں گا اب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی والدہ کو ڈر محسوس ہوا ترکھان کے پاس گئی کہ ایک صندوق بناؤ وہ سمجھ گیا اس کے گھر بچہ ہوا اس نے کہا اب میرے وارے نیارے ہو جائیں گے فرعون کے پاس جاتا ہوں اس کو اطلاع کروں گا کہ فلاں گھر میں بچہ ہوا ہے مجھے بہت سارا انعام ملے گا۔

ترکھان صندوق بنانا بھول گیا سیدھا فرعون کے پاس پہنچا اجازت مانگی اندر چلا گیا اللہ تعالیٰ نے ترکھان کی زبان کو گونگی بنا دیا فرعون نے کہا یہ کون سا پاگل لے آئے ہو اس کو باہر نکالو باہر نکال دیا زبان چل پڑی باتیں کرنے لگا کہنے لگا پھر مجھے لے جاؤ میں فرعون کے فائدے کی بات کرتا ہوں پھر اندر لے گئے جب اندر گیا پھر تھتھلا گیا پھر زبان گونگی ہو گئی فرعون نے غصہ کیا کہ میرا مذاق اڑاتے ہو نکالو اس کو نکال دیا نکالنے کی دیر تھی پھر زبان چل پڑی ایک وزیر نے کہا کہ جناب جب وہ باہر نکلتا ہے تو صحیح بات کرتا ہے اور کہتا ہے مجھے فرعون کے فائدے کی بات کرنی ہے کیا حرج ہے اگر وہ آجائے کہا لے آؤ تیسری بار جب وہ آیا تو پھر زبان گونگی۔

زبان کی کیا طاقت ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا

تمہیں میری طرف کوئی ضرورت نہیں ہے کوئی حاجت نہیں ہے تمہاری کسی مشکل کا حل میرے پاس نہیں ہے تم تو ضرورت کے بندے ہو ضرورت کے لیے تعلق قائم کرتے ہو اگر تم یہ مانتے ہو تو ہر جگہ، ہر وقت، ہر کام میں ایک ایک سانس میں، ایک ایک عضو میں خدا کے محتاج ہو تو کوئی سانس خدا کے ذکر کے بغیر نہیں ہوتی یہی معنی ہے "ایاك نعبد" اے اللہ ہمارا تعلق آپ کے ساتھ رہا ہے، ہے اور رہے گا "ایاك نعبد" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

اب ترکھان کو نکالا جب باہر آیا تو زبان ٹھیک ہو گئی اس نے کہا یہ کوئی بڑا بچہ ہے جس کو خدا بچانا چاہتا ہے اب میں فرعون کے پاس جانے کی جرأت نہیں کروں گا اس نے چپکے سے صندوق بنا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر پہنچا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں بند کر کے دریا کے سپرد کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا رادوه الیك" گھبراؤ نہیں اسی بچے کو میں تمہاری گود میں لوٹاؤں گا چنانچہ فرعون کے گھر وہ کسی عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا تھا فرعون پریشان ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں گھر اکیلا نہیں چھوڑ سکتی اگر بچہ میرے ساتھ بھیجنا چاہتے ہو میں لے جاتی ہوں میں روز روز نہیں آسکتی فرعون نے کہا لے جاؤ جتنا خرچہ آئے گا ہم آپ کو دے دیں گے جو مال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذبح کرنے کے لیے خرچ ہو رہا تھا وہی مال اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے خرچ ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقین جانو تمہاری ہر ضرورت میرے پاس ہے چند پیسے دیکھ کر انسان فرعون بنے چند عہدے دیکھ کر انسان اپنے آپ کو خدا سمجھے اس سے بڑی حماقت نہیں ہے اسی ضرورت کے ماتحت جب ہم خدا سے تعلق رکھتے ہیں اسی تعلق کا نام عبادت ہے "ایاك نعبد" عبادت دو چیزوں کا نام ہے شہود اور حضور شہود کا معنی یہ ہے کہ خدا کو دیکھ کر عبادت کرنا اور حضور کا معنی یہ ہے خدا تجھے دیکھ رہا ہے اور تو اس کے سامنے عبادت کر رہا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھا "ما الایمان" ایمان کیا

ہے آپؑ نے جواب دیا کہ آپ خدا اور اسکی صفات ،انبیاء علیہ السلام آسمانی کتابیں،فرشتے ،قیامت ،جنت ،دوزخ کوتسلیم کریں یہ ایمان ہے فرمایا" ماالاسلام" اسلام کیا ہے فرمایا اسلام یہ ہے کہ آپ توحید کی گواہی دیں رسالت کی گواہی دیں نماز پڑھیں،روزے رکھیں،حج کریں،زکوٰۃ ادا کریں یہ اسلام ہے فرمایا" ماالاحسان" اخلاص کیا ہے" ان تعبدالله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك" عبادت یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھ کر عبادت کریں یہ مرتبہ شہود کا ہے کہ ہم خدا کا مشاہدہ کریں اور اگر اس درجے تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تو" فان لم تكن تراه فانه يراك" کم از کم اس عقیدے سے نماز میں کھڑے ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے اس شہود اور حضور کے ساتھ نیک عمل کرنے کا نام عبادت ہے۔

ہماری نماز میں نہ شہود ہے کہ خدا کو دیکھے اور نہ حضور ہے کہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھیں نیت باندھ لی اور اب دکان کا حساب شروع ہوا،زمینوں کا حساب شروع ہوا،گھر کی آمدن اور خرچ کا حساب شروع ہوا بازار کے دھندے ذہن میں آگئے نماز کا معنی شہود اور حضور کہ انسان ایسی عبادت کرے کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اگر یہ طاقت نہیں ہے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔تو کم از کم حضور تو ہو۔اقبال بھی کہتے ہیں:

تیری نماز بے حضور تیرا امام بے سرور<br>
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی تو تیسرے دن یمن سے ایک آدمی حج کرنے کے لیے آیا طواف کر رہا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی طواف کر رہے تھے وہ یمنی دوست نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو سلام کیا آپؓ نے جواب نہ دیا دوست نے شکایت کی کہ باپ بادشاہ بنا امیر المؤمنین بنا آپ شہزادے بنے پرانے دوستوں کو بھول گئے جیسے آج کل بھی ہوتا ہے مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ دو دوست تھے بچپن کے یار تھے ایک وزیر بن گیا جو غریب دوست تھا وہ اسلام آباد مبارک باد دینے کے لیے چلا گیا تو وہ وزیر

صاحب نے پوچھا تم کون ہو تو اس نے کہا میں آپ کا فلاں دوست ہوں کہنے لگے مجھے یاد نہیں پڑتا دوست نے کہا میں گوجرانوالہ سے آیا ہوں اس نے کہا میں نے کبھی گوجرانوالہ دیکھا ہی نہیں اس نے کہا ہم وہاں شیرانوالہ باغ میں کھیلتے تھے اس نے کہا مجھے یاد نہیں اور کہا مقصد کی بات کرو کس مقصد کے لئے آئے ہو وہ بھی ہوشیار تھا اس نے کہا میں تعزیت کے لیے آیا ہوں سنا ہے آپ اندھے ہو چکے ہیں تو میں تعزیت کے لیے آیا ہوں۔

تو آج کل یہی حال ہے تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو بھی یمنی دوست نے سلام کیا انہوں نے جواب نہ دیا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدینہ میں جا کر شکایت کی کہ آپ کی امارت سے آپ کے بیٹے کا غرور اور تکبر بہت بڑھ گیا ہے یہ میرا پرانا دوست تھا میں نے اس کو سلام کہا اور اس نے جواب نہیں دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو ڈانٹا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے قسم اٹھائی اور کہا "فی انظر الی وجہ اللہ" کہ طواف کے دوران خدا کے چہرے کو دیکھ رہا تھا مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں آسمان پر ہوں یا زمین پر ہوں میں نے اس کا سلام نہیں سنا "کنت انظر الی وجہ اللہ" حضرت میں خدا کے چہرے کو دیکھ رہا تھا یہ قلبی رؤیت ہے۔

اس لیے عبادت شہود کا اور حضور کا نام ہے اگر ہم شہود اور حضور کے درجے تک نہیں پہنچ سکتے تو کم از کم نماز میں کھڑے ہوں تو ہم یہ خیال کریں کہ ہم قیام کے مرحلے سے گزر رہے ہیں جب رکوع میں جائیں تو یہ خیال کریں کہ میں رکوع کا مرحلہ طے کر رہا ہوں جب سجدے میں جائیں تو یہ خیال کریں کہ میں سجدے سے گزر رہا ہوں قعدے میں بیٹھے تو یہ خیال کریں کہ میں قعدے سے گزر رہا ہوں تو قعدے کا تصور کریں۔

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دنیاوی کاموں کا تصور نہیں آئے گا یہ عبادت ہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۷

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایاك نعبد"

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عبادت کس چیز کا نام ہے تو علماء لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر علیہ السلام خدا کی طرف سے جو کتاب لے کر آتے تھے اس کا نام تھا قانون خداوندی اور اس قانون کے نفاذ کے لیے نبی کو جو قوت نافذہ ملتی تھی اس کا نام ہے حکومت اور سیاست تو قانون اور سیاست کے مجموعے کا نام ہے عبادت۔

ہر نبی علیہ السلام خدا کی طرف سے جو کتاب لے کر آتا تھا اس کتاب کا نام ہے قانون خداوندی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام زبور لے کر آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے اور عیسیٰ علیہ السلام انجیل لے کر آئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لے کر آئے داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور تھی یہ تو قانون خداوندی تھی اس قانون کے نفاذ کے لیے داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی کہ اس حکومت کے ذریعے اس قانون کو نافذ کرو اس قوت نافذہ کا نام سیاست ہے اور قانون اور سیاست کے مجموعے کا نام عبادت ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قانون کے لیے بھی دعا مانگی اور حکومت کے لیے بھی دعا مانگی "اللھم ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق" اے اللہ مکہ میں بھی اور مدینہ میں بھی میرے ایمان اور اعمال کا میدان ہموار کرنا "واجعل لی من لدنك سلطانا نصیرا" اور مجھے سلطنت بھی عطا فرمانا کہ میں ان نیک اعمال کا نفاذ کروں تو آسمانی کتاب قانون خدا وندی ہے اس کے نفاذ کے لیے جو قوت نافذہ ہے اس کا نام حکومت اور سیاست ہے اور

قانون اور حکومت کے مجموعے کا نام عبادت ہے۔

تو "ایاك نعبد" کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ ہمارے ہاں تیرا قانون چلے گا اور تیری حکومت کے ذریعے ہم اس کو نافذ کریں گے اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا "کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء" بنی اسرائیل کے پاس جو اسلامی کتابیں آتی تھیں تو وہ قانون خداوندی کی شکل کی تھیں لیکن "تسوسهم الانبیاء" اس کے نفاذ کے لیے انبیاء علیہم السلام سیاست اور حکومت قائم کرتے تھے۔ فرمایا "وانا خاتم النبیین" کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے قرآن کریم نے وعدہ کیا کہ "والذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم فی الارض" جو لوگ ایمان کے پکے ہوں گے اور اعمال کے سچے ہوں گے تو میں ان کو ضرور خلافت، سیاست اور حکومت سے ہمکنار کروں گا تا کہ وہ اس قوت کے ذریعے آسمانی قانون کا نفاذ کر سکیں۔

حضور ﷺ نے بھی فرمایا "الدین والملك توامان" کہ دین اور حکومت دونوں جڑوا بھائی ہیں دو جڑوا بھائی ایک مر جائے تو دوسرا بھی دم توڑ دیتا ہے اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بھی کمزور پڑتا ہے دین ہو حکومت نہ ہو دین کمزور ہے ہم یتیم کی شکل میں دین کو پیش کرتے ہیں مساجد میں اعلان ہوتا ہے کہ موبائل بند کرو شکریہ حالانکہ شکریہ کی بات نہیں ہے یہ خدا کا گھر ہے خدا کا گھر میں میوزک، بجانا، سننا، سنانا سب حرام ہے۔

اس کا اعلان یہ ہونا چاہیے کہ موبائل نہ لاؤ ورنہ جوتے پڑیں گے لیکن آج چونکہ اسلامی حکومت نہیں ہے تو اسلام اور اسلامی قانون دونوں کمزور پڑ چکے ہیں شاہ اسماعیل شہیدؒ نے عجیب بات کی ہے کہ ایک کافر ہے اور ایک کافر بنانے والا ہے فرمایا عام آدمی اگر دین کا، خدا کا، رسول کا انکار کرے تو وہ صرف کافر بنتا ہے اور حکمران صرف کافر نہیں ہیں بلکہ کافر بنانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے عدالت انگریز کی قائم کی ہے قانون انگریز کا جاری کر دیا جج انگریز کا بٹھا دیا وکیل انگریز کا ترجمان بنا دیا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ عدالت سے جا کر اپنے فیصلے کرواؤ تو یہ صرف کافر نہیں ہیں کافر بنانے والے ہیں۔

اس لیے قانون کے ساتھ حکومت کا ہونا ضروری ہے تا کہ قانون کا نفاذ حکومت کے ذریعے ہو دین کے دو حصے ہیں ایک انفرادی دین ہے دوسرا اجتماعی دین ہے انفرادی دین یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں تلاوت کرتے ہیں ہم پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے یہ ہمارا انفرادی دین ہے۔

ایک اجتماعی دین ہے کہ زانی کو سنگسار کرو اور قاتل کو پھانسی دو چور کے ہاتھ کاٹو ڈاکو کے ہاتھ پیر کاٹو یہ دین حکومت کے ساتھ وابستہ ہے اس لیے جو حکومت سیاست کی مخالفت کرتا ہے بس مسجدوں میں بیٹھنے والا آدھے دین کا منکر ہے آدھے دین کا وہ انکار کرتا ہے اس لیے آسمانی کتاب وہ قانون خداوندی ہے اور جو حکومت ہے وہ اس کے لیے قوت نافذہ ہے اس کے مجموعے کا نام عبادت ہے جس کا ہم اقرار کرتے ہیں "ایاك نعبد" یا اللہ تیری حکومت قائم کریں گے اور تیرے قانون کو حکومت کے ذریعے نافذ کریں گے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "انا الضحوك القتال" میری آدھی نبوت حج روزہ زکوٰۃ ہے اور آدھی نبوت جہاد ہے نماز روزہ زکوٰۃ میں بڑا ہنس مکھ ہوں کہ مجھے مارو بھی گالی دو مگر میں گالی نہیں دوں گا لیکن "القتال" مجھ سے بڑا جنگجو بھی نہیں ہے جو لوگ نماز روزہ حج زکوٰۃ کرتے ہیں جہاد کا انکار کرتے ہیں پکے کافر ہیں آدھے دین کے وہ منکر ہیں حضورؐ نے فرمایا "بعثت مرحما وملحما" اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت کا بھی مجسمہ بنایا ہے نماز روزہ حج میں بہت نرمی سے تبلیغ کروں گا لیکن "ملحما" میں گوشت والا بھی ہوں جہاں جہاد کی ضرورت پڑے سب سے پہلے مورچے میں آپ مجھے پائیں گے "ملحما" میں کافروں کا گوشت نوچنے والا ہوں یہ "مرحما" یہ قانون خداوندی ہے اور "ملحما" یہ حکومت اور سیاست ہے مجموعے کا نام عبادت ہے۔

آج جو لوگ حکومت میں ہیں وہ نمازیوں کو دہشت گرد کہتے ہیں جو نماز پڑھنے والے صوفی لوگ ہیں وہ کہتے ہیں حکومت پر لعنت بھیجو آدھے دین کا انہوں نے انکار کیا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کا بیڑا غرق ہوا اس لیے قرآن کریم نے جامع لفظ فرمایا "ایاك نعبد" یا اللہ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی حکومت تیری قائم کریں گے اور تیری حکومت میں تیرے قانون کو نافذ کریں گے یہ ہے عبادت کا معنی کہ ایک ہاتھ میں قانون خداوندی ہو اور دوسرے ہاتھ حکومت خداوندی ہو حکومت کے ذریعے آپ قانون خداوندی کا نفاذ کریں اس مجموعے کا نام عبادت ہے اب آپ عابد کہلانے کے قابل ہیں۔

بے دین وزیراعظم کو عابد نہیں کہا جا سکتا عابد عمر ابن عزیزؒ تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے جو حاکم صرف حکومت کرے دین سے دور ہو وہ عابد نہیں جو صوفی صرف دین میں لگا ہو اور قوت نافذہ کا انکار کرے وہ بھی عابد کہلانے کے قابل نہیں ہے اس لیے عمر ابن عبدالعزیزؒ نے وصیت کی کہ میں نے اپنے ہاتھ سے عبدالملک بن مروان کو دفنایا میں نے کفن کھولا تو اس کا چہرہ کوئلے کی طرح سیاہ تھا پھر میں نے اپنے ہاتھ سے مروان کو دفن کیا تو میں نے کفن کھولا اس کا چہرہ اس سے بھی زیادہ کالا سیاہ تھا پھر میں نے اپنے ہاتھ سے سلمان کو قبر میں اتارا کفن کھولا اس کا چہرہ دیکھا تو اس کا چہرہ بھی سیاہ کوئلہ تھا یہ خالص حکمران تھے فاسق وفاجر اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا کہ میری جان نکل جائے تو کمرے کے اندر اگر میرا چہرہ ان اسلاف کی طرح کالا ہو جائے بدل جائے تو میرا چہرہ لوگوں کو نہ دکھانا بدنامی ہو جائے گی لیکن جب ان کی جان نکلی تو ہوا کا جھونکا آیا اس جھونکے میں ایک کاغذ پر لکھا ہوا آیا۔

"براءۃ من اللہ لعبدالعزیز" کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے لیے جہنم سے نجات کا فیصلہ کر لیا اور ان کا بیٹا کہتا ہے کہ جب میں نے کفن کھولا تو ایسے تھے "کانھا قطعۃ قمر" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے کفن میں لپیٹ دیا وہ حاکم عابد تھے اس لیے ہم لوگ عبادت صرف نماز تک محدود رکھتے ہیں مسجد تک محدود رکھتے ہیں یہ نہیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس آدمی کو اللہ تعالیٰ وسعت، طاقت دے وہ حج نہ کرے اور جہاد نہ کرے "فلا ابالی مات یھودیا اونصرانیا" تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کا ایمان سلب کر لے گا یا یہودی مرے گا یا عیسائی مرے گا

جس نے دین کی فکر کی اس کی قوت نافذہ کی فکر کی عدالت اسلامی ہو، قانون اسلامی ہو، جج اسلامی ہو۔

آج قرآن صدر ہاؤس سے نکالا گیا وزیر اعظم ہاؤس سے نکالا گیا وزیر اعلیٰ ہاؤس سے نکالا گیا مسجد میں نظر بند ہے اگر کسی نے رمضان میں قرآن سننا ہے مسجد میں آ کر سن سکتا ہے گورنر ہاؤس میں، وزیر اعظم ہاؤس میں، صدر ہاؤس میں قرآن کی زیارت ناممکن ہے جیسے کسی کا رشتہ دار خدانخواستہ جیل میں ہو اس سے ملنے کے لیے جیل جانا پڑتا ہے دوسری جگہ ملاقات ممکن نہیں ہو سکتی تو آج قرآن مساجد میں نظر بند ہے اگر کسی نے رمضان میں سننا ہے تو آ کر مسجد میں حافظ کے پیچھے سنے صدر ہاؤس میں قرآن سننا ناممکن ہو چکا ہے وزیر اعظم ہاؤس میں ناممکن ہے وہاں تو ننگی تصویریں ہیں انڈیا کی فلمیں ہیں جموں کشمیر کی نئی نئی شرابیں پہنچ رہی ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ایاك نعبد" قانون بھی خدا کا ہو حکومت بھی خدا کی ہو یہ دونوں تمہارے ہاتھ میں ہوں گے تو تم عابد کہلانے کے قابل ہو گے "ایاك نعبد" یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۸

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایاك نعبد"

اللہ تعالیٰ نے سورت فاتحہ میں حکمران کی صفات کا بیان فرمایا ہے کہ حکمران وہ ہے جو خدائی صفات سے متصف ہو پہلی صفت اللہ تعالیٰ سب سے بڑا بادشاہ ہے سب سے بڑا حاکم ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ میری حاکیت کیوں قائم ہے "الحمدللہ" کہ ساری مخلوقات میری تسبیح اور میری حمد بیان کرتی ہیں "وان من شیئی الا یسبح بحمدہ" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی مخلوقات ہیں وہ میری حمد اور تسبیح بیان کرتی ہیں اس لیے حاکم کو اسطرح ہونا چاہیے کہ عوام کی زبان اس کی تعریف سے تر ہو عورتوں کے رحم میں جو بچے ہیں وہ رات کے اندھیرے میں خدا کو پکارتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اس تنگ ترش جگہ سے نکال دو آنے والے پھل جو درختوں کے تنوں میں ہے وہ درختوں کے تنوں سے خدا کو پکارتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اس قید و بند سے نکال دو انڈے کے جو چوزے ہیں وہ انڈے کے اندر سے رات کے اندھیرے میں خدا کو پکارتے ہیں کہ یا اللہ اس قلعے کو توڑ دو اور ہمیں اس سے باہر نکال دو پہاڑ کے نیچے سے زمین کے پیٹ میں جو پانی ہے وہ خدا کو پکارتا ہے کہ یا اللہ زمین کے اس بوجھل پن سے نکال دو اور اللہ تعالیٰ سب کی سنتا ہے اور سب کی دعا قبول کرتا ہے بچوں کو رحم سے نکال لیتا ہے چوزوں کو انڈوں سے نکال لیتا ہے پھلوں کو درختوں سے اور پانی کو زمین کی قید و بند سے نکال لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ حاکم ہے "الحمدللہ" اور تمام تعریفیں اسی کے

لیے ہیں۔

اس لیے اگر ایک آدمی حکمرانی کرنا چاہتا ہے تو وہ مخلوق کے اندر اپنے آپکو قابل تعریف بنائے جس حاکم کی قوم نے تعریف کی قوم کا دل و دماغ زبان اسکا ساتھ دیں گے تو آخر یہ پالیسی درست ہوگی اس لیے حضرت عمرؓ آدمی رات کو نکل کر بھیس بدل کر لوگوں کو ملتے تھے کہ لوگوں کے خیالات میرے بارے میں کیا ہیں اگر لوگ میری مذمت کرتے ہیں تو میں چپکے سے مستعفی ہو جاؤں گا اور اگر لوگ تعریف کرتے ہیں تو پھر میری حکومت خدائی حکومت کے موافق ہے تو میں حکمرانی کروں گا صرف تین راتیں آپکو واسطہ پڑا تھا ایک بار ابوقتادہؓ سے ملے کہ امیر المؤمنین کے بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے فرمایا کہ اب تک تو میں تعریف سنتا رہا ہوں لیکن کل اس نے جمعہ پڑھایا تھا اور اس نے دو چادریں استعمال کی تھیں آج لوگ جا بجا بیٹھ کر باتیں کرتے تھے کہ مال غنیمت میں سے ہر مجاہد کو ایک چادر ملی تھی تو حضرت عمرؓ کو دو چادریں کیوں ملیں تو اگلے جمعہ حضرت عمرؓ نے اسکی وضاحت فرمائی کہ میرا کرتا دھویا ہوا تھا گیلا تھا تو ایک چادر کو تہہ کی جگہ میں نے اپنی استعمال کی دوسری چادر میں اپنے بیٹے سے عاریۃً لی میں نے عام مجاھدین سے زیادہ کپڑا وصول نہیں کیا۔

ایک رات ایک آدمی نے شکایت کی کہ آج میں احد پہاڑ کے دامن میں ایک جھونپڑی میں تین دن سے بھوکا ہوں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کو کیا پتہ ہے کہ آپ یہاں رہتے ہیں فرمایا کہ وہ امارت نہ کرے جب اسکو احد پہاڑ کا نہیں پتہ تو حضرت عمرؓ نے اپنی پشت پر آٹا، دال، گھی، تیل اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا اور پھر اس کی تنخواہ بھی حسب اعلان سات ہزار روپے مقرر کی اور پھر فرمایا تین دن آپ جو بھوکے رہے ہیں اس کے لیے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں اور آپ مجھے معاف کردیں معافی نامہ ایک کاغذ پر لکھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو گواہ بنایا کہ مجھ سے جو زیادتی اس آدمی کے حق میں ہوئی تھی وہ میں نے معاف کرالی وہ معافی کاغذ اپنے بیٹے کو دیا کہ یہ میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اللہ تعالیٰ کو بتاؤں کہ مجھ سے جو زیادتی اس آدمی کے حق میں ہوئی تھی وہ میں نے معاف کرالی ہے۔

قرآن کریم نے حکمرانی کے اصول بتادیے کہ حکمران وہ ہونا چاہیے جو لوگوں میں محمود و محبوب ہو یعنی لوگ اس کی تعریف اور ستائش کریں مذموم نہ ہو لوگ اس کی مذمت نہ کریں اس لیے حضرت عمرؓ آدمی رات چکر لگاتے تھے کہا گر لوگ میری تعریف کرتے ہیں پھر تو حکومت قائم رہے گی اگر مذمت کرتے ہیں پھر میں دوسرے دن مستعفی ہو جاؤں گا۔

حضرت خالد ابن ولیدؓ نے ایک شاعر کو دس ہزار روپے بطور انعام کے بیت المال سے دے دیے تو حضرت عمرؓ کو یہ بات گوارہ نہ ہوئی اور عین محاذ پر حضرت خالد ابن ولیدؓ کو ہٹادیا اور حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ کو بھیجا کہ جاؤ حضرت خالد ابن ولیدؓ کی ٹوپی اپنے سر پر رکھو اور اس کی تلوار اپنے ہاتھ میں لو اور کمان سنبھالو اور حضرت خالد ابن ولیدؓ کو کہا آج کے بعد تم کمانڈر نہیں ہو۔ حضرت عمرؓ کا رنگ ڈھنگ اور حضرت خالد ابن ولیدؓ کا ایک تھا دونوں لمبے قد کے تھے دونوں لال سرخ تھے یہاں تک کہ آواز میں بھی عام آدمی پہچان نہیں کر سکتا تھا جب حضرت خالد ابن ولیدؓ کو معزول کیا گیا اور محاذ فتح ہوا اور فوج آ گئی تو حضرت عمرؓ اس بات کی تلاش میں نکلے کہ میں نے ایک مسلّم کمانڈر کو ہٹایا ہے لوگ کیا کہتے ہیں۔

چلتے چلتے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ملے رات کا اندھیرا تھا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سمجھ لیا کہ یہ خالد ابن ولیدؓ ہے فرمایا خالد بھائی آپ کے ہٹنے سے معزول ہونے سے ہمیں بڑا دکھ ہے بڑا درد ہے آپ کو حضور ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب دیا تھا امیر المومنین نے ایک معمولی جرم کی بنیاد پر آپ کو ہٹادیا وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ حضرت خالد ابن ولیدؓ ہیں حالانکہ وہ حضرت عمرؓ تھے اور حضرت عمرؓ خاموشی سے سن رہے تھے جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کی بھرپور حمایت کر لی اور پیٹ بھر کر ان کی تعریف کر لی اور حضرت عمرؓ سن رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے بھی اپنے آپ کو حضرت خالد ابن ولیدؓ ظاہر کیا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے عبداللہ اگر میں تحریک چلاؤں تو آپ میرا ساتھ دیں گے فوج میں تحریک چلائیں گے مسجد میں تحریک چلائیں گے حکومت میں تحریک چلائیں گے اور آپ میرا ساتھ دو گے تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا نا بھائی وہ ہمارے امیر ہیں جو کچھ حضرت عمرؓ نے کیا ہے درست کیا ہے آپ کے ساتھ میں نے اظہار ہمدردی کرنی تھی کر لی حضرت

عمرؓ ہمارے لیے محمود ہیں، قابل حمد ہیں یہ بات کر کے چلے گئے۔

صبح کو حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو بلایا فرمایا رات تم نے خالد ابن ولیدؓ کو کیا کہا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو بڑا غصہ آیا کہ میں نے خالدؓ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اس نے آ کر حضرت عمرؓ سے جاسوسی کی کہ عبداللہ ابن عمرؓ آپ کے خلاف یہ یہ باتیں کرتا ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے ان سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ خالدؓ نہیں تھے میں تھا۔ تب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ وہ میری آخری بات یاد ہے جب آپ نے اپنے آپ کو خالد ظاہر کیا اور مجھ سے کہا کہ ہم تحریک چلائیں گے حضرت عمرؓ کے خلاف عدم اعتماد پیش کریں گے تو میں نے کیا جواب دیا تھا کہ نہیں وہ ہمارے امیر ہیں اس کا حکم بسر و چشم ہمیں تسلیم ہے تو حکمران کے لیے ضروری ہے کہ عوام کی زبان پر اس کی تعریف ہو۔ اس کے مطابق الحمد للہ کہ سب سے اول سب سے آخر حاکم اللہ ہے۔

اور خدا کی محبت ہر انسان کے دل میں ہے عیسائی کے دل میں بھی ہے، ہندو کے دل میں بھی ہے، ہندو نے اگر مندر بنایا ہے تو خدا کی محبت کے اظہار کے لیے بنایا ہے اگرچہ اس نے غلط راستہ چنا ہے عیسائی نے اگر گرجا بنایا ہے تو خدا کی محبت کے اظہار کے لیے بنایا ہے اگرچہ اس نے غلط راستہ چنا ہے۔ اگر مسلمان نے مسجد بنائی تو خدا کی محبت کے اظہار کے لیے بنائی اور راستہ بھی صحیح چنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اول حاکم ہوں آخر حاکم ہوں اور میری صفت ہے کہ میں لوگوں میں محمود ہوں قابل تعریف ہوں تو اگر تم حکمرانی کرنا چاہتے ہو تو میری صفت اپنے اندر پیدا کرو اب آپ اس ایک معیار پر اپنے حکمرانوں کو دیکھو کہ کوئی اپنے حکمران کی تعریف کرتا ہے حکمرانی کا پہلا اصول یہ ہے کہ وہ محمود ہو لوگوں سے ڈرتا نہ ہو۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایرانی سفیر آیا تو لوگوں نے کہا کہ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش کے لیے جنگل میں گئے ہیں جب وہ گیا تو ایک کیکر کے درخت کے نیچے حضرت عمرؓ سو رہے تھے اور اس اونٹ کی رسی پاؤں کے ساتھ باندھ رکھی تھی تو اس سفیر نے کہا "عدلت فامنت فنمت" عمر آپ نے عدل کا بچھونا بچھایا امن کی چادر اوڑھ لی اس

لیے اب میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

لوگوں کے دل و جان حاکم کے ساتھ ہوں اور آگے فرمایا کہ حاکم وہ ہے کہ اپنے اور غیر کو یکساں پالتا ہو "رب العلمین" یہ نہ کہو کہ یہ اپنا ہے اس کو نوازو، یہ غیر ہے یہ امیر ہے اسکو نوازو یہ غریب ہے اسکو کچل دو یہ مسلمان ہیں انکو نوازو یہ غیر مسلم ہیں ان کو کچل دو نہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اموالھم کاموالنا ودمائھم کدمائنا" غیر مسلم جو آپ کے ملک میں رہتے ہیں انکا خون ایسا قابل احترام ہے جیسے مسلمان کا قابل احترام ہے ان کا مال، ان کی جان، ان کی عزت آبرو ایسے قابل احترام ہیں جیسے مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو قابل احترام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حاکم کی دوسری صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنی قوم کو اپنی اولاد سمجھے بلاتفریق یہ نہ کہے کہ یہ شیعہ ہے یہ سنی ہے یہ کافر ہے یہ مسلم ہے یہ امیر ہے یہ غریب ہے جیسے اللہ "رب العٰلمین" سب کی یکساں پرورش کرتا ہے اور پرورش بھی کرے مجبوری کی بنیاد پر نہیں۔

"الرحمن الرحیم" نہایت شفقت کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ جس بادشاہ کی لوگ تعریف کریں جو بادشاہ قوم کو پالے جو بادشاہ رحمت سے، شفقت سے، محبت سے پیش آئے اسکی داخلی پالیسی درست ہوگی۔ یہ داخلہ پالیسی کے لیے ہے پھر پولیس رکھنے کی ضرورت نہیں ہے "مٰلك یوم الدین" اور حاکم کے لیے یہ ہے کہ وہ سزا کا بھی حکم دے اگر کوئی کافر سر اٹھائے تو جہاد کرے خارجہ پالیسی ان کی مضبوط ہوگی۔

"رحیم" میں داخلی پالیسی کا ذکر ہے "مٰلك یوم الدین" میں خارجہ پالیسی کا ذکر ہے اور "ایاك نعبد" میں مقصد حکومت ہے کہ قوم حاکم کی اطاعت کرے اور حاکم قوم پر شفقت کرے جیسے خدائی حکومت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری ہر ضرورت کو پورا کرے۔

یہ اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کے اصول سورت فاتحہ میں بیان کیے۔

-------☆-------

درس نمبر ۴۹

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

**"ایاک نعبد"**

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں سورت فاتحہ میں اللہ تعالٰی نے اسلامی حکومت کا اصول بیان فرمایا کہ اسلامی حکمران کو کس طرح ہونا چاہیے، فرمایا سب سے اول اور سب سے بڑا حکمران اللہ تعالٰی ہے اللہ تعالٰی کی پہلی صفت ہے محمود الحمد اللہ تو حکمران وہ ہونا چاہیے جو عوام میں قابل حمد قابل مدح، محمود ہو مذموم نہ ہو۔

اب محمود کسے کہتے ہیں مفسرین حضرات لکھتے ہیں محمود وہ حاکم ہے جو رعایا کے ساتھ احسان کرے اور بغیر معاوضہ کے کرے ڈاکٹر بیمار کے ساتھ احسان کرتا ہے لیکن معاوضہ طلب کرتا ہے مالک مزدور کے ساتھ احسان کرتا ہے لیکن کام لے کر پیسے دیتا ہے ماں باپ اولاد کو پال کر احسان کرتے ہیں لیکن بلا معاوضہ نہیں کرتے اپنا نام زندہ رکھنے کے لیے اولاد کو پالتے ہیں یا اس لیے پالتے ہیں کہ میں بوڑھا ہوں گا تو بیٹا سہارا بنے گا کمائی کر کے کھلائے گا۔

محمود اس حاکم کا نام ہے جو رعایا پر احسان کرے اور بغیر معاوضہ کے کرے جیسے اللہ تعالٰی ہم پر احسان کرتا ہے اور ہم سے کوئی عوض نہیں مانگتا اگر اللہ تعالٰی عوض مانگ لیتا تو جتنی نعمتوں کا ہم استعمال کرتے ہیں وہ سب چھینی جاتیں یہ آنکھ کا استعمال کرتے ہیں اگر اللہ تعالٰی عمر بھر اس کا بل مانگے تو ہماری زندگی بھر کی نیکیاں اس کا بل نہیں بنتیں زبان، کان، ناک سب چھینے جائیں اس لیے حکومت اسلامی اور اسلامی حکمران کی صفات

میں بیان فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ محمود ہے یعنی بغیر عوض کے احسانات کرتا ہے اور انعامات بانٹتا ہے اسی طرح اسلامی حکمران کو چاہیے کہ وہ قوم کے ساتھ احسان کرے اور بلا معاوضہ کرے۔

دوسری صفت حاکم کی بیان فرمائی "رب العٰلمین" رب اس کو کہتے ہیں کہ وہ رعایا کی ضروریات رعایا تک پہنچائے اور بغیر کسی معاوضے کے پہنچائے قوم کی ضرورت ہے وہ حاکم عوام تک پہنچائے مثال کے طور پر پوری دنیا میں جو بجلی بنتی ہے (اس کی تعداد بالکل معمولی ہے) اور اس پر کروڑوں روپے کا خرچہ آتا ہے اور اربوں روپے حکومتیں کماتی ہیں کیونکہ وہ مفت نہیں بانٹتے مساجد تک کا بل آجاتا ہے اربوں روپے حکومت کماتی ہے اور سورج کی بجلی علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ ایک منٹ میں چار ہزار چار سو اسی ٹن بجلی سورج بناتا ہے اور کب سے یہ بجلی خرچ ہو رہی ہے اور مفت خرچ ہو رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک منٹ کا بل مانگے تو پورے پاکستان اور ہندوستان کو بیچ کر ایک منٹ کی سورج کی بجلی کا بل ہم ادا نہیں کر سکتے اس کو کہتے ہیں۔ "رب العٰلمین" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں بھی حاکم ہوں تم بھی حاکم ہو تم تھوڑی سی بجلی بنا کر کھربوں کماتے ہو اور میں ایک منٹ میں چار ہزار چار سو اسی ٹن بجلی مفت میں بانٹ دیتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ سورج کی بجلی کا بل مانگے تو ایک منٹ میں جو بل آتا ہے متحدہ ہندستان کو بیچ کر وہ بل کی رقم پوری نہیں ہوگی کہتے ہیں اور یہ ہمارے حاکم کم از کم مساجد اور دینی مدارس کی بجلی مفت کر دیں خانقاہوں کی بجلی مفت کر دیں اب مدارس میں لوگ پیٹ کاٹ کر روٹی دال کھاتے ہیں کیونکہ حاکم صاحب کا لاکھ کا بجلی کا بل ادا کرنا ہے۔

یہ سورت فاتحہ نے اسلامی حکومت اور اسلامی حکمران کی صفات بیان فرمائیں کہ وہ محمود ہونا چاہیے کہ جو کچھ رعایا کو دے وہ مفت دے اور بلا عوض دے ڈاکٹر نہ بنے کہ پہلے فیس بتائے دوائی بعد میں دے ماں باپ نہ بنے کہ بچے کو اس لیے پالتے ہیں کہ اس سے نام زندہ ہوگا بوڑھا ہوں گا تو یہ میرا سہارا بنے گا یہ کمائے گا میں کھاؤں گا یہ حاکم اپنی رعایا

سے کوئی غرض نہ رکھے بلکہ یہ تصور کرے کہ یہ میری اولاد ہے جیسے اولاد انسان پالتا ہے اسی طرح بلاعوض قوم کو پالے۔

رب اسکو کہتے ہیں کہ نعمت دے اور بلاعوض دے سائنس کی تحقیق ہے کہ سورج کی گرمی اور تمازت کی وجہ سے سمندر کی سطح کا جو پانی ہے وہ بخارات بن جاتا ہے اور بخارات اٹھتے ہیں تو بادل بن جاتے ہیں اور بادل طبقہ زمہریر پہ پہنچتے ہیں تو بادل جم جاتے ہیں کبھی اولے برستے ہیں کبھی برف کی شکل میں کبھی بارش کی شکل تو یہ بخارات سے بنتے ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ جب یہ بخارات بنتے ہیں تو اگر ہم دس کھرب روپے کا کوئلہ جلا کر پانی کو گیس بنالیں اور اس گیس سے ہم ایک شہر پر دس منٹ کی بارش برسائیں تو ایک لاکھ ٹن کوئلہ جلانے سے جو پانی بنے گا صرف دس منٹ بارش صرف ایک شہر پر ایک سو مربع میل پر وہ برسے گا اب آپ اندازہ لگائیں کہ سورج کی گیس کتنی ہے اور یہ کتنے بخارات زمین سے اٹھاتا ہے اور پوری دنیا میں بارش برسا دیتا ہے اس پر کتنے اربوں کھربوں روپے خرچ ہوتے ہیں لیکن مفت ہے اس کو کہتے ہیں "رب العلمین"

اللہ تعالیٰ نے حاکم کے اصول بتا دیئے اس لیے خلفائے راشدین تک حکمران کی یہ ہی صفات تھیں حمص کے علاقے کا گورنر فوت ہوا تو حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ جو آدمی زیادہ تدریس کرے اس کو گورنر مقرر کیا جائے تحقیق کی زیادہ درس و تدریس کون کرتا ہے صحابہؓ نے کہا کہ اونٹوں کا چرواہا ہے بازان ابن ساسان وہ جنگل میں اونٹوں کو چراتا ہے جس گاؤں کے قریب ہوتا ہے اذان سنتے ہی اس گاؤں میں چلا جاتا ہے اونٹوں کو جنگل میں چھوڑ دیتا ہے اس گاؤں میں نماز پڑھتا ہے اور درس دے کر پھر اپنے اونٹوں میں چلا جاتا ہے پانچ وقت وہ قرآن وحدیث کا درس دیتا ہے اس اونٹوں کے چرواہے کو حمص کا گورنر مقرر کیا گیا جب وہ گیا تو اس نے وہاں حمص کے صوبے کا نقشہ بنایا کہ یہاں کتنے راستے ہیں جو ناقابل استعمال ہیں کتنے علاقے ہیں جن میں کنوؤں کا انتظام نہیں ہے کتنی بیواؤں کے گھر ہیں جن میں چراغ کا انتظام نہیں ہے کتنے گاؤں ہیں جن میں مسجد کا انتظام نہیں ہے کتنے شہر

ہیں جس میں جانوروں کے لیے بارش کے وقت پناہ گاہوں کا انتظام نہیں ہے اس نے ایک فہرست بنائی تو دو سال کا وہ منصوبہ بنا۔ لیکن مدینہ سے جاتے ہوئے وہ صرف چھ ماہ کے ستو ساتھ لے کر گیا حیران ہوا کہ خوراک صرف چھ ماہ کی ہے اور منصوبہ دو سال کا ہے تو اس نے کہا کوئی بات نہیں کہ میں ایک دن روزہ رکھوں گا ایک دن افطار کروں گا تو چھ ماہ کی خوراک آٹومیٹک سال کی ہو جائے گی لیکن ایک سال کا منصوبہ پھر بھی باقی تھا اس نے کہا جس دن میں روزہ نہیں رکھوں گا اس دن میں ایک وقت کھانا کھاؤں گا ایک وقت نہیں کھاؤں گا تو ایک سال کا کھانا دو سال کا ہو جائے گا چھ ماہ کی خوراک اس نے دو سال تک چلائی ان دو سالوں کے اندر جہاں مساجد نہیں تھیں وہ تعمیر ہو گئیں جن گھروں میں چراغ نہیں تھے ان کا انتظام کیا راستوں کا نشیب و فراز ہموار کیا جانوروں تک کے لیے چراگاہیں بنائیں کہ بارش میں یہ کیچڑ میں کھڑے ہوتے ہیں ان کو باہر نکالا تاکہ چریں سیر و تفریح کریں۔

دو سال کے بعد حضرت عمرؓ کو کسی نے کہا کہ بازان ایک زرخیز صوبے کا گورنر بنا ہے پتہ نہیں کتنا مال اس نے اکٹھا کیا ہوگا تو حضرت عمرؓ نے حمص جا کر چھاپہ مارا گورنر رات کے وقت ان کو اپنی جھونپڑی میں لے گیا جس میں ایک چمڑا تھا بکری کا گورنر نے کہا یہ میرا دسترخوان بھی ہے میرا مصلہ بھی ہے اور میرا بستر بھی ہے اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا کہ دودھ ملے تو اس میں دودھ پی لیتا ہوں دودھ نہ ملے تو پانی پی لیتا ہوں کھانا ہو تو اس میں کھا لیتا ہوں مگر مجھے اس جھونپڑی میں اتنا سکون ہے کہ شاید عرش پر بھی مجھے اتنا سکون میسر نہ ہو۔

------☆-------

درس نمبر ۵۰

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ رب العلمین ، الرحمن الرحیم ، ملک یوم الدین ، ایاک نعبد"

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام مخلوقات کا "الرحمن" انتہائی مہربان "الرحیم" نہایت رحمت، شفقت، محبت کرنے والا ہے "ملک یوم الدین" جزا اور سزا دینے کا بھی وہ مالک ہے "ایاک نعبد"

قرآن کریم نے اسلامی حکومت اور اسلامی حکمران کے اوصاف بیان فرمائے کہ ملک میں دو قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک شریف، باعزت اور باوقار لوگ رہتے ہیں اور کچھ لوگ چرسی، بھنگی، چور، ڈاکو اور نافرمان لوگ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکمرانوں کو حکم دیا کہ جو شریف، باوقار اور باعزت لوگ ہیں ان پر انتہائی مہربانی سے پیش آؤ جیسے اللہ رحمٰن بن کر تمھارے ساتھ پیش آتا ہے ان کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آؤ جیسے اللہ رحیم بن کر تمھارے ساتھ پیش آتا ہے حکمران ربوبیت، رحمت، شفقت، محبت سے نیک لوگوں کا دل موہ لیں ان کو اپنے اعتماد میں لو ان کی دل و زبان کو اپنے حق میں کرلو۔

صدر ہونا کمال نہیں ہے عبد ہونا چاہیے جو حکمران درندہ ہو اور سزا کے سوا اور کچھ جانتا نہ ہو وہ بھی اسلامی حکمران بننے کے قابل نہیں ہے پرورش کرنے والا ہو، رحمت کرنے والا ہو، شفقت کرنے والا ہو ان کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کو پالے حدیث میں ہے "الخلق عیال اللہ" یہ نیک لوگ سمجھو یہ خدا کی اولاد ہیں "العیاذ باللہ" جیسے تم اپنی اولاد پر شفقت اور محبت سے پیش آتے ہو فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے ساتھ شفقت اور رحمت

کا معاملہ فرماتا ہے لیکن فرمایا صرف شفیق نہ بنو، رحیم نہ بنو اگر ایک آدمی خدا کے احکام کو توڑے خدا کی مخلوق کو قتل کرے تو فرمایا تمھارے پاس سزا کا بھی قانون ہو جیسے خدا کے پاس "مٰلک یوم الدین" وہ سزا بھی دینے والا ہے۔

ایک آدمی مدینہ منورہ آیا کرتا تھا جب وہ آتا وہاں سے دیہات کی چیزیں ان کو ہدیہ میں پیش کرتا جب وہ جاتا تو جناب نبی کریم ﷺ شہر کے کپڑے اور برتن اس کو دیتے یہ گھر لے جاؤ ایک دن اس نے حضور ﷺ کے گھر سبزی پکائی اور باقی ٹوکرا اٹھا کر بازار میں رکھا اور آواز لگائی کہ کوئی سبزی خریدنا چاہیے صرف اس نے تہبند باندھ رکھا تھا قمیص نہیں حضور ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی آپ نے پیچھے سے مذاقاً اس کو مارا اس نے دیکھا اس نے کہا اپنا بدلہ لوں گا آج پیر سے کوئی بدلہ لے سکتا ہے وہ کہے گا تو کافر، استاد سے کوئی بدلہ لے سکتا ہے اس کو سکول سے باہر نکال دے گا مگر آپ ﷺ سے بڑا پیر کون ہے آپ ﷺ سے بڑا استاد کون ہے جب اس آدمی نے کہا کہ میں تو اپنا بدلہ لیتا ہوں آپ نے مجھے ڈرایا میں گھبرا گیا آپ کے ڈرانے سے حضور ﷺ نے فرمایا بدلہ لے لو یہ ہے "مٰلک یوم الدین" اپنے آپ کو خود سزا کے لیے پیش کر دیا اس صحابی نے پھر کہا کہ میری پیٹھ ننگی تھی اور آپ ﷺ نے کرتا پہن رکھا ہے سزا میں مساوات ضروری ہے اس لیے اب آپ ﷺ بھی کرتا اتاریں پھر میں بدلہ لوں گا تو آپ ﷺ نے کرتا اتار دیا۔

یہ ہیں اسلامی حکمران بننے کے قابل کہ اپنے آپ کو بھی سزا سے مستثنیٰ نہ کرے آپ ﷺ نے کرتا اتارا تو وہ صحابی پیچھے سے آ کر بغل گیر ہوئے اور آپ ﷺ کی مہر نبوت پر منہ رکھا اور اس کو چوما اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں کون ہوں آپ سے بدلہ لینے والا بہر حال حضور ﷺ نے بدلہ دلانے میں کمی نہیں کی اس لیے حکمران ہونے کے لیے نرا بزرگ ہونا کافی نہیں ہے اس میں شفقت بھی ہو نیک لوگوں کے ساتھ اور اس میں سزا کا غصہ بھی ہو برے لوگوں کے ساتھ۔

ایک خاتون کی چوری مدینہ منورہ میں پکڑی گئی حضور ﷺ نے فرمایا اسکا ہاتھ کاٹ دو۔ حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سفارش کے لیے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ حضرت

یہ بڑے خاندان کی بچی ہے قیامت تک اس کے خاندان کی ناک کٹ جائے گی اور وہ لوگ بدنام ہو جائیں گے مہربانی فرمائیں ذرا ترمیم کرلیں لیکن دیکھو ظالم پر رحم یہ مظلوم پر ظلم کرنے کے مترادف ہے میں نے آپ کی چوری کی میں نے آپ کو نقصان پہنچایا اور حاکم نے مجھے چھوڑ دیا تو مجھ پر تو اس نے رحم کیا لیکن پورے معاشرے پر اس نے ظلم کیا میں دلیر ہوا کل دوسرے کا مال چوری کروں گا کسی دوسرے کو نقصان پہنچاؤں گا۔

چور ڈاکو اور زانی معاشرے میں ایسا ہے جیسے ہاتھ پر پھوڑا نکلے پھوڑے والے ہاتھ کو اگر نہ کاٹا جائے تو وہ ہاتھ باقی جسم کو بھی تباہ کر دیتا ہے اس لیے جیسے پھوڑے والا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا، قاتل کو پھانسی تک پہنچانا یہ اسلام کے فرائض میں شامل ہے اس لیے فرمایا "مٰلک یوم الدین" کہ خدا کی طرح جزا سزا کا مالک ہو۔

حضرت اسامہؓ نازنین تھے آپ لوگ کہتے ہیں ملا عمر نے افغانستان کو تباہ کیا بچوں کو یتیم کیا عورتوں کو بیوہ بنایا ایک اسامہ تھا وہ دے دیتے اس نے پہلے روز کہا کہ میں اپنے بچوں کو اپنے ملک کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن مہمان کو پیش نہیں کروں گا حضور ﷺ کے شہر سے آنے والے مہمان پر اسامہؓ نے سفارش کی حضور ﷺ نے فرمایا اسامہؓ یہ تو فاطمہ بنت ابی حبیش کی چوری ہے اگر اس کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا یہ میرے فرائض میں داخل ہے "مٰلک یوم الدین"

حضرت عمر فاروقؓ نے دس سال حکومت کی ہے دس سالہ حکومت میں ایک واقعہ قتل کا ہوا کہ صنعاء یمن میں دس آدمیوں نے مل کر ایک آدمی کو قتل کیا تو حضرت عمرؓ نے دس کے دس قاتلوں کو مدینہ میں بلایا اور سر عام پھانسی دی اور فرمایا "لواجتمع علیه اهل صنعاء لقتلتهم" اگر تمام صنعاء کے باشندے اس مظلوم کے قتل پر جمع ہوتے تو میں تمام صنعاء کی گردنیں اتار دیتا اس کے بعد کسی نے قتل کا نام بھی نہیں لیا۔

آج کل آپ اخبار میں پڑھتے ہیں کہ آئے دن اتنی چوریاں ہوتی ہیں اتنے ڈاکے پڑتے ہیں یہ بھی کبھی لکھا ہے کتنے چوروں کو سزا مل گئی اول آخر سب چور ہیں چور چور

کوسزا کب دیتا ہے ایک چور حضرت عمرؓ کے سامنے لایا گیا اس نے قسم اٹھائی کہ یہ میری پہلی چوری ہے اور آخری چوری ہے آپ مجھے معاف فرمادیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ خدا کی سنت کیخلاف ہے کہ پہلی بار کوئی گناہ کرے اور خدا پکڑا دے آپ کو جو پکڑا دیا معلوم ہوا یہ آپ کی پہلی چوری نہیں معاف نہیں کیا ہاتھ کٹوا دیا تو مضبوط حکومت تھی اس لیے قرآن کریم نے بتلادیا "مٰلك یوم الدین" سزاؤں کا دینا ضروری ہے۔

لیکن سزا حکومت کا کام ہے اگر حکومت میں ایمان ہے مجھے اور آپ کو سزا دینے کا حق نہیں ہے ہاں ہم تعزیر دے سکتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ دس روپے کی چوری ہو جائے تو ہاتھ کاٹو ایک ہاتھ کاٹتے تو پھر کوئی چوری کا نام نہ لیتا لیکن ان بیچاروں کو تو ہاتھ کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس لیے سزائیں حکومت کا کام ہے اور ٹھوس سزا دینا اس لیے قرآن کریم نے اسلامی حکمران کی صفات کا ذکر فرمایا کہ جہاں نیک لوگوں پر شفقت کرتے ان کے لیے رحمت محبت کا مظاہرہ کرتے وہاں بُرے لوگوں کو سزا دیتے

جیسے اللہ "مٰلك یوم الدین" اللہ جب سزا دیتا ہے تو سخت دیتا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے ایک لغزش ہوئی وہ بھی گناہ نہیں ہے قرآن نے خود بتلایا لیکن اللہ تعالیٰ اتنا ناراض ہوا کہ اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۱

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ایاک نعبد و ایاک نستعین"

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں عبادت کا خلاصہ دو لفظوں میں ہے۔

کہ ہمیں جس کام کرنے کی اجازت اللہ دے وہ کریں اور جس چیز سے اللہ منع کرے وہ چھوڑ دیں عابد وہ ہے کہ جس چیز کا حکم اللہ دے وہ بجالائے اور جس چیز سے منع کرے وہ چھوڑ دے سارا دین عبادت کے مفہوم میں آتا ہے یعنی مامورات کو بجالائے اور منہیات سے اپنے آپ کو بچائے مثلاً اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قربانی دو تو عبادت یہ ہے کہ قربانی کر کے غریبوں کے گھر گوشت بانٹ دوں صدقہ فطر دو تو عبادت یہ ہے کہ میں اپنا صدقہ نکال کر غریب غرباء کے مانگنے کے بغیر ان کے گھر بھیج دوں اللہ کا حکم ہے زکوٰۃ دو محتاج کے مانگنے کے بغیر ان کا حق ان کے دروازے پر پہنچا دو غریب بے بس ناقص کی مدد کرو بیواؤں غریبوں یتیموں کے گھر ان کے عید کے کپڑے ان کی ضرورت پہنچاؤ زمین کا عشر ان کے گھر پہنچا دو نماز پڑھنے کا کہا ہے نماز پڑھو روزے کا حکم ہے روزہ رکھو حج فرض ہو اور حج کا حکم کرے تو حج کرو۔

جہاد تک جانے کو کہے تو سر ہتھیلی پر رکھ کر محاذ پر پہنچو اور جس چیز سے منع کیا ہے کہ آنکھ سے بد مت دیکھو کان سے برا مت سنو زبان کڑوی استعمال مت کرو آنکھوں سے حیاء مت اتارو بڑوں کی بے ادبی بے حرمتی مت کرو ناتواں لوگوں پر ظلم مت کرو جو لوگ تمام

احکام بجالائیں اور تمام گناہوں سے بچیں وہ کہہ سکتے ہیں "ایاک نعبد" اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور اگر میں سود کھا کر یہاں تک سیر جاؤں اور انعامی بانڈ کا انعام لے کر بینکوں کو بھر دوں غریبوں پر ظلم کروں نماز نہ پڑھوں اور پھر کہوں "ایاک نعبد" مجھ سے بڑا جھوٹا آدمی نہیں ہے۔

"ایاک نعبد" میں اللہ نے داخلہ پالیسی کا سبق دے دیا کہ اگر حکمران "ایاک نعبد" پر عمل کریں تو اس کی حکومت میں داخلی فساد، خلفشار، دہشتگردی بند ہو جائے گی کیونکہ جب امیر نے قربانی کا گوشت غریب کے گھر پہنچایا پھر عید کا صدقہ فطر بھی پہنچایا پھر زکوۃ کا مال پہنچایا پھر اس کے رمضان کا خرچہ انکو پہنچایا پھر ان کے عید کے کپڑے تک ان کو پہنچائے تو وہ غریب اس امیر سے نہیں لڑے گا تو اندرون ملک کے اندر امن وامان ہوگا اور اگر حاکم ہی قوم کا خون چوسنا شروع کر دے تو قوم اس سے باغی ہوگی تو اندرون ملک بھی فساد ہوگا تو "ایاک نعبد" میں اللہ تعالیٰ نے داخلہ پالیسی کا سبق دے دیا کہ اگر ملک کی اندرونی پالیسی کو برقرار رکھنا چاہتے ہو پر امن رکھنا چاہتے ہو تو "ایاک نعبد" پر عمل کرو۔

ظاہر بات ہے ایک امیر خدا کا ہر حکم بجالاتا ہے جس چیز سے منع کرے اس سے منع ہو جاتا ہے غریب کے گھر اس نے زکوۃ پہنچائی صدقہ فطر پہنچا دیا قربانی کا گوشت پہنچایا عید کے کپڑے پہنچائے غریب کی عزت کو بری نگاہ سے نہیں دیکھا غریب پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور اس پر ظلم نہیں کیا تو وہ غریب پاگل تو نہیں ہے کہ رات کو امیر کے گھر ڈاکہ ڈالے اور اس کی چوری کرے وہ تو اس کے گھر کی چوکیداری کرے گا داخلہ پالیسی کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ایاک نعبد" خارجہ پالیسی کہ باہر کا ملک آپ پر حملہ نہ کرے اور اگر کرے تو ناکام ہو تو اس پالیسی کے لیے خارجہ پالیسی کے لیے "ایاک نستعین"

مسلمانوں نے جب فتح پائی ہے خدا کے ساتھ جڑنے کی وجہ سے اور جب شکست کھائی ہے خدا سے کٹنے کی وجہ سے جنگ مؤتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس صرف اور صرف تین ہزار فوج تھی جبکہ عیسائیوں کی تعداد تین لاکھ تھی تین ہزار کو تین لاکھ کے ساتھ لڑایا

اور عصر اور مغرب کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی ایک لاکھ عیسائی مارے گئے ایک لاکھ لنگڑے لولے ہوئے اور ایک لاکھ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تو تین ہزار کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔

ایک مرتبہ حضرت خالد ابن ولیدؓ صرف ساٹھ فوجی لیکر ایک مورچہ پر چلے گئے اور ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو شکست دی اس لیے کہ وہ ساٹھ کا تعلق پاور ہاؤس کے ساتھ تھا وہ زندہ تھے اور وہ ساٹھ ہزار کافر مردہ تھے اور ساٹھ ہزار مردہ لاشوں کو مارنے کے لیے ایک زندہ آدمی کافی ہے ساٹھ تو دور کی بات ہے۔

مسلمان خارجہ پالیسی مضبوط بنانا چاہیں تو خدا سے اپنا تعلق برقرار رکھیں اور ہر چیز میں خدا ہی سے مدد مانگیں جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی اول تو غیر ممالک حملہ کرنے سے گھبرا جائیں گے اگر حملہ کریں گے تو ناکام حملہ کریں گے کہ ان کے پیچھے خدائی طاقت اور قوت نہیں ہے مسلمان نے جب خدا سے اپنا تعلق توڑا، اطاعت کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے دیا اس وقت شکست ہوئی۔

جنگ احد میں مسلمانوں کی مقدار بہت زیادہ تھی جناب نبی کریم ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے عبداللہ ابن جبیرؓ کو پچاس آدمی دے دیئے کہ تم ان پچاس آدمیوں کے کمانڈر رہو اور آپ ایسے کریں اس درے میں بیٹھ جائیں ہم فاتح بنیں یا مفتوح بنیں آپ نے یہ درہ نہیں چھوڑنا اگر آپ دیکھیں کہ کافروں نے ہمیں بوٹی بوٹی کی اور کوے آکر ہمیں نوچ رہے ہیں پھر بھی آپ نے اس درے کو نہیں چھوڑنا عبداللہ ابن جبیرؓ پچاس آدمی لے کر اس درے میں بیٹھ گئے دفاع کر رہے ہیں ادھر مسلمان حملہ کر رہے ہیں چند منٹوں میں کفار کو شکست دے دی کفار بھاگ گئے میدان چھوڑ گئے اب عبداللہ ابن جبیرؓ کے ساتھیوں میں اختلاف ہوا کہ اب یہاں بیٹھنا فضول ہے ہم تو اپنے ساتھیوں کے پاس میدان جنگ میں اترتے ہیں اور مال غنیمت کو اکٹھا کرتے ہیں اور بھائیوں کی مدد کرتے ہیں عبداللہ ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ یہ جو فتح ہے یہ نصرت ہے یہ خدا کی مدد کی وجہ سے ہے اور

خدا کی مدد اسی لیے ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں بیٹھے ہیں اگر ہم نے جگہ چھوڑ دی تو اطاعت کا دامن چھوٹ جائے گا اور اگر اطاعت کا دامن چھوٹ گیا تو خدا کی نصرت چھوٹ جائے گی مگر پچاس آدمیوں میں سے چالیس نے کہا کہ نہیں جانا چاہیے اور چلے گئے عبداللہ ابن زبیرؓ اور نو آدمی رہ گئے۔

خالد ابن ولید اس وقت کافر تھے اور جنگ کے ماہر تھے جب اس نے دیکھا کہ کافر آگے مکے کی طرف بھاگ رہے ہیں مسلمان ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ دو سو سواروں کو لے کر احد پہاڑ کے پیچھے سے آئے اور اسی درہ پر پہنچے جہاں حضور نے پچاس آدمیوں کو بٹھایا تھا وہاں کل دس آدمی تھے ان کو کاٹا اور شہید کر دیا اور میدان میں اتر گئے حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹے گئے مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اطاعت کا دامن چھوٹا۔

مسلمان لڑتا ہے فوج کے بل بوتے پر نہیں اسلحہ کے بل بوتے پر نہیں خدا کی نصرت کے بل بوتے پر اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے جو حضور ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں جنھوں نے اطاعت کا دامن چھوڑ دیا تو وہ دس آدمی بھی شہید ہو گئے اور نیچے ساٹھ مزید شہید ہو گئے اور اس طرح ستر صحابہؓ شہید ہو گئے آپ کی پیشانی مبارک زخمی ہوئی اور دانت مبارک شہید ہوئے یہ سب کچھ صرف ایک نافرمانی کی وجہ سے ہوا کہ اطاعت کا دامن چھوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پیچھے ہٹ گئی۔

آج "ایاک نستعین" پر عمل نہیں ہے تو ہم ہندوستان سے مار کھاتے ہیں بش سے کھاتے ہیں غیر مسلموں سے کھاتے ہیں علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ کافر اور مسلمان کی مثال درخت کی ہے خالص لوہا ہو وہ درخت کو نہیں کاٹ سکتا لیکن جب درخت میں سے ایک شاخ کاٹے اور وہ کلہاڑی کا ایک دستہ بنایا جائے تو پھر وہی لوہا درخت کے درخت کاٹ دیتا ہے۔ تو امریکہ صرف کلہاڑی کا منہ ہے لوہا ہے وہ پاکستان نہیں مار سکتا لیکن مشرف جیسا دستہ ملا تو افغانستان کو مارا عراق کو مارا پاکستان کو مار رہا ہے یہاں سے غدار نکلتے

ہیں اور وہ دستے بن کر بش کے سوراخ میں گھس جاتے ہیں اور پھر بش کلہاڑی بن کر ایک ایک کو کاٹ رہا ہے لیکن ان کا مغالطہ ہے مشرف کہتا ہے کہ میں نے افغانستان کو مروایا تمہاری باری بھی آجائے گی۔

وہ جو برادری سے بندر بھاگا ہوا تھا وہ مشرف ہے اور انجیر کا باغ پاکستان، افغانستان اور عراق ہیں ایک درخت جھاڑ کر کھلایا دوسرا کھلایا اب اس غدار کی باری ہے اس کو وہ چھوڑے گا نہیں اس لیے مسلمان دو چیزوں پر عمل کریں "ایاك نعبد" کہ ایک خدا کی عبادت کریں۔

آج کل امیری نرا کفر ہے حضورؐ کا ارشاد ہے خدا کی قسم مسلمان نہیں وہ مسلمان نہیں وہ مسلمان نہیں صحابہ نے پوچھا "من یا رسول اللہؐ" کون فرمایا جو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ یہ اسلامی حقوق ہیں ہمارے ذہنی افکار میں خدا کا حق ہے ہمارے جسم میں خدا کا حق ہے یہ ہے "ایاك نعبد" کہ اللہ نے جس کام کا حکم دیا وہ بجالاؤ اور جس کام سے منع کیا وہ چھوڑ دو اس سے داخلہ پالیسی مستحکم ہوگی اور "ایاك نعبد" اور "ایاك نستعین" اور خدا سے رابطہ رکھو اس سے خارجہ پالیسی کامیاب ہوگی۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۲

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایاك نعبد وایاك نستعین"

مسلمان خدا ہی کی عبادت کرنے والا ہے اور خدا ہی سے مدد مانگنے والا ہے ہمارے تعارف اور پہچان کا ایک طریقہ ہم بیان کرتے ہیں اور ایک طریقہ قرآن بیان کرتا ہے۔ ہمارے ہاں تعارف کا طریقہ یہ ہے کہ یہ آدمی فلاں مل کا مالک ہے یہ فلاں آدمی ہے اسکی اتنی فیکٹریاں ہیں یہ فلاں آدمی ہے اسکی اتنی دوکانیں ہیں یہ فلاں آدمی ہے باہر کے کاروبار کرتا ہے یہ بٹ صاحب ہیں یہ شیخ صاحب ہیں اسے ہمارے ہاں تعارف کہتے ہیں۔ ایک تعارف خدا کے ہاں ہے وہ یہ تعارف نہیں ہے کہ یہ بٹ صاحب ہیں یہ شیخ صاحب ہیں یہ تو پیر بگاڑا سے پوچھو تو وہ کہے گا یہ گھوڑا اچھا ہے اچھی نسل کا ہے یہ برا ہے بری نسل کا ہے یہ تعارف گھوڑوں کا ہے گدھوں کا ہے حدیث مبارکہ میں ہے کہ مسلمان اور متقی مسلمان کا تعارف کیا ہے "یعرفون بلیلھم اذا الناس نائمون وبنھارھم اذا الناس مفطرون وبیکاء ھم اذا الناس یضحکون وبحزنھم اذا الناس یفرحون وبسمتھم اذا الناس یختارون" فرمایا مسلمان کی پہچان اور تعارف اس کی رات ہے جب کافر لوگ شراب کباب میں جوا میں ڈاکوں میں تاش میں رات گزارتے ہیں فلم دیکھ کر رات گزارتے ہیں مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ بستر سے اتر کر زمین پر سجدہ کرتا ہے اور خدا کے سامنے رو کر خدا کو مناتا ہے۔ یہ مسلمان ہے یہ کہو کہ یہ رات کا تہجد گزار ہے "یعرفون بلیلھم اذا الناس نائمون" مسلمان وہ ہے کہ کافر سے اسکی رات ممتاز

ہو وہ شراب کباب میں کھیل تماشوں میں تاش میں جوا میں فلموں میں تھیٹروں میں رات گزارتے ہیں مسلمان تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع کا امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ رات کی تنہائیوں میں اندھیرے میں بستر سے اتر کر سجدہ ریز ہوتے ہیں "اذا فرغت فانصب والی ربك فارغب" حضور ﷺ کو حکم ہے کہ رات جب آپ مخلوق سے فارغ ہوتے ہیں تو میری چوکھٹ پر آؤ "قلیلا من اللیل ما یھجعون" رات کو بہت کم سوتے ہیں یہ مسلمان کا تعارف ہے "امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" عقلمند مسلمان وہ ہے جو رات کو کھڑے ہو کر " امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما " سجدہ اور قیام میں وقت گزارتا ہے "یحذر الآخرۃ" اسکو قبر اور حشر کا خوف ہوتا ہے "ویرجوا رحمۃ ربہ" اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتا ہے فرمایا میں برابر کروں مسلمان اور کافر کو سمجھ دار اور بے سمجھ کو یہ نہیں ہو سکتا مسلمان اور کافر کی پہچان کا یہ پہلا معیار۔

اب اگر مسلمان بھی رات سینما میں گزارے فلموں میں گزارے رات دو بجے تک فلمیں دیکھے اور دو بجے لیٹ کر نماز بھی ضائع کرے تو اس میں اور کافر میں کیا فرق ہوا صرف یہ کہ اسکا نام عبداللہ ہے اور اسکا نام رنجیت سنگھ ہے نام سے تو کچھ فرق نہیں پڑتا ہمارا اور کافر کا فرق رات میں ہے کہ وہ رات میں اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر آتے ہیں باقی فرق نہیں ہے جس ہوا میں آپ سانس لیتے ہیں اسی میں رنجیت سنگھ بھی لیتا ہے جس پانی سے آپ پیاس بجھاتے ہیں اسی سے بش بھی بجھاتا ہے جس کھانے کو کھا کر آپ بھوک دور کرتے ہیں یہودی اور عیسائی بھی اسی سے بھوک دور کرتے ہیں فرق تو رات کا ہے۔

"یعرفون بلیلھم اذا الناس نائمون" مسلمان کی رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرتی ہے جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں سیدنا حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ رات کو گشت فرما رہے تھے ایک بوڑھی عورت جھونپڑی میں چرخہ چلاتی ہے اور کہتی ہے کہ یا اللہ آپ نے مجھے ایمان کی دولت عطا فرمائی اسکے بعد میں یہ نہیں کہوں گی کہ آپ نے مجھے مکان نہیں دیا جو دولت آپ نے مجھے عطا کی کہ آپ نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرمایا اسکے بعد میں یہ نہیں کہوں گی کہ آپ نے مجھے پیٹ بھر کر کھانا کیوں نہیں دیا آپ نے مجھے قرآن کریم کی دولت سے نوازا ہے میں یہ نہیں کہوں گی کہ آپ نے مجھ سے چرخہ کیوں چلوایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کو فرمایا کہ اس عورت کے پاؤں کی مٹی فرشتے آنکھوں میں سرمہ بنا کر ڈالتے ہیں اور فخر کرتے ہیں اس بوڑھی عورت پر۔

یہ پہلا تعارف ہے "یعرفون بلیلهم اذاالناس نائمون وبنهارهم اذاالناس مفطرون" اور مسلمان کی پہچان دن ہے جب لوگ روزہ نہیں رکھتے تو وہ روزہ دار ہوتا ہے ہم مسلمان ہیں ہم بارہ مہینے روزہ نہیں رکھتے یہاں روزہ رکھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ کافر کی آنکھ کا روزہ نہیں ہے وہ آوارہ ہے نامحرموں کو دیکھتی ہے مسلمان کی آنکھ کا روزہ ہے نامحرموں کو نہیں دیکھتی کافر کے کان کا روزہ نہیں ہے اس میں ٹنوں گانے بھر دیتے ہیں مسلمان کے کان کا روزہ ہے اس میں خدا کی مرضی کے خلاف کوئی بات ٹپکنے نہیں دیتے کافر کی زبان کا روزہ نہیں ہے وہ آوارہ ہے جس پر چاہے کیچڑ اچھالے جس پر چاہے اعتراض کرے جو چاہے زبان سے۔ بکے مسلمان کی زبان کا روزہ ہے کافر کے ہاتھ کا نہیں ہے وہ جس پر چاہے اٹھائے اور ظلم کرے مسلمان کے ہاتھ کا روزہ ہوتا ہے کافر کے پاؤں آوارہ ہوتے ہیں جب چاہیں تھیٹر میں جائیں سینما میں جائیں مسلمان کے پاؤں کا روزہ ہے اب اگر مسلمان بھی دوسرے کی بیٹی بہو کو دوربین میں دیکھیں تو ان میں اور کفار میں کیا فرق ہے اگر یہ بھی کانوں میں گانے ڈالیں یہ بھی زبان سے وہ باتیں کریں جو کافر کریں کیا فرق ہے۔ "وبنهارهم اذاالناس مفطرون" مسلمان کی پہچان دن ہے کافر کے اعضاء آوارہ ہیں مسلمان کی آنکھوں میں حیاء ہے نامحرموں کو نہیں دیکھتی وہ روزہ سے ہیں زبان میں مٹھاس ہے کسی کو اذیت، تکلیف نہیں پہنچاتی "ویبکانهم اذاالناس یضحکون"

مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ کافر قہقہہ لگا کر ہنستے ہیں اور مسلمان فکر آخرت لے کر روتا ہے "وبسمتهم اذا كانوا يختارون" جب کافر مال کی وجہ سے بنگلہ وزارت کی وجہ سے غرور و تکبر کرے مسلمان خاموشی میں وقت گزارتا ہے "ویحزنهم اذاالناس یفرحون" جب کافر مستی کرتے ہیں مسلمان عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

اس لیے آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ساری توجہات دین پر ہیں زندگی کا مقصد انھوں نے پہچانا تھا کہ خدا کو راضی کرنا ہے اور یہ جو دنیا کی بن ٹھن کی زندگی ہے فرمایا انکا حال "مدنسة ثيابهم مشققة ارجلهم طويلة اشعارهم اربـاب الافاق قطاع المسافات" کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہ "مدنسة الثياب" کپڑے دھونے کا وقت ان کے پاس نہیں تھا پیوند لگانے کا وقت انکے پاس نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے شام کو فتح کیا سرکاری دورے پر گئے تو یہاں کرتا پھٹا ہوا تھا پیٹ ننگا تھا کمانڈر ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ کرتا اتار دیں اور میں یہ نیا کرتا لایا ہوں فرمایا "نحن قوم اعزناالله باالاسلام" میں نے تقویٰ اور اسلام کا لباس پہنا ہے اسی میں ہماری عزت ہے ہاں اسلام میں کوئی نقص نکالو میں تمھیں بتاؤں گا "مدنسةالثياب" ان کے کپڑے میلے ہو گئے "مشققة الارجل" جہاد پر بار بار جانے سے اور پاؤں میں جوتا نہ ہونے کی وجہ سے انکے پاؤں پھٹے ہوں گے آج طالبان کے پاؤں کے ناخن نہیں ہیں پہاڑوں میں چل چل کر پتھریلی زمین پر چل چل کر جوتے نہیں ہیں وہ سچے اور پکے مسلمان ہیں۔

ہم زمین پر بھی بیٹھ کر موزے پہن لیتے ہیں اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وضو کے لیے الگ جوتا ہے اور حضرت صاحب جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو موزے پہن لیتے ہیں بلکہ ایک جوتا نما موزے ہوتے ہیں وہ پہن لیتے ہیں بزرگ کا بزرگ ہے مسلمان کا مسلمان ہے مسلمان کی پہچان جو حضور ﷺ نے بتائی ہم میں ایک بھی نہیں ہے "طويلة اشعارهم" فرمایا بال سنوارنے کا موقع بھی انکے پاس نہیں ہے اب لڑکوں کو آپ دیکھتے ہیں ہر وقت کنگھی جیب میں آئینہ جیب میں رومال جیب میں ہر وقت بوٹ پالش میں رہتے

ہیں پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی۔

یہ مسلمان کی پہچان نہیں ہے آپؐ نے فرمایا"ارباب الآفاق قطاع المسافات" حق پرست آدمی وہ ہے جو ایک جگہ میں اس وقت تک رہتا ہے جب اس کے حق کو لوگ سن کر برداشت کریں اور اگر حق کو برداشت نہ کریں اس کو باطل پر ڈالیں تو پھر وہ جگہ چھوڑ دیتا ہے"قطاع المسافات" یہاں سے وہاں، وہاں سے وہاں اس کی یاری حق کے ساتھ ہے مسجد مدرسے سے نہیں ہے آج کل اکثر مولوی حق اس لیے نہیں بیان کرتے کہ مسجد کا صدر فلاں چوہدری صاحب ہیں فلاں شیخ صاحب ہیں مولوی ان کا چمچہ ہے وہ جیسے چلاتے ہیں مولوی ویسے چلتا ہے بھائی وہ صدر کو آپ نے بت بنا لیا ہے اور اس مسجد کو تو آپ نے مندر بنا لیا ہے اس کے بعد مندر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا"قطاع المسافات ارباب الآفاق" اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا مقصد یہ کہ جو تمہاری زندگی ہے بہت مختصر ہے امام غزالیؒ نے فرمایا کہ تین دن ہیں ایک جمعرات کا دن وہ گزر گیا وہ ہاتھ سے نکل گیا ایک ہفتے کا دن ہے وہ ابھی قبضے میں آیا نہیں بس ایک جمعہ کا دن ہے بلکہ فرمایا تین سانس ہیں ایک سانس گزر گئی ایک ابھی آنے والی ہے پتہ نہیں نصیب ہوگی یا نہیں اور ایک ابھی لے رہے ہیں زندگی ایک سانس کا نام ہے اس سانس میں ہمارا اختیار نہیں ہے۔

یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے دی ہے تو اس زندگی کا مقصد بھی ہم منتخب نہیں کر سکتے وہ خدا منتخب کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا کہ اپنے دلوں اور دماغ کو میرے بسنے کے قابل بناؤ تمہارے دل میں میری عبادت کا شوق ہو اور تمہارے دل میں مجھ سے امیدیں وابستہ ہوں مرد ہو یا عورت ہو خدا کے بسنے کے قابل ان کا دل اس لیے نہیں کہ اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں یا نیا سوٹ اس نے پہنا ہے یا ہاتھ میں موبائل ہے ایسی جگہوں میں اللہ تعالیٰ نہیں بستا حضور ﷺ نے فرمایا"اطلب الله عند منكسرة القلوب" جن کے دل خدا کے خوف سے ٹوٹے ہوئے ہیں"اياك نعبد واياك نستعين" ان دلوں میں اللہ بستا ہے۔

اب ہمارا دل اس قابل نہیں ہے کہ خدا اس میں بسے ہمارا گھر اس قابل نہیں ہے چھت پر ڈشیں ہیں کیبلیں چل رہی ہیں فلمیں چل رہی ہیں انسان یہ خیال کرے آج اگر حضور ﷺ زندہ ہوتے اور گوجرانوالہ تشریف لاتے اور میں ان کو دعوت دیتا تو کیا میرا گھر حضور ﷺ کے آنے کے قابل تھا قطعاً نہیں ہے۔

اس لیے ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے گھر اپنے دل اپنی زندگی کو خدا کی آمد کے خدا کے بسنے کے قابل بنائیں حدیث میں بھی ہے "لا یسعنی ارض ولا سماء ولکن یسعنی قلب امرأ مومن" اللہ فرماتے ہیں زمین مجھے نہیں سما سکتی یہ چھوٹی ہے آسمان بھی چھوٹا ہے ہاں اگر میں بستا ہوں" قلب امرأ مومن " مسلمان کے دل میں بستا ہوں۔ لیکن مسلمان اپنا دل اس قابل تو بنائے کہ میں اس میں آجاؤں یہ ہے ایاك نعبد وایاك نستعین ہماری زندگی کا مقصد۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۳

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

" الحمد للہ رب العٰلمین ۔الرحمن الرحیم ۔مٰلك یوم الدین۔ ایاك نعبد وایاك نستعین ۔اھدنا الصراط المستقیم "

یہاں تک چھ الفاظ ہیں ہر ایک لفظ پر مفسرین نے ایک سوال اٹھایا ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔ پہلا جملہ "الحمد للہ" تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں اس پر سوال یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی تعریف نہیں ہوگی حالانکہ ہم پھول کی تعریف کرتے ہیں بڑا خوبصورت ہے بڑا خوشبودار ہے باپ کی تعریف کرتے ہیں ابا جان بڑے مشفق ہیں بڑے مہربان ہیں استاد کی تعریف کرتے ہیں کہ بڑے ماہر ہیں تو اس کا کیا مطلب کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مفسرین حضرات نے جواب دیا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور باپ کی تعریف سے اس پر اعتراض اس لیے نہیں پڑتا کہ باپ کی ہم نے تعریف کی کہ یہ بہت شفقت کرنے والا ہے باپ کو یہ شفقت کس نے عطا کی خدا نے تو در پردہ یہ خدا کی تعریف ہے پھول کی تعریف ہم کرتے ہیں کہ خوبصورت ہے اور خوشبودار ہے لیکن در پردہ یہ تعریف خدا کی ہے اسکو خوشبودار اور حسین کس نے بنایا اللہ تعالیٰ نے معلوم ہوا کہ حسین اور خوشبودار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جیسے آپ خط کی تعریف کرتے ہیں کہ خوشخط ہے تو یہ اصل میں کاتب کی تعریف

ہے آپ عمارت کی تعریف کرتے ہیں تو درپردہ یہ معمار کی تعریف ہے اور معمار کی تعریف خدا کی تعریف ہے اس معمار کو کس نے بنایا؟ اس خوش نویس کو کس نے پیدا کیا؟ اس شفقت والے باپ کو کس نے پیدا کیا؟ اس حسین اور خوشبودار پھول کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو بالآخر تعریف کا مرجع خدا کی ذات ہی ہے اس لیے فرمایا "الحمدللہ"

دوسرا جملہ ہے "رب العٰلمین" تفاصیل گزر چکی ہیں۔ رب کا معنی آہستہ آہستہ چیز کو کمال تک پہنچانا اب قرآن نے بتلا دیا کہ کمال تک پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن ماں بھی کمال تک آہستہ پہنچاتی ہے رحم نے مادے کو خون بنایا خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا گوشت کے لوتھڑے میں رگوں کا جال بنایا اس میں ہڈیوں کے پہاڑ نصب کیے پیدائش کے بعد دودھ پلا پلا کر بچے کو آہستہ آہستہ ماں نے جوان بنایا تو یہ ربوبیت تو ماں میں بھی ہے۔ علماء نے اسکا جواب دیا ہے کہ ماں نے اگر دودھ سے اور شفقت سے بچے کو پالا ہے تو ماں کے اندر وہ دودھ کس نے پیدا کیا ماں کے اندر وہ شفقت کس نے اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے۔ ماں کے رحم میں یہ قوت تربیت کس نے پیدا کی خدا کی ذات نے۔

"الرحمن الرحیم" یہ سوال ہے کہ "الرحیم الرحمن" کیوں نہیں کہا تو امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ انسان کو چار پیٹوں سے گزرنا پڑتا ہے ایک ماں کا پیٹ دوسرا دنیا کا پیٹ ہے تیسرا قبر کا پیٹ ہے اور چوتھا آخرت کا پیٹ ہے "رحمن" کا تعلق اس کی رحمت اور شفقت کا تعلق ماں کے پیٹ اور دنیا کے پیٹ کے ساتھ ہے اس لیے "رحمن" کا معنی حدیث میں ہے "یا رحمن الدنیا" اے دنیا میں رحم اور شفقت کرنے والے اور "رحیم" کی رحمت کا تعلق قبر اور آخرت کے پیٹ کے ساتھ ہے اس لیے حدیث میں ہے "یا رحیم الآخرۃ" تو چونکہ "رحمن" کا تعلق دنیا سے اور "رحیم" کا تعلق آخرت سے ہے اور دنیا آخرت سے پیش اور مقدم ہے اس لیے "رحمن" کو "رحیم" پر مقدم کیا۔

چوتھا جملہ "ملک یوم الدین" تفسیر گزر چکی۔ اس پر امام رازیؒ نے یہ کہا ہے کہ "ملک یوم الدین" قیامت کے دن کا مالک ہے تو کیا وہ دنیا کا مالک نہیں ہے دو تو

جیسے آخرت کا مالک ہے قیامت کا مالک ہے دنیا کا بھی مالک ہے۔ تو امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ بے شک قیامت کی طرح دنیا کا بھی مالک ہے لیکن دنیا میں پھر بھی مجازی مالک ہیں ہم لوگ کہتے ہیں یہ میرا گھر ہے میں مالک مجازی ہوں یہ میری فیکٹری ہے یہ میری دوکان ہے یہ میرا کاروبار ہے مجازی مالک ہیں لیکن قیامت کے مجازی مالک ختم ہو جائیں گے فرشتہ اعلان کرے گا "لمن الملك اليوم" بتاؤ آج مالک کون ہے جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا تو خود جواب ملے گا "لله الواحد القهار" پانچواں جملہ ہے "اياك نعبد واياك نستعين" یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ "نعبد" ہمارا عمل ہے اور عمل میں ہم خدا کی مدد کے محتاج ہیں تو چاہیے کہ "اياك نستعين" پہلے کہا جاتا یا اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں تو "اياك نعبد" تیری مدد سے تیری عبادت کریں گے خدا کی مدد پہلے ہوتی ہے انسان جو عمل کرتا ہے وہ بعد میں وجود میں آتا ہے تو استعانت کا درجہ عبادت پر مقدم ہے۔

لیکن امام رازیؒ نے دو جوابات دیے ہیں ایک یہ کہ "نعبد" کا تعلق صرف دین کے ساتھ ہے اور "نستعين" کا تعلق صرف دین سے نہیں ہے دنیا سے بھی ہے ہم دنیا میں بھی خدا سے مدد مانگتے ہیں اور دین دنیا کی نسبت اہم ہے اس لیے اللہ "نعبد" کا ذکر پہلے اور "نستعين" کا ذکر بعد میں کیا۔

اور دوسرا جواب دیا ہے کہ "اياك نعبد" جب ہم کہتے ہیں یا اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اس میں یک گونہ تکبر اور غرور ہے کہ میں بھی ہوں اس تکبر کو توڑنے کے لیے فرمایا فوراً کہو یا اللہ یہ بات بھی تیری مدد سے ہے اگر آپ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو میں کون ہوں عبادت کرنے والا۔

چھٹا جملہ ہے "اهدنا الصراط المستقيم" یا اللہ چلا تو ہمیں راہ راست پر۔ راہ راست کیا ہے نماز ہے تو جب آپ نماز میں کھڑے ہیں تو ہدایت آپ کو مل چکی ہے اور انسان وہ چیز مانگتا ہے جو اس کے پاس نہ ہو تو آپ کے پاس تو ہدایت ہے نماز پڑھتے ہیں اس میں قرآن پڑھ رہے ہیں ہاتھ باندھ کر خدا کی تعظیم میں کھڑے ہیں ہدایت تو آپ کو مل چکی ہے

اورانسان وہ چیز مانگتا ہے جو اس کے پاس نہ ہو تو جو ہدایت ہے وہ پھر ہم خدا سے مانگ رہے ہیں۔

مفسرین حضرات نے مختلف جوابات دیے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہدایت صرف اس نماز کا نام نہیں ہے جس میں آپ کھڑے ہیں ہدایت موت تک ان تمام نمازوں کا نام ہے جو آپ کے ذمہ ہیں صرف فرض کا نام نہیں ہے بلکہ نوافل کا نام ہے۔ اب آپ فرض نماز پڑھتے ہیں تو "اھدنا الصراط المستقیم" کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ مجھے اشراق کی بھی ہدایت نصیب فرما چاشت کی بھی ہدایت فرما اوابین کی بھی ہدایت فرما تہجد کی بھی ہدایت فرما قرآن پڑھنے اور ذکر اللہ کی بھی ہدایت فرما ہدایت تو ایک لامحدود چیز ہے یہ تو ہم ہیں کہ نماز پڑھ کر ہم جنت کی چابی کے منتظر ہوتے ہیں یہ تو ہماری غلطی ہے ہدایت تو ایک لامحدود چیز ہے جس کے سرے پر ہم کھڑے ہیں جو نماز پڑھ رہے ہیں آئندہ نمازوں کی توفیق خدا سے مانگ رہے ہیں۔

دوسرا جواب امام رازیؒ نے یہ دیا ہے کہ ایک ہدایت ہے اور ایک ہدایت پر استقامت ہے تو نماز پڑھنے والے کو تو ہدایت حاصل ہے لیکن پتہ نہیں ہے کہ آگے یہ توفیق چھینی جائے گی یا ساتھ رہے گی تو "اھدنا الصراط المستقیم" کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ جو آپ ہدایت دے چکے ہیں اس پر موت تک استقامت بھی نصیب فرما۔

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت پر ایک دور آنے والا ہے "یصبح المرء مومنا ویمسی کافرا" کہ صبح کا مسلمان شام کا کافر ہوگا اور شام کا مسلمان صبح کا فر ہوگا۔ ایسے ہی آج مفادات کی جنگ ہے جہاں مفاد ملے وہاں انسان ایمان بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔

"پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا" "واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون" طالبان کا عزم ہے جیسے انھوں نے نہ صرف روس کو شکست دی بلکہ اس کی کمر توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی اقتصادیات کو ختم کر دیا طالبان کا عزم یہ ہے کہ امریکہ کی کمر توڑیں انکی اقتصادیات کو ختم کریں اور ان کی ریاستوں کو تتر بتر کریں اور یہ انشاءاللہ اس نتیجے پر پہنچنے والے ہیں۔

آپ بھی بڑے عجیب ہیں جو لیڈر لندن جاتا ہے آپ کے یہاں وہ آب کوثر ہے جیسے آب کوثر سے نہانے سے انسان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لیڈر بھی جب لندن سے ہو کر آئے یہ دونوں لیڈر دو دن پہلے مجرم تھے ملک میں آنے کے قابل نہیں تھے لیکن ایک دن بعد جب امریکہ نے کہا آنے دو اب وہ ملک کے سربراہ ہیں۔

تیسرا جواب امام رازیؒ نے دیا ہے کہ ایک ڈگری ہے ایک تقرری ہے آپ (ایم۔اے) کرتے ہیں تو یہ ڈگری ہے اس کے بعد وزیر اعظم آپ کی تقرری کرے گا اب تنخواہ شروع ہو جائے گی صرف ڈگری ملنے سے تنخواہ شروع نہیں ہوتی ڈگری آپ پاس کریں گے اس کے بعد تقرری ہوگی کہ فلاں سیٹ پر جا کر یہ کام شروع کرو اس کے بعد آپ کو تنخواہ ملنا شروع ہوگی تو جناب یہ آپ کے اعمال یہ جنت کی ڈگری ہے لیکن انکی قبولیت یہ تقرری ہے تو یہ جو ہم کہتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" کہ یا اللہ ڈگری تو ہم حاصل کر چکے ہیں نماز ہم نے پڑھ لی لیکن یا اللہ اب اسے قبول بھی فرما تقرری ہو جائے جیسے تنخواہ صرف ڈگری سے شروع نہیں ہوتی ہے بلکہ ڈگری کے بعد سیٹ کی تقرری اور تقرری کے بعد تنخواہ شروع ہو جاتی ہے تو آپ نے نماز تو پڑھی آپ نے ایمان تو اپنایا آپ نے تبلیغ تو کر لی یہ تینوں جنت کی ڈگریاں ہیں لیکن انکی قبولیت یہ تقرری ہے کو ہم کہتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" کہ یا اللہ ڈگری تو ہم حاصل کر چکے ہیں نماز ہم نے پڑھ لی لیکن اب اسے قبول بھی کر لو تا کہ تنخواہ جنت کی شکل میں ملنی شروع ہو جائے۔

اور علامہ ابن عربیؒ نے ایک لطیف جواب دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایمان اور اعمال کا تعلق قلب کے ساتھ ہے اور ایک قلب کا تعلق خدا کے ساتھ ہے تو ایمان اور اعمال کا تعلق قلب کے ساتھ یہ تو ہدایت ہے لیکن قلب کا تعلق خدا کے ساتھ یہ ضروری ہے جیسے روشنی تو آپ کو ملی بلب سے لیکن بلب نے کب روشنی دی جب پاور ہاؤس سے اسکا تعلق جڑا اگر پاور ہاؤس سے اس کا تعلق ختم ہو جائے تو پھر یہ آپ کو روشنی نہیں دے سکتا تو یہ جو ہم کہتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" اس کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ میرے قلب کا دروازہ اپنی طرف کھول دے۔

اسی کو حدیث نے بتایا "ان تعبد الله کانك تراه" خدا کی عبادت ایسی کرو جیسے تم خدا کو دیکھ رہے ہو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو کسی نے سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا اس نے حضرت عمرؓ کو شکایت کی عبداللہ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس کا سلام نہیں سنا میں اس جگہ خدا کی ذات کو دیکھ رہا تھا اس آنکھ سے نہیں بلکہ قلب کی آنکھ سے۔

عمرو ابن العاصؓ نے مصر فتح کیا کسریٰ کے تاج کو تار تار کر دیا اب یہاں کارگل سے ناکام آتے ہیں پھر بھی ہم پنڈی جا کر فوج کا استقبال کرتے ہیں عمرو ابن العاصؓ نے مصر کو فتح کیا کسریٰ کے تاج کو تار تار کیا لیکن کوئی استقبال نہیں ہے کوئی زندہ باد نہیں اکیلے مدینہ میں آئے پھر سیدھا مسجد نبوی میں جاتے ہیں حضرت عمرؓ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے فرمایا بھائی جان مجھے پتہ نہیں ورنہ آپ کے کارنامے کی داد دیتے انہوں نے کہا نہ حضرت جو تلوار چلی تھی اس کا لوہا خدا نے بنایا تھا جس ہاتھ نے چلائی تھی وہ بھی خدا کا دیا ہوا تھا جس دل سے وہ تلوار چلی تھی وہ دل بھی خدا کا دیا ہوا تھا میں کیا ہوں جو کچھ کرنے والا ہے اللہ ہے۔ اور جب ایک غریب ملنگ صحابیؓ ایران کے کروڑوں کا تاج اس کے ہاتھ لگا تو اس نے اپنی پھٹی پرانی گٹھڑی میں لپیٹ کر رات کے وقت کمانڈر کے پاس لے آیا جب اس نے کھول کے دیکھا کروڑوں روپے کا فرمایا بیٹھ جاؤ اپنا نام لکھواؤ اپنا پتہ لکھواؤ فرمایا جس کو راضی کرنے کے لیے لایا ہوں وہ جانتا ہے نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام غزالیؒ نے سچ فرمایا اگر صحابیؓ ہماری مجلس میں آئے "خاکم بدہن" ہم کہیں گے یہ پاگل ہے کیونکہ ہمارے ہاں بڑا انسان وہ ہے جس کے نیچے گاڑی ہو ہاتھ میں موبائل ہو اور قراقلی پہنی ہوئی ہو عینک اس نے لگائی ہو ہاتھ میں رومال ہو ایک صحابی نے حضورﷺ سے فرمایا "انی احب ان اکون اقوی الناس" یا رسولﷺ میں چاہتا ہوں میں ساری دنیا سے طاقتور بنوں فرمایا "توکل علی الله تکن اقوی الناس" خدا ہی پر اعتماد کرو ساری دنیا سے طاقتور ہو جاؤ گے آج ہم کلاشنکوف کو طاقت سمجھتے ہیں اس صحابیؓ نے اپنا نام نہیں بتایا فرمایا جس کو راضی کرنے کے لیے لایا ہوں وہ نام بھی جانتا ہے پتہ بھی جانتا ہے نہیں بتایا اصل میں آج کل ہم خدا سے نا آشنا ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب جھوٹا اور جھوٹا اور جھوٹا الزام لگا اور چند دن بعد وہ ماں باپ کے گھر تشریف لے گئیں اور حضور ﷺ پیچھے گئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے دوران گفتگو سورت نور نازل ہوگئی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی کی گواہی خدا نے دی تو ماں نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا اٹھو حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو اس نے ماں میں کہا (انکار میں نہیں) ورنہ وہ کفر ہے فرمایا میں تو صرف اس خدا کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میرا دامن دھویا ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہم حضور ﷺ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں لیکن وہ بیوی ہے۔

اس لیے فقہاء لکھتے ہیں کہ بیوی کی ہر بات کا نوٹس نہ لو عداوت کی بنیاد پر نہیں لڑتی کبھی مان کے اعتبار سے بھی بولتی ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا میں تو اپنے رب کی حمد بیان کروں گی جس نے میرا دامن دھویا ہے۔

آج ہم ہر کسی کو جانتے ہیں نہیں جانتے تو قرآن کو نہیں جانتے قرآن والے کو نہیں جانتے خدا کو نہیں جانتے رسول ﷺ کو نہیں کسی شہری سے پتہ کرو کتنی فلمیں ہیں ایک ایک گن کے آپ کو بتائے گا اور اس سے پتہ کرو ان میں کون کون سا کھیل ہے بتائے گا فلاں صاحب کی فلم میں یہ کھیل ہے فلاں میں یہ کھیل ہے فلاں میں یہ ہے مسجد کا پتہ کرو اور جماعت کے اوقات کا پتہ کرو کسی کو معلوم نہیں لیکن ہیں مسلمان۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں جس کی مرغی دوسرے گھر میں انڈے دے وہ ذبح کے قابل ہے ہم مرغی خدا کی ہیں انڈے فلموں میں دے رہے ہیں۔

"اھدنا الصراط المستقیم" کی چوتھی توجیہ یہ ہے یا اللہ یہ ایمان اور اعمال یہ تو دل کی روشنی ہیں لیکن اس دل نے ان کو کب روشنی دی جب آپ سے وابستہ ہوا یا اللہ اس وابستگی کو برقرار رکھ کہ میرے دل کا دروازہ تیری طرف کھلا رہے۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۴

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"وایاک نستعین" اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" ہدایت فرما ہمیں راہ راست کی۔

ایک ہے کسب اور ایک ہے خلق کسب کا معنی اسباب جمع کرنا یہ بندے کا کام ہے اور خلق کا معنی نتیجے کو مرتب کرنا یہ خدا کا کام ہے بندہ کاسب ہے اللہ خالق ہے آپ اسباب کی حد تک کوشش کر سکتے ہیں اس میں ایک دوسرے سے مدد بھی مانگ سکتے ہیں مجھے ہل دو مجھے بیل دو میری زمین میں ہل چلاؤ یہ اسباب ہیں اس میں انسان بااختیار ہے ایک ہے نتیجہ کہ پھل لگے غلہ لگ جائے یہ نتیجہ ہے یہ اللہ کا کام ہے اور یہ آپ غیر اللہ سے مدد نہیں مانگ سکتے "افرء یتم ما تحرثون" تمہارا کام کیا ہے ہل چلا کر بیج بونا"۔ انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون" تم نے اگایا یا ہم نے اگایا تم نے پھل دیا یا ہم نے دیا اسباب کی حد تک ہم ایک دوسرے سے مدد مانگ سکتے ہیں آپ مجھے کہیں مجھے جوتا بنا کر دو پالش کر کے دو پانی لا کے دو لیکن نتائج میں غیر اللہ سے مدد یہ شرک ہے۔

اسباب کی حد یہ ہے کہ انسان نکاح کرے بیوی کو گھر لائے بس آگے اولاد کا مل جانا یہ نتیجہ ہے یہ خدا کا کام ہے ایک جوان باپ سے مدد مانگ سکتا ہے کہ میری شادی کرواؤ لیکن باپ سے یہ مدد نہیں مانگ سکتا کہ مجھے اولاد دو "افرء یتم ما تمنون" تم مباشرت کی حد تک بااختیار ہو"۔ انتم تخلقونہ ام نحن الخلقون" پھر اولاد دینا نہ دینا ہمارا کام ہے آج لوگ جیسے باپ سے شادی طلب کرتے ہیں تو پیروں سے اولاد طلب کرتے ہیں یہ دوسری طلب شرک اور کفر کے زمرے میں ہے آپ ڈاکٹر کو کہہ سکتے ہیں

مجھے دوا دو وہ اسباب کی حد تک ہے یہ ہے کہ مجھے شفاء دو یہ شرک کے درجے میں ہے۔

"ایاك نستعين" خدا ہی سے مدد مانگیں گے یعنی مافوق الاسباب میں ہم غیروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے ورنہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیں گے اسباب کے ماتحت جو کسب ہے اس میں اگر ہم ایک دوسرے کا تعاون کریں تو کوئی بات نہیں ہے انسان مقدمہ میں وکیل کا محتاج ہے دیوار بنانے میں راج کا محتاج ہے علاج میں ڈاکٹر کی دوائی کا محتاج ہے لیکن نتائج میں ایک دوسرے سے مدد یہ ٹھیک نہیں ہے۔

پھر علماء لکھتے ہیں چار عالم ہیں ایک (عالم ناسوت) ہے وہ یہاں سے آسمان تک ہے وہ مادی مخلوق ہے اس کے بعد (عالم ملکوت) ہے وہ ساتویں آسمان تک ہے اس کے بعد (عالم جبروت) ہے اور اس کے بعد (عالم لاحوت) ہے (عالم ناسوت) یہ مادی عالم ہے آسمان تک (عالم ملکوت) آسمان سے فرشتوں کا شروع ہوجاتا ہے (عالم جبروت) آگے خدا کی صفات کا درجہ شروع ہوتا ہے اور (عالم لاحوت) وہ ذات کا درجہ ہے۔

جب تک آپ عالم ناسوت میں ہیں اسباب کی حد تک ایک دوسرے سے مدد مانگ سکتے ہیں جب آپ کی نظر ترقی کر کے عالم جبروت، لاحوت میں پہنچ جائے پھر صوفیاء کہتے ہیں کہ پھر خاموش رہوتا کہ وہ دعائیہ الفاظ آپ کے اور خدا کے درمیان حائل نہ بنیں اللہ دیکھ رہا ہے حضرت ابراہیمؑ السلام کو جب نمرودی آگ میں ڈالا جارہا تھا جب کہ نبی تھے ان کی نگاہ عالم لاحوت پر تھی جبرائیلؑ نے کہا کیا مدد کروں فرمایا غیر سے تو مدد مانگتا نہیں ہوں فرمایا پھر اللہ سے مانگو انہوں نے فرمایا "حسبی عن حالی علمه بحالی" اللہ میری حالت کو جانتا ہے مانگنے کی کیا ضرورت ہے اسی وجہ سے فرمایا "یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم" لیکن یہ بڑا اونچا مقام ہے اس حد تک ہماری پہنچ ناممکن ہے ہم تو عالم ناسوت سے بھی نیچے ہیں چہ جائے کہ عالم جبروت اور عالم لاحوت میں پہنچیں۔

ہاں علماء نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی انسان کا امتحان لیا جاتا ہے جیسے انسان پر بیماری آجائے ناخوشگوار حالات آجائیں یہ امتحان ہے اس میں چیخ و پکار نہ کرو خاموش رہو حضرت حسینؓ کا کربلا میں امتحان کا مقام تھا خاموش رہے یہ نہیں فرمایا یا اللہ مجھے بچاؤ یزید کو تباہ کرو

وہ مقام امتحان تھا ہاں جہاں مقام اظہار عبدیت ہے کہ اپنی عاجزی ظاہر کرے وہاں تو جوتے کا تسمہ بھی مانگو ہانڈی کا نمک بھی مانگو کہ یا اللہ مجھے جوتے کے تسمے کی ضرورت ہے مجھے ہانڈی کے نمک کی ضرورت ہے یہ الگ الگ مقامات ہیں۔

علماء لکھتے ہیں ایک طبعی ہدایت ہے اس کے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خداداد چیز ہے جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی اس کو ہدایت ملتی ہے کہ ماں کے پستانوں کو چوس زبان اور تالو کے ذریعے اور پیٹ میں جوس پہنچا دو انڈے سے چوزا نکلتے ہی اللہ تعلیم دیتا ہے کہ دانا چنو اپنی بھوک اور پیاس کو دور کرو یہ طبعی ہدایت ہے یہ خداداد چیز ہے کہ پیدا ہوتے ہی اللہ جاندار کو عنایت فرماتا ہے۔

ایک ظاہری ہدایت ہے کہ ہم یہاں سے اٹھیں تو آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ دروازہ ہے تو دروازے کی طرف چلتے ہیں تو آنکھ سے دیکھتے ہیں محراب کی طرف نہیں چلتے اس کے لیے اللہ نے آنکھ دے دی ہے ہدایت منزل مقصود کا راستہ تلاش کرو۔ اس کے بعد ایک عقلی ہدایت ہے کہ آپ ایک حق مسئلہ کی تلاش میں ہیں اور اس کے لیے دلائل ڈھونڈتے ہیں دلائل ڈھونڈ کر آپ اس کے ذریعے حق تک پہنچ گئے یہ عقلی ہدایت ہے ان میں سے ایک بھی ہدایت یہاں مراد نہیں ہے۔

"اھدنا" یہاں چوتھی ہدایت ہے جو انبیاء کرامؑ لے کر آئے کہ اللہ ہمیں منزل مقصود کا راستہ دکھادے اور منزل مقصود تک پہنچا دے یعنی حق عقائد پاکیزہ اخلاق سنت پر مبنی اعمال یہ ہدایت انبیاء کرام لے کر آئے وہ دعوت وتبلیغ اس کی کرتے تھے۔

ہدایت دینے والا اللہ ہے "انك لا تهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشآء" تو یہاں ہدایت سے جیب کا راستہ مراد نہیں ہے کچن کا راستہ مراد نہیں ہے اس سے مراد وہ ہدایت ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ خدا کی طرف سے لائے ہیں وہ حق عقائد پاکیزہ اخلاق سنت پر مبنی اعمال اور ان کے ذریعہ جنت تک پہنچنا یہ ہدایت ہم خدا سے مانگتے ہیں۔

صراط مستقیم سے مراد کیا ہے تو بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایک

یہودیت تھی ایک نصرانیت تھی یہودیت کے اندر بہت سختی تھی کہ زکوۃ میں مال کا چوتھائی حصہ نکالنا پڑتا تھا جبکہ ہمارے اسلام میں چالیسواں حصہ ہے یہودیت میں پانی کے بغیر پاکیزگی نہیں ہوتی تھی جب کہ اللہ نے ہمیں سہولت دی مٹی سے ہم تیمم کر کے بھی پاکیزگی حاصل کر لیتے ہیں یہودیت میں کپڑا ناپاک ہوتا تھا تو وہ کپڑا اس جگہ سے کاٹو تب وہ کپڑا پاک ہوگا کسی عضو سے گناہ ہو جاتا وہ عضو کاٹو تب گناہ معاف ہوگا جبکہ اس امت کے لیے اللہ نے فرمایا کہ ایک لوٹا پانی سے کپڑا دھولو اور خلوص دل سے توبہ کرو ہم گناہ معاف کر دیں گے۔

یہودیت میں اپنے عبادت خانوں سے باہر کوئی نماز جائز نہیں تھی جبکہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے سہولت دی کہ آپ دوکان کے پھٹے پر کھیتی باڑی میں بازار میں گھر میں جہاں چاہیں نماز پڑھیں یہ اور بات ہے کہ مسجد اور جماعت کی فضیلت اور ہے لیکن نفس ذمہ داری فارغ ہوتی ہے ہر جگہ نماز پڑھ لینا یہ اس امت کی فضیلت ہے یہودیت مال غنیمت کا استعمال کرنا حرام ہوتا تھا آسمان سے آگ آتی تھی اور اس کو جلاتی تھی جبکہ اس امت کے لیے یہ سہولت دی گئی ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرو یہودیت میں زکوۃ کا مال لوگ نہیں استعمال کر سکتے آسمان سے آگ آتی تھی زکوۃ صدقات قربانی اسے جلا دیتی تھی

جبکہ اس امت کے لیے اللہ نے یہ مراعات فرمائی کہ "خذوا من اغنیائهم ردوا الى فقرائهم" کہ جس علاقے کے اغنیاء سے زکوۃ لیتے ہو اس علاقے کے فقراء میں تقسیم کرو عیسائیت میں کمی تھی اس کو تفریط کہتے ہیں شراب کی حلت تھی سود کی حلت تھی جبکہ اسلام نے درمیانہ راستہ بتایا "وكذلك جعلنكم امة وسطا" تمہارا دین یہودیت اور عیسائیت کے درمیان درمیان ہے نہ یہ یہودیت جیسا افراط ہے نہ عیسائیت جیسی تفریط ہے تو "الصراط المستقيم" سے مراد اسلام ہوا کہ یا اللہ یہودیت سے بچاؤ عیسائیت سے بچاؤ جیسے آگے وہ میں ہے "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" اسلام کا راستہ۔

اور امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ "مستقيم" سے مراد یہ ہے کہ انسان میں دو چیزیں ہیں ایک عقل ہے ایک محبت ہے اگر انسان صرف عقل سے چلے وہ عیار فلسفہ ہے

حکماء یونان اس لیے گمراہ ہو گئے کہ وہ صرف عقل پر چلتے تھے افلاطون نے یونان کے حکماء کا اجلاس بلایا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے ایک بار اجلاس بلا نتیجہ برخاست ہو گیا پھر اجلاس بلایا گیا تو یہ بات پاس ہو گئی کہ انسان کھانے پینے کی مشین ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ افلاطون حکیم ہونے کے باوجود اتنا بیوقوف تھا کہ مشین کی یہ خاصیت ہے کہ کم قیمت والی چیز کو بیش قیمت بنا دیتی ہے خام مال کم قیمت والا ہوتا ہے اور مشین سے گزارا جائے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے لکڑی ہے دو سو روپے کی ہے لیکن مشین سے گزر کر دروازہ بن جائے تو ہزاروں میں پہنچ جاتا ہے لوہا ہے سو روپے کلو ہو گا لیکن مشین سے گزر کر اس سے اتنا پرزہ مشین بنا لیں تو وہ ہزاروں میں پہنچ جاتا ہے تو مشین کی یہ خاصیت ہے کہ خام مال جو کم قیمت والا ہے اس کو بیش قیمت بناتا ہے

تو اگر انسان کھانے پینے کی مشین ہوتی تو یہ کھاتا کم قیمت والا اور بناتا زیادہ قیمت والا لیکن یہ کھاتا ہے بھنا ہوا چھوٹا گوشت اور دیسی مرغے اور فروٹ اور بناتا ہے کیا لیٹرین سے پوچھو یہ کیسی مشین ہے کہ اس نے قیمتی چیز کو بے قیمت بنا دیا تو نری عقل گمراہی ہے جیسے حکماء یونان اگر انسان کھانے پینے والی مشین ہوتی تو پھر اشرف المخلوقات انسان نہیں ہے اشرف المخلوقات تو گائے ہے گائے گھاس پھوس کھاتی ہے اور بہترین دودھ بنا دیتی ہے اشرف المخلوقات درخت ہوتا درخت صرف مٹی اور پانی استعمال کرتا ہے لیکن اس سے پھل پھول ہرے بھرے پتے ٹھنڈا سا یہ بنا دیتا ہے۔ ۱

جبکہ اللہ نے فرمایا "والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین" چار قسمیں اٹھا کر فرمایا "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" تو ایک طرف عقل ہے وحی سے قطع نظر ہم صرف عقل سے رہنمائی حاصل کریں یہ گمراہی ہے جیسے آپ یہاں سے حج پر جاتے ہیں تو بھی آپ سمندر کے ساحل تک تو بس پر جائیں لیکن اگر آپ کہیں کہ ساحل تک کار پر آیا ہوں تو سمندر میں بھی کار پر سفر کروں ڈوب جاؤ گے وہاں سواری الگ ہے۔ اگر ہم کہیں کہ عقل سے ہم کھانا معلوم کرتے ہیں تجارت صنعت چلاتے ہیں تو ہم دین بھی معلوم کریں گے اور قبر کا عذاب بھی معلوم کریں گے یہ ایسا ہے

جیسے سمندر کا راستہ کار کے ذریعے طے کرتا ہے ڈوب جائیگا۔

اور ایک محبت ہے صرف محبت سے انسان عبادت کر سکتا ہے خدا سے محبت ہو لیکن اس کو صوفیاء کرام مجذوب کہتے ہیں اس کے حواس قائم نہیں رہتے اس کو جذب کہتے ہیں اور جب انسان عقل اور محبت دونوں کو جمع کرے اس کا نام سلوک ہے اس امت کا نام سلوک ہے احکام وحی بتائے گی اس کے حسن اور قبح پر عقل ٹھپا لگائے گی ہاتھ پیر اس پر عمل پیرا ہوں گے اس لیے علماء نے جذب کو عبادت کہا ہے لیکن وہ کمزور درجہ ہے اس میں حواس قائم نہیں رہتے۔

حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر تجلی دیکھی تو "خر موسیٰ صعقا" تو موسیٰ بیہوش ہو کر گرے لیکن ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ معراج کی رات نبی ﷺ نے خدا کو سامنے دیکھا لیکن تبسم کر کے دیکھا کوئی حواس باختہ نہیں ہوئے "مازاغ البصر وما طغی" تو صراط مستقیم کا معنی یہ ہے کہ اللہ عقل بھی عطا فرما اور اپنی محبت بھی عطا فرما۔

ابن عربیؒ نے تعریف کی ہے کہ صراط مستقیم دین کے عقائد، اخلاق، اعمال آپ اپنائیں محبت کے ساتھ "والذین امنوا اشد حبا للہ" لیکن عقل میں جہاں تک شریعت نے اختیار دیا ہے انسان اسکو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔

☆

درس نمبر ۵۵

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اھدنا الصراط المستقیم"

ہدایت کی تفصیل گزر چکی ہے کچھ "صراط مستقیم" کا بیان بھی ہو چکا ہے کہ "صراط مستقیم" سے مراد کیا ہے۔ تو ایک تفسیر "صراط مستقیم" کی اسلام ہے کہ یا اللہ یہودیت کا راستہ نہ ہو عیسایت کا راستہ نہ ہو بلکہ اسلام کا راستہ ہو دوسری تفسیر گزر چکی ہے کہ "صراط مستقیم" سے مراد ہے کہ نری عقل نہ ہو نرا فلسفہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور نری محبت بھی نہ ہو انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے بلکہ عقل اور محبت کا جامع راستہ ہو اس کا نام سلوک ہے۔

تیسری تفسیر "صراط مستقیم" کی اخلاق ہیں کہ یا اللہ ہمیں اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرما ایک خَلق ہے ایک خُلق ہے خَلق کا معنی جسم کی خوبصورتی "خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا" تو خلق کے "خاء" پہ زبر ہو یہ جسمانی ظاہری خوبصورتی کا نام ہے اور خُلق یہ باطنی خوبصورتی کا نام ہے سیرت کا نام ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان خوبصورت ہو تو وہ خوب سیرت بھی ہو اور ضروری نہیں ہے کہ انسان خوب سیرت ہو تو وہ خوبصورت بھی ہو۔

حضرت بلالؓ حبشے کا باشندہ ہے کالا رنگ جیسے سوڈانی لوگ ہوتے ہیں ظاہری خوبصورتی تو نہیں تھی لیکن خوب سیرت بہت زیادہ تھے اخلاق بڑے پاکیزہ تھے جناب نبی کریم ﷺ معراج کی رات واپس آئے تو بلالؓ کو فرمایا "سمعت خشخشتك امامی" کہ

بلالؓ تمہارے جوتوں کی آہٹ میں جنت میں سن رہا تھا "فبما ذا" بتاؤ آپ کی سیرت کیا ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب قضائے حاجت کرتا ہوں فوراً وضو کرتا ہو میری سیرت یہ ہے کہ بغیر وضو کے میں نہیں رہتا اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت تحیۃ الوضوء تحیہ المسجد پڑھتا ہوں جب وقت مکروہ نہ ہو حضورؐ نے فرمایا "فبذلك" اس سیرت کی وجہ سے اللہ نے آپ کو جنت میں پہنچادیا۔

تو ضروری نہیں ہے کہ جس کی سیرت ہو اس کی صورت بھی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جس کی صورت ہو اس کی سیرت بھی ہو ابولہب آگ کے شعلوں کی طرح اس کا چہرہ چمکتا تھا لیکن سیرت گندی تھی شرک بدعات رسومات میں مبتلا تھا تو "اھدنا الصراط" معنی یہ ہے کہ پروردگار ہمیں اچھی سیرت اور اچھے اخلاق نصیب فرما۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ روح کی خوبصورتی آخرت میں نمایاں ہوگی جتنے کسی کے اخلاق اچھے ہوں گے اس قدر اس کی روح بلکہ اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا حضور ﷺ نے فرمایا یہی بلالؓ میدان محشر میں دور سے آتا ہوا دکھائی دے گا سورج جیسا چہرہ لے کر رواں دواں ہوگا لوگ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر غور سے دیکھیں گے کوئی کہے گا فرشتہ آرہا ہے کوئی کہے گا نبی آرہا ہے لیکن قریب آنے پر پتہ چلے گا کہ وہ سوڈانی ہے جس کا منہ کالا تھا اب سورج کی طرح چمک رہا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قیامت میں شکلیں اعمال کے مطابق ہوں گی جس میں غرور تکبر ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ چیونٹی کی شکل میں اٹھائے گا ذلیل کر کے جس میں فریب دھوکہ دہی کی بیماری اور بد اخلاقی ہے اللہ اس کو لومڑی کی شکل میں اٹھائے گا جس میں چیر پھاڑ لوگوں کا مال دبانے کی خصلت ہے اللہ اس کو چیتے کی درندے کی شکل میں اٹھائے گا کافر کی شکل یہ ہوگی کہ نچلا ہونٹ ناف تک ہوگا اوپر کا ہونٹ اوپر ہوگا آنکھوں کے سامنے رکاوٹ بنے گا اور منہ کھلا ہوگا دیکھ کر ڈر لگے گا یہ بد اعمالی کی یہ صورت اور بد شکل ہے۔

تو "اھدنا الصراط" کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں اچھے اخلاق سکھا ایک عقائد ہیں

نظریات ہیں، ایک ہیں اخلاق، ایک ہیں اعمال، ایک ہیں معاشرات معاشرہ بنے گا اعمال
سے جب آپ نمازی ہیں روزہ دار ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں بدعات سے رسومات
سے شرک اور کفر سے بچنے والے ہیں آپ کے اعمال اچھے ہوں گے میرے بھی ایسے ہوں
گے اس کے بھی ایسے ہوں گے اس سے جو محلہ بنے گا جو شہر بنے گا جو ملک بنے گا جو قوم بنے
گی وہ معاشرہ اچھا معاشرہ ہوگا تو معاشرہ بنتا ہے اجتماعی زندگی فرد فرد کے اعمال سے اور
اعمال بنتے ہیں اخلاق سے عمل تو یہ ہے کہ میں جیب سے پیسے نکال کر اس کو دوں یہ عمل ہے
لیکن اس کے پیچھے اخلاق سخاوت کا ہے سخاوت محض دینے کا نام نہیں ہے سخاوت یہ ہے کہ
دینے سے دل خوشی محسوس کرے اب دل خوشی محسوس کرے گا تو ہاتھ چلے گا یہ محاذ پر جانا اور
گولیاں چلانا اور کافر کی گردن ناپنی یہ جہاد عمل ہے لیکن اس عمل کے پیچھے اخلاق کار آمد ہے
وہ ہے شجاعت، شجاعت کا معنی جان دے کر دل خوشی محسوس کرے اب دل میں شجاعت ہوگی
تو محاذ پر جائے گا دل میں شجاعت ہی نہیں ہے وہ تو افغانستان کی طرف دیکھ کر بے ہوش
ہو جاتا ہے۔

ہاں تو معاشرہ بنتا ہے اعمال سے اور اعمال بنتے ہیں اخلاق سے اب آپ میں
شجاعت کب آئے گی کہ خدا کو جان دیکر خوشی محسوس کریں گے آپ میں سخاوت کب آئیگی کہ
غریب کو دینے سے دل میں خوشی محسوس کریں جب کہ آپ کو خدا کی وحدانیت پر عقیدہ ہو۔

اخلاق بنتے ہیں عقائد سے جس کا عقیدہ توحید کا نہ ہو وہ جو کچھ کرے گا اللہ کے لیے
نہیں کرے گا مزار کے لیے کرے گا اور مزار کے پاس ہے کیا جب کبھی اس سے مٹھائی اٹھا لیتی
ہے اللہ فرماتے ہیں یہ اس سے مٹھائی تو لوٹا لے کھجور کی گٹھلی کے پیچھے ایک چھوٹا دائرہ ہے
قرآن کریم نے بتایا جن کی تم پوجا کرتے ہو "ما یملکون من قطمیر" ان کے
اختیارات اس چھوٹے دائرے پر نہیں ہیں کھجور کی گٹھلی کی شق میں ایک دھاگہ ہوتا ہے اگر وہ
منہ میں ڈالیں وہ گم ہو جاتا ہے فرمایا جس کی پوجا کرتے ہو "قطمیرۃ" تو اس دھاگے کے بھی
مالک نہیں ہیں وہ آپ کو بیٹا کیا دیں گے آپ کو صحت اور عزت کیا دیں گے۔

تو اگر ہم معاشرہ درست کرنا چاہتے ہیں اعمال کو درست کریں اعمال کو درست کرنا چاہتے ہیں اخلاق اپنائیں "اهدنا الصراط المستقيم" اور اخلاق کو اپنانا چاہتے ہیں تو عقیدہ توحید میں سنت میں پکے رہیں اور ڈگمگائیں نہیں اخلاق کی بڑی تعریف ہے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بعثت لاتمم مكارم الاخلاق" مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اچھے اخلاق کا سبق دوں آپ ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ آپ کی امت میں سب سے نیک آدمی کون ہے فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں "ما من شیء یوضع فی المیزان الا والخلق اسخل منه" فرمایا جو بھی نیکی قیامت کے دن ترازو میں رکھی جائیگی کسی میں اتنا وزن نہیں ہوگا جتنا وزن آپ کے پاکیزہ اخلاق میں ہوگا اخلاق تمام اعمال سے زیادہ بھاری ہیں۔

اخلاق کیا ہے کہ خدا رسول کی محبت خدا کا خوف مخلوق سے ہمدردی اخلاص، سخاوت عاجزی گناہ سے نفرت طاعات سے محبت "اللهم انی اسئلك حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الی حبك" دین کے ساتھ قرآن کے ساتھ پیغمبر ﷺ خدا کے ساتھ محبت موجود ہو اور پھر ان اخلاق کا اظہار کرے اپنے مفاد کے لیے نہیں خدا کی رضا کے لیے آج ہم کہتے ہیں یورپی بڑے بااخلاق لوگ ہیں امریکہ والے بڑے بااخلاق لوگ ہیں وہ اپنے مفاد کی حد تک اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اگر وہ بااخلاق ہوتے جہاں مفاد نہ ہوتا وہاں بھی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ان کے اخلاق کی آخری سرحد اقوام متحدہ ہے انہوں نے اقوام متحدہ کو بٹھایا ہے کہ فیصلہ کریں گے اب اقوام متحدہ کے اخلاق کیا ہیں اگر بڑے ملک کا کوئی حق چھوٹے ملک پر ہو فوراً چھین لیتے ہیں امریکہ کا حق کسی کے پاس نہیں رہنے دیتے اور چھوٹے ملک کا حق بڑے کے پاس ہو خاموش رہتے ہیں فلسطینیوں کو کیوں آزادی نہیں دلاتے ہنود سے کشمیریوں کو کیوں آزادی نہیں دلاتے ہندوستان سے یہ پاکستان کا حق ہے، اسلام کا حق ہے، مسلمانوں کا حق ہے۔

لیکن چونکہ یہاں ان کا مفاد نہیں ہے بلکہ مفاد کے خلاف ہے تو حق کا فیصلہ نہیں

کرتے یہ ان کی آخری سرحد ہے اقوام متحدہ جب ان کے نچوڑ کا یہ حل ہے تو امریکیوں سے کیا امید ہے بلکہ یورپین کا مقولہ ہے کہ وعدے توڑنے کے لیے ہیں کہ جہاں مفاد نہ ہو وعدے کو توڑ لیا جائے اخلاق یہ ہیں کہ انسان وعدے کی بھی پابندی کرے اور خدا کی رضا کے لیے کرے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے قیصر روم سے معاہدہ کیا تھا کہ دو سال جنگ نہیں ہوگی جب دو سال میں دس دن رہ گئے تو حضرت امیر معاویہؓ بڑے سیاسی تھے انہوں نے راتوں رات فوج بھیجی کہ تم جا کر روم کی سرحد پر بیٹھ جاؤ جیسے یہ دس دن گزر جائیں اچانک حملہ کرو بغیر تیاری کے پورا ملک قبضے میں کرو صحابیؓ کو پتہ چلا وہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے فرمایا "لا غدر" اسلام میں یہ غداری نہیں ہے آپ نے پورے دو سال کا معاہدہ کیا جب دو سال پورے ہو جائیں ایک منٹ بھی نہ ہو پہلے ان کو اطلاع کرو وقت ختم ہو چکا ہے یہ تو آپ معاہدہ کے دوران جنگ کی تیاری کرتے ہیں حضرت امیر معاویہؓ نے بھیجی ہوئی فوج کو مدینہ واپس بلا لیا یہ ہے اسلام۔

ہندوستان میں ایک شہر ہے احمد آباد یہ احمد شاہ ابدالی نے بنایا تھا اس میں احمد شاہ کے بیٹے نے ایک ہندو کو قتل کیا تھا تو احمد شاہ نے اپنے بیٹے سے قصاص دلایا ہم ہندوستان کے دورے میں احمد آباد گئے تھے ایک بھی ہندو وہاں نہیں ہے وہ لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ جتنے ہندو سکھ تھے سب مسلمان ہو گئے آج تک سو فیصد مسلمان احمد آباد میں موجود ہیں۔ اندلس میں مراد خامس کے بیٹے نے ایک پادری کو قتل کیا اس نے اپنے بیٹے سے قصاص دلایا تو "اھدنا الصراط المستقیم" کا معنی یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں اچھے اخلاق پر چلا اور اپنانے کی توفیق عطا فرما۔

یہ بھی ہے کہ جس راستے میں ڈاکو ہوں ڈکیتیاں ہوں چوریاں ہوں تو مالدار آدمی اکیلے اس راستے پر نہیں چلتا کہ ڈاکو مال لوٹ لیں گے بھئی ہم سے خدا تک ایک راستہ ہے جو دین اسلام ہے اس میں بڑے بڑے ڈاکو ہیں اور ڈاکوؤں کا سردار ابلیس ہے اور اس نے

روزاول میں اعلان کیا تھا "لاقعدن لھم علی صراط المستقیم" یہ جو آپ کا راستہ ہے اسلام میں اس میں بیٹھوں گا نہ کسی مرد کو گمراہ کیے بغیر چھوڑوں گا نہ کسی عورت کو ایسے راستے پر جہاں چور ہوں ڈاکو ہوں قاتل ہوں اس پر امیر آدمی قطعاً نہیں چل سکتا بلکہ اس وقت امیر لوگ باغ سے بھی اکیلے نہیں گزرتے اور اسلام بھی وہ راستہ ہے جس میں بڑے چور اور بڑے بڑے ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں اور انکا سرغنہ اور سردار وہ ابلیس ہے اس نے خود کہا "لا قعدن لھم علی صراط المستقیم" ایسے راستے پر جب انسان جاتا ہے تو وہ قافلے سے مل کر جاتا ہے جہاں سرکاری چوکیاں موجود ہیں حفاظتی انتظامات موجود ہیں۔ اور یہ راستہ اسلام ہے اس پر جو محافظین ہیں انبیاء کرامؑ ہیں صحابہ کرامؓ ہیں علماء عظام ہیں ان کے ساتھ چلیں گے ایمان بچاؤ گے نہیں چلو گے کوئی فلم میں لے جائے گا کوئی جوا باز جوئے میں لے جائے گا شرابی شراب خانہ میں لے جائے گا اس لیے اگر اخلاق بچانے ہوں تو اہل اللہ کے نقش قدم پر انسان چلے۔ آگے خود اللہ نے فرمایا "صراط الذین انعمت علیھم" جن پر انعام کیا ہے انعام چار گروہوں پر ہے "من النبین والصدیقین والشھداء والصٰلحین" آگے تفصیل آئے گی انشاء اللہ۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۶

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ رب العٰلمین ۔ الرحمن الرحیم ۔ ملک یوم الدین ۔ ایاک نعبد وایاک نستعین "

یہ سورت فاتحہ نے" ایاک نستعین " تک انسان کی اصلاح کے لیے تین اصول بیان فرمائے ہیں کہ جو انسان تین اصول کو اپنائے گا اس کی اصلاح ہو گی اور جو ان تین کو چھوڑے گا خواہ وہ دنیا بھر کا بادشاہ وزیر کیوں نہ ہو وہ ناکام ہے اور مفسد ہے۔

ایک اصلاح کے اصول میں سے ہے ذکر اللہ کہ انسان اٹھتے ، بیٹھتے ، لیٹتے ، چلتے پھرتے خدا کا ذکر کرے اور اگر پورے کام کے دوران نہیں کر سکتا تو کم از کم کام شروع کرتے وقت مثلاً آپ بیٹھتے ہیں "بسم اللہ" پھر بیٹھتے رہو اٹھتے ہو" بسم اللہ" چل پڑتے ہیں "بسم اللہ" گھر میں داخل ہوتے ہو" بسم اللہ" نکلتے ہو" بسم اللہ" تو انسان کی اصلاح کے تین اصول ہیں پہلے اصول ذکر اللہ وہ "رحیم" تک سورت فاتحہ نے بتایا کہ پڑھو"الحمد اللہ رب العٰلمین الرحمن الرحیم" یہ سب خدا کا ذکر ہے۔

جناب نبی کریمؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ ایک آدمی ذکر کرتا ہے دوسرا غافل ہے فرمایا ذاکر آدمی زندہ ہے غافل آدمی مردہ ہے گویا کہ ہمارے جسم کی زندگی روح سے ہے اور روح کی زندگی ذکر اللہ سے ہے اگر ذکر اللہ نہیں ہے تو روح مر جاتی ہے دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی ذاکر ہے اور دوسرا غافل ہے ذاکر آدمی کی مثال ہرے بھرے درخت کی ہے جس میں پتے بھی ہوں، خوشبودار پھول بھی ہوں اور پھل بھی ہو اور غافل آدمی کی مثال

اس خشک ٹہنی اور شاخ کی ہے قرآن کریم نے بھی فرمایا"اذکــرونـــی" تم مجھے یاد رکھو "اذکرکم" میں تمھیں عزت میں یاد کروں گا کامیابی میں یاد کروں گا صحت میں یاد کروں گا دنیا، قبر، آخرت میں یاد کروں گا ہماری عزت صحت کامیابی کو اللہ نے اپنے ذکر کے ساتھ ملزوم کردیا"اذکـرونـی" مجھے یاد کروگے "اذکـرکم" میں تمہیں صحت عزت کامیابی خوشحالی کے ساتھ یاد کروں گا انسانی اصلاح کے لیے اصول ہے ذکراللہ ہم جب دیکھتے ہیں۔ایک آدمی کے نیچے بڑی کار ہے اور بڑے عہدے کا مالک ہے اور بینک اس کے پیسوں سے بھرے ہیں ہم کہتے ہیں بڑا عقلمند ہے مگر اسلام کہتا ہے کہ جس کو دنیا کی فراوانی مل جاتی ہے"سـقـط مـن عیـن اللہ" وہ اللہ کی نظر سے گرا ہوا آدمی ہے عقلمند آدمی کون ہے اللہ نے فرمایا"اولو البآب" عقلمند لوگ کون ہیں "الـذیـن یـذکرون اللہ قیاماً وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض" عقلمند وہ لوگ ہیں جو کھڑے خدا کو یاد کرتے ہیں بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں لیٹے خدا کو یاد کرتے ہیں اور صرف زبان سے نہیں"ویتـفـکرون" دل کی گہرائیوں سے خدا کو یاد کرتے ہیں اکبرالہٰ آبادی نے فرمایا ہے۔"یادِخدا کوا کثر زیب زبان پایا"

کہتا ہے بڑے بڑے حاجیوں کی زبان پر اللہ اللہ کا نام ہے لیکن جب میں نے ان کے دل کو ٹٹولا ان کے دلوں میں دیکھا تو اچھی کوٹھی کا عشق ہے، اچھی مارکیٹ کا عشق ہے ،اچھی عورت کا عشق ہے، جب خدا دل میں نہیں ہے تو زبان کی یاد نا کافی ہے۔

دل سے خدا کی چاہت ایسی ہے جیسے زمین میں بیج بونا زمین میں آپ آم کی گٹھلی دبادیں تن آور درخت ہوگا ہزاروں شاخیں ہونگی آپ کو پھل دے گا اور زبان سے ذکر ایسا ہے جیسے آم کی گٹھلی شیشے کی میز پر رکھو وہ اگے گی نہیں بلکہ گل سڑ جائیگی اس لیے اللہ نے فرمایا کہ عقلمند وہ لوگ ہیں"الـذیـن یـذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم" کہ کھڑے بیٹھے لیٹے خدا کو زبان سے یاد کرتے ہیں"ویتـفـکرون" اور دل کی گہرائیوں سے خدا کو یاد کرتے ہیں تو پہلا اصول ہے انسان ذکراللہ میں مشغول ہو اٹھتے، بیٹھتے اللہ اللہ کرے یہ کوئی بات نہیں ہے کہ اگر دل پر قابو نہ پائے کم ازکم جہاں تک ہو سکے انسان غفلت نہ کرے انسان اللہ اللہ کرے کم ازکم ہر کام کی ابتدا میں "بسـم اللہ" پڑھے یہ پہلا اصول

ہے اس کا ماخذ ہے "الحمد" سے لیکر "الرحیم" تک ہے۔

دوسرا اصول انسان کی اصلاح کے لیے فکر آخرت کہ انسان موت کو سامنے رکھے ،قبر کو سامنے رکھے قیامت اور پل صراط کو سامنے رکھے خدا کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب دینے کو سامنے رکھے پھر زندگی گزارے اس کے ہاتھ پیر شل ہو جائینگے وہ بد دیکھے گا نہ بد سنے گا نہ بد بولے گا نہ تھیٹروں میں جائے گا انسان کی اصلاح فکر آخرت سے ہے کہ میں نے ایک دن مر کر خدا کو جواب دینا ہے موت کا تصور جس پر غالب آجائے وہ محتاط زندگی گزارتا ہے۔

دیکھو قاتل پکڑا جاتا ہے اس کے قاتل ہونے کے گواہ بھی پیش ہوتے ہیں جج نے اس کو بلایا آپ پندرہ تاریخ کو عدالت میں آجاؤ اب اس کے دل میں یہ ہے یا تو مجھے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا جائیگا یا عمر بھر کی قید کا حکم سنایا جائیگا آپ بتاؤ پندرہ تاریخ تک اس کو نہ نیند آئے گی نہ عمدہ کھانوں میں لذت محسوس کرے گا نہ ریشمی لباس پہن کر لطف اندوز ہو گا شیش محل میں بیٹھنے سے بھی آنسو تھمیں گے نہیں حالانکہ یہ احتمال ہے کہ نہ پھانسی لگے نہ عمر قید بلکہ جج کو معقول رقم روپیہ دے کر اپنے آپ کو بری کروا سکتا ہے۔

لیکن ہمیں تو پھانسی کا حکم سنایا جا چکا ہے "کل نفس ذائقة الموت" کہ جس نے دنیا کا میٹھے پانی کا گھونٹ پیا اس کو موت کا کڑوا گھونٹ لینا پڑے گا اس دنیا میں آمد یہاں سے جانے کا پیش خیمہ ہے اس لیے بزرگوں نے فرمایا اس وقت سے پہلے کہ آپ کے محلّے میں شور اٹھے کہ فلاں کی زبان بند ہو گئی اس وقت سے پہلے کہ محلے میں شور اٹھے کہ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں اب جان پہچان نہیں ہے اس وقت سے پہلے کہ محلے میں شور اٹھے کہ اب حاجی صاحب کی دوائی واپس آگئی ہے دودھ چمچ سے جوڈالا تھا وہ واپس آگیا اس وقت سے پہلے کہ ملک الموت تمہارے مین دروازے سے ہاتھ اٹھائے ہوئے اندر آئے گا اور کہے گا خبردار تمہارا گھر اناج سے بھرا ہے لیکن تیری قسمت میں ایک دانہ بھی نہیں ہے پانی سے مٹکے بھرے ہیں ٹینکی بھری ہے لیکن تیری قسمت میں ایک قطرہ نہیں ہے زمین بچھی ہوئی ہے لیکن آپ کو پاؤں کی اجازت نہیں ہے آسمان تک ہوا بھری ہے لیکن آپ کے سانس کے لیے ایک جھونکا نہیں ہے بس ایک کام کرو میرے ساتھ اٹھو قبر میں اتر جاؤ اس سے پہلے

"حاسبوا قبل ان تحاسبوا" اپنا حساب کرو اپنی اصلاح کرو۔

دوسرا اصول انسان کی اصلاح کے لیے فکر آخرت ہے اس کا ماخذ "مٰلک یوم الدین" آپکو پتہ نہیں ہے کہ حقیقی بادشاہ کے سامنے روبرو کھڑا ہونا ہے اور ایک ایک بات کا جواب آپ نے دینا ہے فکر آخرت دوسرا اصول ہے انسان کی اصلاح کے لیے "مٰلک یوم الدین" نے بیان کیا۔

رابعہ بصریہ جلیل القدر بزرگ خاتون ہیں کسی نے کہا کہ آپ نے شادی کی سنت نہیں ادا کی تو انہوں نے کہا فکر آخرت نے میری ہڈی گلا دی خواہش کہاں ہے کہ شادی کروں فکر آخرت نے میرے گوشت کو پگھلا دیا میری ہڈیوں کو پگھلا دیا جب گوشت ہی پگھل گیا خواہش ہی کہاں ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے فکر آخرت کے بارے میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد نبوی میں رات گزارتے تھے حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں رات گزارتے تھے تو تہجد کے اندر سجدے میں جاتے تھے آپ کے سینے میں رونے کی آواز ایسی اٹھتی تھی جیسے ابلی ہوئی ہانڈی سے آواز اٹھتی ہے اور جب صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ عمر ابھی چھوٹی ہے بال مبارک سفید ہو رہے ہیں فرمایا "شیبتنی هود واخواتها" سورت ہود جس میں قیامت اور آخرت کا ذکر ہے اس نے مجھے بوڑھا کر دیا حالانکہ وہ صرف جنتی نہیں جنتیوں کے سردار ہیں جنتی بنانے والے ہیں لیکن پھر بھی فکر آخرت اتنی زیادہ ہے۔

اکبر بادشاہ گمراہ آدمی تھا لیکن موت کا یقین تو کافر آدمی کو بھی ہے ایک رات چیخ اٹھا وزراء نے پوچھا کیوں اس نے کہا جب میں نے چراغ بجھا دیا تو اندھیرا ہوا تو مجھے قبر کا اندھیرا یاد آیا بیربل بڑا چالاک تھا اس نے کہا آپ کو کیا فکر ہے ہمارے نبی ﷺ اپنے روضے سے ہر قبر میں کرنٹ اور روشنی بھیج دیتے ہیں آپ کی قبر میں حضور ﷺ کی نبوت کی روشنی ہوگی ذرا تسلی ہوگئی سو گیا۔

اس لیے دوسرا اصول اصلاح کا یہ ہے کہ انسان فکر آخرت کرے پہلا اصول ذکر اللہ ہے ہر وقت انسان ذکر اللہ کرے اور دوسرا فکر آخرت ہے تیسرا اصول مالک حقیقی کے ساتھ تعلق ہے ایسا نہیں ہے کہ ہاتھ میں تسبیح ہے اور ماتھے پر سجدے کا نشان ہے لیکن خدا

کے احکام توڑے جا رہے ہیں غریب کے ساتھ احسان نہیں ہے غریب کی توہین اور بیمار سے نفرت ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس نے غریب کی توہین کی اللہ قسم اٹھاتا ہے تب موت دوں گا کہ اس جیسا غریب بنا دوں جس نے بیمار سے نفرت کی اللہ قسم اٹھاتا ہے تب موت دوں گا کہ اس بیماری سے بدتر بیماری میں تمہیں مبتلا کر دوں اس لیے غریب کی توہین بیمار سے نفرت یہ بہت بڑا گناہ ہے تو تیسرا اصول انسانی اصلاح کا خالق کے ساتھ تعلق ہے اس کا ماخذ "ایاك نعبد وایاك نستعین" یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے رہیں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تا کہ جانبین سے تعلق ہو ہم تیرے ساتھ تعلق رکھیں گے "ایـاك نعبد" تیری ہی عبادت کریں گے "ایاك نستعین" اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

خدا کا تو ہمارے ساتھ تعلق ہے اس نے ہمیں وجود دیا دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں آنکھوں میں بینائی دی کان دیئے سننے کی طاقت دی زبان دی بولنے کی طاقت دی اولاد دی صحت دی عزت دی اولاد دے دی کاروبار دے دیا اور دیتا رہتا ہے خدا کی طرف سے تعلق ہے لیکن ہماری طرف سے بھی تعلق ہے قطعاً نہیں تعلق تو ہوتا ہے مسجد میں ہم تو تھیٹر میں جاتے ہیں تعلق تو ہوتا ہے قرآن سننے سے ہم تو گانے سن رہے ہیں تعلق تو ہوتا ہے غریب پر رحم سے ہمدردی سے ہم ان کا خون چوس رہے ہیں اس لیے خدا کا تعلق تو ہمارے ساتھ ہے اب تک وہ پالتا رہا پال رہا ہے آئندہ بھی پالے گا لیکن ہماری طرف سے تعلق نہیں ہے کہیں جمعہ کے دن تعلق ہوتا ہے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں عید کے دن تعلق ہوتا ہے عید کی نماز پڑھتے ہیں۔

اس لیے "ایـاك نعبد" کا معنی یہ کہ اے اللہ ہم آپ سے نہیں ٹوٹیں گے خاص تیری ہی عبادت کریں گے "وایـاك نستـعین" اور آپ کے تعلق کے امیدوار ہیں کہ آپ زندگی کے ہر موڑ پر ہمارے مددگار بنیں۔

-------☆-------

درس نمبر ۵۷

# سورۃ فاتحہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحمد للہ رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مٰلک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین"

سورۃ بقرہ شروع ہونے والی ہے سورۃ فاتحہ کا آخری تبصرہ جو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سورت فاتحہ نے اسلامی حکومت کے اصول بیان فرمائے ہیں کہ اسلامی حکومت کے پانچ اصول ہیں اگر حکومت کی بنیادوں میں پانچ اصول ہیں تو وہ حکومت کامیاب ہے اور اگر وہ پانچوں نہیں یا پانچوں میں سے دو نہیں تو وہ حکومت ناکام ہے۔

پہلا اصول یہ ہے کہ انسان اپنی حکومت میں خارجہ پالیسی کو درست کرے، دوسرا یہ کہ داخلہ پالیسی استوار ہو، تیسرا یہ ہے کہ حکومت کا ایک دستور ہو جس پر حکومت پابندی سے چلے، چوتھا یہ ہے کہ مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات درست ہوں، پانچواں یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ روابط نہ ہوں۔

خارجہ پالیسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں "اعوذباللہ" کا حکم دیا کہ "اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم" کہ خارج میں جو سب سے خطرناک طاقت ہے وہ شیطان کی ہے "ان الشیطٰن لکم عدو مبین" کہ شیطان تمہارا پکا دشمن ہے خارجہ پالیسی اور خارجی فساد سے بچنے کے لیے تم شیطان سے تعلق نہ رکھو بلکہ اس سے تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ اسی کے ضمن میں ہے کہ جو کافر حکومتیں ہیں ان سے تعلقات استوار نہ کرو اس لیے ابتداء میں "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" اس بڑے دشمن سے بچ کے رہو۔

یہ اور بات ہے کہ ہمیں خدا نے پکارا ہم نے نہیں سنا، پیغمبرؐ نے پکارا ہم نے نہیں سنا ،قرآن نے پکارا ہم نے نہیں سنا شیطان نے پکارا تھیٹر جاؤ ہم دوڑ پڑے، فلم میں جاؤ ہم دوڑ پڑے، جوا میں جاؤ ہم دوڑ پڑے، بچوں کو ٹائی پہناؤ ہم نے پہنا دی سود کھاؤ، شراب پیو، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ان الشیطٰن لکم عدو مبین" یہ تمہارا ازلی دشمن ہے میں نے تو اس سے بگاڑی تمہاری خاطر اور تم نے اسے گلے لگا لیا "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

خارجہ پالیسی یہ ہے کہ دشمن سے چوکنے رہو آج آپکی عجیب اسلامی حکومت ہے کہ امریکہ کے سامنے سجدے کرتے ہیں، یہودیوں سے رات کو رابطے کرتے ہیں اور اپنے بھائی افغانستان اور عراق کو مارتے ہیں یہ تو ابلیس کی حکومت ہے اس کو اسلامی حکومت کون کہتا ہے۔ خارجہ پالیسی یہ ہے جو آپکے ایمان، آپکے دین، آپکی عزت، آپکی غیرت کی حفاظت کرے۔

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو قیصر روم نے حضرت امیر معاویہؓ کو خط لکھا کہ آپکو خزانوں کی ضرورت ہے تو علی کے مقابلے میں خزانے بھیج دیتا ہوں فوج کی ضرورت ہے فوج بھیج دیتا ہوں اسلحہ کی ضرورت ہے تو جتنا چاہتے ہو بھیج دیتا ہوں تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اے عجمی کتے اگر آج حضرت علیؓ نے تیرے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو میں حضرت علیؓ کی صف اول میں تیرے مقابلے میں لڑوں گا یہ ہمارے گھر کی لڑائی ہے تو کون ہے مداخلت کرنے والا۔

ہم امریکہ سے اپنے ملک کے فیصلے کرواتے ہیں اور یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ وفادار کون ہے اس لیے قرآن کریم نے اسلامی حکومت کا پہلا اصول بتلایا کہ پالیسی مستحکم کرواور وہ ہے کہ غیر مسلم ممالک سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہو۔

اور علماء لکھتے ہیں کہ مسلمان کے پاس دو قسم کی دولت ہے، ایک ایمان کی دولت اور ایک اعمال کی دولت ایک آپکا ایمان ہے یہ سب سے بڑی دولت ہے اور ایک آپکے نیک اعمال کی دولت شیطان کے پاس دو طاقتیں ہیں ایک شبہات اور ایک خواہشات۔

خواہشات سے وہ آپکے نیک اعمال کو لوٹ لیتا ہے سونے کی خواہش نے صبح کی نماز لوٹ لی، کھانے کی خواہش نے عشاء کی نماز لوٹ لی، دن کے کاروبار نے

ظہر،عصر اور مغرب کی نماز لوٹ لی اور اس نے ہمیں مال کی خواہش دی تو ہم نے حج اور زکوٰۃ کو ہڑپ کرلیا خواہشات شیطان کے پاس سب سے بڑا اسلحہ ہیں اس سے وہ ہمارے نیک اعمال کو لوٹ لیتا ہے صبح کی نماز یہ آپکی دولت ہے عشاء کی نماز یہ آپکی دولت ہے ظہر، عصر، مغرب یہ آپکی دولت ہے شیطان اس دولت کو خواہشات کے ذریعے لوٹتا ہے صبح میں سونے کی خواہش ہے اس کے ذریعے اُس نے آپکی فجر کی نماز کو لوٹ لیا، رات کو ٹی وی دیکھنے کی خواہش ہے اس کے ذریعے اُس نے آپکی عشاء کی نماز کو لوٹ لیا دن کو کاروبار کی خواہش ہے اس کے ذریعے اُس نے آپکی ظہر، عصر، مغرب کی نماز کو لوٹ لیا مال کی محبت اور خواہش ہے اس کے ذریعے اُس نے آپکی زکوٰۃ، حج، صدقات جیسی عبادت کو لوٹ لیا تو اُس نے آپکے قیمتی اعمال کی دولت کو خواہشات کے ذریعے لوٹ لیا۔

اور آپکے پاس دوسری دولت ایمان کی ہے اسکو اس نے شبہات کے ذریعے لوٹ لیا ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ معراج کی رات ایک لمحہ میں لا مکان تک گئے اور واپس آئے آپ ﷺ نے ساتوں آسمان پیچھے چھوڑ دیے، عرش نے آپ ﷺ کو نہیں روکا، کرسی نے آپ کو نہیں روکا، سدرۃ المنتہیٰ سے آپ گزرے ستر ہزار نور کے پردے ہٹا کر خدا کے آمنے سامنے ہوگئے "فکان قاب قوسین او ادنیٰ" اب شیطان آپ کے اس ایمان میں شبہات ڈالتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بھاری جسم ہے اوپر جائے اور پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک لمحہ میں اتنی اوپر گیا اور واپس آگیا یہ کیسے۔

بھئی اگر مشکل ہے ہمارے لیے لیکن کیا یہ ضروری ہے جو کام ہمارے لیے مشکل ہے خدا کے لیے بھی مشکل ہے اب اگر ہاتھی کہے کہ میں بیس من کا وزن اٹھاتا ہوں اور چیونٹی پارلیمنٹ میں کہے کہ بیس من کا وزن اٹھانا غلط ہے ہاتھی کا یہ دعویٰ کرنا غلط ہے چیونٹی تو بے وقوف ہے آپکی طاقت میں نہیں ہے ہاتھی کی طاقت میں تو ہے ہماری طاقت میں آسمانوں پر جانا نہیں ہے خدا کی طاقت میں تو ہے۔

آج کل سائنس دان لکھتے ہیں کہ سورج ہم سے نو کروڑ تیس لاکھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اتنی دور سے سورج کی روشنی ایک سیکنڈ میں زمین پر پہنچتی ہے جب سورج کی یہ طاقت ہے تو جناب نبی کریم ﷺ کی طاقت کئی سورجوں سے زیادہ ہے تو شبہات کے ذریعے آپکے ایمان پر ڈاکہ ڈالا ایک لمحہ میں اتنا لمبا سفر کیسے بھئی ہم نہیں کرسکتے خدا کے لیے مشکل

نہیں ہے اس لیے ہمارے اعمال پر اس نے خواہشات کے ذریعے حملہ کیا اور ہمارے ایمان پر شبہات کے ذریعے حملہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خارجہ پالیسی مستحکم کرو سرحدوں کی حفاظت کرو "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"

ہم "اعوذ باللہ" کا معنیٰ نہیں سمجھتے شیطان سمجھتا ہے جب میں اور آپ "اعوذ باللہ" پڑھتے ہیں تو شیطان کو علم ہوتا ہے کہ اس نے خدا کو پکارا ہے اور شیطان کو علم ہے کہ خدا نے اس کی پکار کو سنا ہے اور شیطان کو علم ہے کہ اس پکارنے والے کی مدد کو خدا ضرور آئے گا اور شیطان کو یقین ہے کہ وہ میرے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہے تو وہ ٹھہرے گا یا بھاگے گا اگر خدانخواستہ کوئی آپ کے بچے کو اغوا کر رہا ہو اور بچے آپ کو پکارے اور آپ نے اس کی پکار کو سن لیا ہو اور اس ڈاکو کو بھی پتہ ہے کہ اس نے بچے کی پکار کو سن لیا ہے اور وہ اس کی مدد کو آرہا ہے اور وہ مجھ سے طاقت ور بھی ہے تو وہ بھاگے گا یا ٹھہرے گا اس لیے اللہ پاک نے فرمایا کہ خارجہ پالیسی کے لیے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھو اور سرحدوں کو مضبوط کرو۔

اسلامی حکومت کی داخلہ پالیسی یہ ہے کہ اس کی فضائی فوج، بحری فوج، بری فوج مستحکم ہو آپکی فضائی فوج آپ کے اعمال ہیں آپکی بری فوج آپکے اخلاق ہیں آپ کی بحری فوج آپکا ایمان ہے یہ تینوں موجود ہیں "ایاک نعبد وایاک نستعین" اپنی بحری فوج کو مستحکم کرو ایمان کے ذریعے خدا کو راضی کرو اور اپنی بری فوج کو مستحکم کرو اعمال کے ذریعے خدا کو راضی کرو اور اپنی فضائی فوج کو مستحکم کرو جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مسلمانوں کی فوج بارہ ہزار تک پہنچ جائے اور اس کے مقابلے میں ساری دنیا کے کافر آجائیں تو اس کو شکست نہیں دے سکتی اس وقت جب فوج کا رابطہ خدا سے ہو ایمان کے ذریعہ یہ بحری فوج ہے اخلاق کے ذریعہ یہ بری فوج ہے اعمال کے ذریعہ یہ فضائی فوج ہے۔

"ایاک نعبد وایاک نستعین" اب خارجہ پالیسی بھی مستحکم ہوگئی اور داخلہ پالیسی بھی مستحکم ہوگئی اب ملک کا دستور ہی نہ ہوا آئین ہی نہ ہو تہتر کا آئین مشرف نے اس کی دھجیاں اڑادیں ترمیم کر کر کے اس کا چہرہ مسخ کر دیا اور اب نئے لوگ اسی مسخ شدہ چہرے پر حکومت بنا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو چھیڑنا نہیں چاہیے کیونکہ اس میں عورتوں کی مراعات ہیں اور اگر

ہم اس کو ختم کریں تو ہماری زندگی میں عورت ہی نہیں ہوگی، دفتر میں عورت نہیں ہوگی ٹول پلازہ پر عورت نہیں ہوگی جس کے بغیر ان کا گزارہ نہیں عجیب مسلمان ہیں۔

تو اللہ نے دستور بتایا "اهدنا الصراط المستقيم" کہ صراط مستقیم تمہارا دستور ہے وہ "ذٰلك الكتاب لا ريب فيه" چو تمہا دستور بتلا دیا کہ "صراط الذين انعمت عليهم" کہ مسلم ممالک کے ساتھ تمہارے تعلقات درست ہوں اب آپ کے اردگرد سارے مسلم ممالک ہیں افغانستان، عراق، شام، سعودی عرب، قطر، مصر، کویت ان سے تعلقات استوار کرو اور "غير المغضوب عليهم" ان سے دوسری طرف یہود ہیں ان سے بچو "ولا الضالين" اس طرف عیسائی ہیں ان سے بچو۔

ہم افغانستان، عراق، شام، سعودی عرب، قطر، مصر، کویت ان سب کو چھوڑ کر امریکہ کے سامنے سجدے میں پڑ گئے یہ عجیب اسلامی حکومت ہے یہ قرآن کریم نے اسلامی حکومت کے اصول بتلائے ہیں مسلمان کا بہت بڑا مقام ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے محلے میں اتنا اعتماد بحال کرو کہ چار محلے دار کہیں کہ ایمان دار آدمی ہے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ آپ کو جنت دے۔

آج ہم سب سے زیادہ بے اعتماد ہیں جب مسلمان کا محلے میں اعتماد ہو، شہر میں ہو، ملک میں ہو، اردگرد مسلم ممالک میں ہو تو پھر مسلمان ایک قوت ایک طاقت ہیں اسی لیے قرآن نے سورۃ فاتحہ میں اسلامی حکومت کے استحکام کے لیے یہ پانچ اصول بیان فرمائے۔

(هذا هو المرام و الله اعلم بحقيقة الكلام)

-------☆-------

# شمائم الفاتحہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث
حضرت مولانا داؤد احمد صاحب

مظاہر العلوم
چمڑہ منڈی فیروز والہ روڈ۔ گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ:

دینی کتب کے لیے آپ کا اپنا مرکز

مظاہر العلوم

چمڑہ منڈی فیروز والہ روڈ۔ گوجرانوالہ